غزلیاتِ حافظِ شیراز
مُنظُوم اُردُو ترجمہ
MIRZA
ڈاکٹر خالد حمید (ایم ڈی)

غزلیاتِ حافظِ شیراز
منظوم اردو ترجمہ

غزل گفتی و دُر سُفتی بیاؤ خوش بخواں حافظؔ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را

غزلیاتِ حافظِ شیراز

(منظوم اردو ترجمہ)

ڈاکٹر خالد حمید (ایم ڈی)

مطبوعاتِ اقدار

۲۰۷ گھڑیالی بلڈنگ، صدر، کراچی ۳ (پاکستان)

اشاعت ـــــ اوّل (فروری، ۱۹۹۷ء)

طباعت ـــــ فیروز سنز، پرنٹرز، کراچی

سرورق ـــــ دلاور مرزا

تزئین و خطاطی ـــــ رشید شاہد

خوش نویسی ـــــ خالد محمود

ناشر ـــــ مطبوعات اقدار، صدر، کراچی ۳ (پاکستان)

مترجم ـــــ ڈاکٹر خالد حمید (ایم ڈی)

6821, PINE CREEK DRIVE

TOLEDO, OHIO (U.S.A) 1275-43617

قیمت (پاکستان) ۲۵۰ روپے

قیمت (غیر ملکی) ۲۰ امریکی ڈالر

والد ماجد مولانا عبد المجید خاں (مرحوم)
مُدیر "مولوی" دہلی

اور

اُستادِ مُکرّم حضرت مُعین احسن جذبی
کے نام

رازِ درُونِ پردہ ز رندانِ مست پُرس

اے مدعی! نزاعِ تو با پردہ دار چیست

عرض و معذرت

بلا شبہ شمسُ الدّین خواجہ حافظ شیرازی صرف ایران ہی کے نہیں بلکہ ساری دُنیا کے ممتاز شعرا میں سے ہیں۔ کہتے ہیں ۷۲۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور کوئی ۶۵ سال بعد ۷۹۱ھ یا ۱۳۸۹ء میں انتقال فرما گئے۔ زندگی ساری شیراز ہی میں گزری۔ گو کچھ دن کے لئے یزد اور اصفہان گئے۔ بدقسمتی سے ہندوستان (دکن) آتے آتے رہ گئے۔ بُرا ہو سمندر کی طوفاں سامانی کا۔ پھر بھی تھوڑا یاد کر لیا "خالِ ہندو" اور "سیاہ چشمانِ کشمیری" کہہ کر۔

خواجہ صاحب کا بچپن یتیمی اور ناداری میں گزرا مگر کیونکہ خوبیٔ کمال خداداد تھے اور تصوّر عرش پر تھا، غربت کے باوجود علم و فضل حاصل کیا اور حافظِ قرآن بھی ہو گئے۔ باقی عمر آرام سے گزری، البتہ شاہان و

وزراء کی مدح خوانی اور قصیدہ گوئی ضرور کرنی پڑی۔

حافظ کے کلام میں حسنِ بندش، غنائیت اور خوش بیانی کی تعریف میرے بیان سے باہر ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ خدا کی قسم لاجواب ہیں۔ ان میں رندی بھی ہے، شوخی بھی اور درویشی بھی اور ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے — رندی و بادہ خواری میں کسی سے کم نہ تھے مگر

اللہ اللہ کیا تصرف تیرے میخانے میں ہے
مے میں وہ مستی کہاں جو تیرے دیوانے میں ہے

اور پھر

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اس لئے میرے خیال میں جو لوگ اُن کو ولی سمجھتے ہیں اور لسان الغیب کہتے ہیں ٹھیک ہی کرتے ہیں۔ حافظ نے تو خود بھی کہا ہے:

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
اے مدعی نزاعِ تو با پردہ دار چیست
مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند
ما دل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست

اب میری رُوداد سُنیے۔ بچپن میں میرے والدِ محترم مرحوم مولانا عبدالحمید خان مدیر "مولوی" دہلی نے میرا فارسی سے تعارف کرا دیا تھا اور علی گڑھ میں اُس کی نشوونما میرے اُستادِ مکرّم معین احسن جذبی نے تھوڑی بہت کر دی تھی مگر پھر خلاص۔ لاہور میں ڈاکٹری پڑھی، پاکستانی فوج میں سپہ گری کی اور اُس کے بعد ۱۹۵۷ئہ میں فکرِ معاش شمالی امریکہ لے آئی۔ کوئی چالیس سال سے یہاں طبابت اور پروفیسری کر رہا ہوں۔ فارسی تو فارسی اردو بھی بولنے یا پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔

بہرحال بڑھاپا آیا تو بچپن یاد آیا۔ پاکستان گیا تو قاضی سجّاد حسین کا لفظی ترجمۂ حافظؔ ساتھ لے آیا۔ پڑھنے بیٹھا تو سوچا کہ اس کا تو منظوم ترجمہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ سو اس میں لگ گیا۔ ترجمہ تو کیا مگر صرف ان غزلوں کا جن کے قافیے اردو کے لگ بھگ تھے۔

کام ختم ہونے والا تھا کہ میرے بہنوئی ڈاکٹر انیس الرحمان نے (جو سعودی عرب میں مہندسی کرتے ہیں اور صاحبِ ذوق ہیں) بتایا کہ منظوم ترجمہ تو پچاس سال پہلے مولوی احتشام الدین حقّی کر چکے ہیں مگر وہ اب ناپید ہے۔ سُن کر ہوش جاتے رہے۔ انجمن ترقی اردو کے رُوحِ رواں جمیل الدین عالی اور اسلم فرخی کی مہربانی سے وہ کتاب مل گئی۔ پڑھی تو اچھی لگی۔ پھر سوچا کہ جب یہ کام کر لیا ہے

توضائع کیوں جائے قسمت ضرور آزمانی چاہیے۔ پاکستان کچھ غزلیں بھیجیں تو مہربانوں نے رسالوں میں شائع کر دیں اور خاص طور پر شبنم رومانی صاحب مدیر "اقدار" کراچی نے بہت ہمت افزائی فرمائی۔

بس اب اسی لئے یہ گستاخی کر رہا ہوں۔ شاعری تو میرے باپ دادا نے نہیں کی میں کیا کروں گا۔ ہاں، تک بندی سے کام نکالنا سیکھ لیا ہے۔ اس مجموعے میں تین سو غزلیں پیش خدمت کر رہا ہوں، اس اُمید پر کہ ان میں سے ایک دو غزلیں ہی آپ کو پسند آجائیں اور اگر پسند نہ بھی آئیں تو شاید جُرأت کی داد ہی مل جائے۔

خالد حمید (ایم ڈی)

۶۸۲۱ پائن کریک ڈرائیو۔ تولیڈو۔ اوہایو
(یو ایس اے) ۱۲۷۵-۴۳۶۱۷

اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّ نَاوِلْہَا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

پلا کے مے کرا اے ساقی دوائے دردِ بسمل ہا
کہ عشق آساں لگا پہلے، پڑیں پھر بیش مشکل ہا

بوئے نافہ کاخر صبا زاں طرّہ بکشاید
زتابِ جعدِ مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا

تری خوشبوئے نافہ جب صبا طرّے سے کھولے گی
کرے گی زلفِ مشکیں کی شکن صد پارۂ دل ہا

بمے سجّادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

مصلّےٰ رنگ لو مے سے کہ ڈر پیرِ مغاں کو ہے
بھلا دیوے کہیں سالک نہ راہ و رسمِ منزل ہا

مرا در منزلِ جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

ہمیں کیا منزلِ جاناں میں امن و عیش جب ہر دم
جرس فریاد کرتا ہے کہ باندھو چل کے محمل ہا

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں ہائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

شبِ تاریک ہے، طوفاں ہے اور گرداب میں کشتی
ہمارا حال کیا جانیں سبکسارانِ ساحل ہا

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بدی کے کام سے آخر میں بدنامی تو ہوتی ہے
چھپے رہتے نہیں وہ راز جو ہیں سازِ محفل ہا

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ
مَتٰی مَا تَلْقَ مَنْ تَہْوٰی دَعِ الدُّنْیَا وَ اَہْمِلْہَا

حضوری چاہتا ہے تو، تو غائب ہو نہ یوں حافظ
وہ مل جائے تو کر دے ترکِ دنیائے مراسم ہا

اے فروغِ ماہِ حسن از روئے رخشانِ شما
آبروئے خوبی از چاہِ زنخدانِ شما

چاند کی تنویر ہے رخسارِ تاباں آپ کا
آبروئے حسن ہے چاہِ زنخداں آپ کا

عزمِ دیدارِ تو دارد جان برلب آمدہ
باز گردد یا برآید چیست فرمانِ شما

جان اب ہونٹوں پہ ہے دیدار کی خواہش لیے
کیا خوشی ہے آپ کی اور کیا ہے فرماں آپ کا؟

کے دہد دست ایں غرض یارب کہ ہمدستاں شوند
خاطرِ مجموعِ ما زلفِ پریشانِ شما

دیکھیے قدرت کو ہو کب ان کی یکجائی قبول
دل ہمارا، حلقۂ زلفِ پریشاں آپ کا

کس بدورِ نرگست طرفے نبست از عافیت
بہ کہ بفروشند مستوری بمستانِ شما

بیچ دیں مستوں کے ہاتھوں پارسائی کیوں نہ ہم
چین کب دیتا ہے نرگس چشم، احساں آپ کا

بختِ خواب آلودِ ما بیدار خواہد شد مگر
زانکہ زد بر دیدہ آبے روئے رخشانِ شما

شاید اب کی بار اپنا بختِ خفتہ جاگ اُٹھے
آنکھ پر مارے ہے چھینٹے روئے رخشاں آپ کا

با صبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستۂ
بو کہ بوئے بشنویم از خاکِ بستانِ شما

اپنے رُخ کا ایک گلدستہ بھی ہمراہِ صبا
تا کہ سونگھیں ہم بھی عطرِ خاکِ بُستاں آپ کا

دل خرابی می کند دلدار را آگہ کنید
زینہار اے دوستاں جانِ من و جانِ شما

دل کی یہ ضد ہے اُسے احوال سے آگاہ کر
دوستو! کیا مشورہ ہے کیا ہے فرماں آپ کا

عمرتاں بادا دراز اے ساقیانِ بزمِ جم
گرچہ جامِ ما نشد پر مے بدورانِ شما

ساقیانِ بزمِ جم! تم خوش رہو زندہ رہو
گو مرا ساغر تہی ہے، یہ ہے فیضاں آپ کا

اے صبا با ساکنانِ شہرِ یزد از ما بگو
کاے سرِ حق ناشناساں گوئے میدانِ شما

ساکنانِ یزد کو جا کر بشارت دے صبا
ہے سرِ حق ناشناساں گوئے میداں آپ کا

گرچہ دوریم از بساطِ قرب ہمت دور نیست
بندۂ شاہِ شمائیم و ثنا خوانِ شما

دُور رہوں میں آپ سے لیکن مجھے مت بھولیے
بندۂ ناچیز ہُوں پر ہوں ثنا خواں آپ کا

دور دار از خاک و خوں دامن چو بر ما بگذری
کاندریں رہ کشتہ بسیارند قربانِ شما

جائیے دامن بچا کے خاک و خوں سے ادھر
ہے یہاں ہر شخص مقتولِ خراماں آپ کا

اے شہنشاہِ بلند اختر خدارا ہمتے
تا ببوسم ہمچو گردوں خاکِ ایوانِ شما

خاکِ در میں کیوں نہ چوموں اے شہنشہ آپ کی
چومتا ہے آسماں جب جھک کے ایواں آپ کا

می کند حافظ دعائے بشنو آمینے بگو
روزئے ما باد لعلِ شکر افشانِ شما

کیوں نہ ہو حافظ کو اس کے چومنے کی آرزو
جب کہ لعلِ لب ہے ایسا شکر افشاں آپ کا

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اگر منظور دل میرا ہو اُس تُرکِ دل آرا کو
فدائے خال و خد کر دوں سمرقند و بخارا کو

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنّت نخواہی یافت
کنارِ آبِ رُکنا باد و گلگشتِ مصلیٰ را

پلا شیراز میں ساقی کہ جنّت میں نہ پائیں گے
کنارِ جوئے رُکنا باد و گلگشتِ مصلیٰ کو

فغاں کیں لولیانِ شوخ شیریں کارِ شہر آشوب
چناں بردند صبر از دل کہ تُرکاں خوانِ یغما را

دُہائی ہے کہ معشوقانِ شیریں کارِ شہر آشوب
دلوں کو لُوٹتے ہیں جیسے ترکاں خوانِ یغما کو

ز عشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی ست
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

ہمارے عشق کی پروا کرے کیوں حسن بے پروا
ضرورت آب و خال و خط کی ہے کب روئے زیبا کو

من از آں حسنِ روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

ملامت مت کرو اس کی خطا ہے حسنِ یوسف کی
کیا دیوانگیٔ شوق نے رسوا زلیخا کو

حدیث از مطرب و مے گوئی و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمّا را

کرو مستانہ پن میں جستجو اسرارِ دُنیا کی
خرد سے حل نہیں کرتے ہیں عاقل اس معمّا کو

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

نصیحت سُن کہ اے پیارے! عزیز از جان رکھتے ہیں
جوانانِ سعادتمند، پندِ پیرِ دانا کو

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خا را

بُرا مجھ کو کہا، خوش ہوں، بہت اچھا کیا تُو نے
نوائے تلخ زیبا ہے لبِ لعلِ شکر خا کو

غزل گفتی و دُر سُفتی بیا و خوش بخواں حافظ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریّا را

غزل تُو نے کہی، موتی پروئے، شعر پڑھ حافظ
لٹائے گا فلک فن پر ترے عقدِ ثریّا کو

بملازمانِ سلطاں کہ رساند ایں دعا را
کہ بشکرِ پادشاہی زنظر مراں گدا را

کہے جا کے شاہِ خوباں سے ذرا کوئی خدارا
کہ نہ کر بہ شکرِ شاہی تو فقیر سے کنارا

چہ قیامت ست جاناں کہ بعاشقاں نمودی
رُخِ ہمچو ماہِ تاباں دلِ ہمچو سنگِ خارا

ہے قیامت عاشقوں پر کہ دیئے ہیں حق نے اُسکو
رُخِ رشکِ ماہِ تاباں دلِ سخت سنگِ خارا

ز رقیبِ دیو سیرت بخدا ہمی پناہم
مگر آں شہابِ ثاقب مددے کند خدا را

اُس عدوئے دیو سیرت سے خدا بچائے سب کو
مدد اے شہابِ ثاقب مری کر تو کچھ خدارا

دلِ عالمے بسوزی چو عذار بر فروزی
تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا

ترے مہرِ روئے تاباں کی نہیں ہے تاب ہم کو
کہ جھلک سے ایک اُسکی ہوا راکھ دل ہمارا

مژہ سیاہت ار کردہ بخونِ ما اشارت
زفریبِ او بیندیش و غلط مکن نگارا

اے نگاہِ جان افزا تو نہ بات مان اُنکی
جو کریں سیاہ مژگاں میرے خون کا اشارا

ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیمِ صبح گاہی
بہ پیامِ آشنائی بنوازد آشنا را

رہا انتظار شب بھر کہ نسیمِ صبح گاہی
بہ پیامِ آشنائی کرے شاد دل ہمارا

دلِ دردمندِ عاشق کہ ز ہجر گشت پُرخوں
چہ شود گرش رسائی بوصالِ خویش یارا

دلِ دردمندِ عاشق ہوا ہجر میں ہے خوں میں
کبھی بات اُسکی مانو کرو عہدِ وصل یارا

دلِ مستمندِ ما را بشکنج زلف بردی
مشکن دلِ ضعیفم بنواز ایں گدا را

دلِ مست مند میرا جو پھنسا ہے گیسوؤں میں
اسے کس کے یوں نہ باندھو کرو رحم کچھ خدارا

زفریبِ چشم مستت دلِ دردمند خوں شد
نظرے بکن بحالش بتِ دلربا خدارا

ہوا چشم مست سے یہ دلِ دردمند زخمی
اسے اک نظر تو دیکھو بتِ دلربا، خدارا

چوطبیبِ دردمنداں لبِ لعلِ یار باشد
دلِ دردمندِ عاشق زکہ جوید ایں دوارا

دلِ دردمندِ عاشق کی دعا ہے گر، تو یہ ہے
کہ طبیبِ دردمنداں لبِ لعل ہو تمہارا

خبرے زحالِ عاشق بریار باز گوئید
میرسد مگر زنقش اثرِ مشامِ مارا

کیا یادِ کوئے جاناں نے ہمارا دل معطّر
ذرا کھول کر جو اُس نے کبھی زلف کو سنوارا

بخدا کہ جرعۂ دہ تو بحافظِؔ سحر خیز
کہ دعائے صبحگاہی اثرے کند شمارا

بخدا پلاؤ حافظؔ کو شرابِ ناب کچھ تو
کہ دعائیں لے کے اُس کی ہو نصیب خوش ہمارا

تا کے بدردِ ہجر کنی ناتواں مرا
یکدم بوصلِ خویش بکن شادماں مرا

کب تک کرے گا ہجر سے تُو ناتواں مجھے
کر اپنے وصل سے بھی کبھی شادماں مجھے

میخواستی، ہمیشہ گرفتارِ ہجرِ خود
دیدی بکامِ خویشتن آخر چناں مرا

تھی آرزو تری، میں سدا ہجر میں رہوں
حسبِ مراد، دیکھ لیا ہے کہاں مجھے

نبود ہیچ وجہ دمے از توام گریز
زاں رو کہ نیست جز تو کسے در جہاں مرا

اک لمحے کو بھی تجھ سے گوارا نہیں گریز
سارے جہاں میں تُو ہے عزیزِ جہاں مجھے

در حیرتم کہ بے تو چساں زندگی کنم
چوں نیست خواب و خور زغمت یکزماں مرا

گزرے گی زندگی مری کیسے ترے بغیر
جب غم مجالِ خواب نہ دے یک زماں مجھے

افتادہ ام بکنجِ غم و جز فغاں و آہ
نے یارِ غمگسارے و نے ہمزباں مرا

گھیرا ہے غم نے یوں کہ سوائے فغاں و آہ
حاصل ہے یارِ جاں نہ کوئی ہمزباں مجھے

بودم ہمیشہ شاد ز وصلت ولے کنوں
کارے ز ہجرِ تو نبود جز فغاں مرا

وہ دن بھی تھے کہ شاد تھا قربت میں آپ کی
فرقت میں کام کچھ بھی نہیں جز فغاں مجھے

حافظ عجب مدار اگر می کشد بغم
از دردِ فرقت آں مہِ نامہرباں مرا

کرتا ہے گر وہ قتل تو حافظ عجب نہیں
دردِ فراق سے مہِ نامہرباں مجھے

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرِ ما
چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما

آج مسجد سے سوئے میخانہ آتا پیر ہے
اُس کی یارانِ طریقت اِس میں کیا تدبیر ہے

درخراباتِ مغاں مانیز ہم منزل شویم
کاں چنیں رفت ست در عہدِ ازل تقدیرِ ما

ہم خراباتِ مغاں میں پیر کے ہمدم بنے
اپنی تو عہدِ ازل سے بس یہی تقدیر ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیرِ ما

رُو بسوئے کعبہ کیسے ہم مرید اُس کے کریں
خانۂ خمار جب قبلہ بناتا پیر ہے

عقل اگر داند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش ست
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

عقل ہووے آشنائے عیشِ بندِ زلف جب
کیسے ہر عاقل کے پاؤں میں پڑے زنجیر ہے

روئے خوبت آیتے از لطف برما کشف کرد
زاں سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیرِ ما

جب سے روئے یار نے دی آیتِ لطف و کرم
مہربانی کے سوا کچھ بھی نہ اور تفسیر ہے

بادلِ سنگینت آیا ہیچ در گیرد شبے
آہِ آتش بار و سوزِ نالۂ شب گیرِ ما

آہِ آتش بار و سوزِ نالۂ شبگیر کی
سنگ دل پر ایک ذرہ بھی نہ کچھ تاثیر ہے

مرغِ دل را صیدِ جمعیت بدام افتادہ بود
زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیرِ ما

مطمئن تھا مرغِ دل پھندے میں اُسکی زلف کے
کھول کر گیسو پریشاں کر دیا نخچیر ہے

باد بر زلفِ تو آمد شد جہاں بر من سیاہ
نیست از سودائے زلفت بیش ازیں توقیرِ ما

جب ہوا گیسوئے جاناں کو بناتی ہے گھٹا
کرتی اور سودائے زلفِ یار کی توقیر ہے

تیرِ آہِ ما ز گردوں بگذرد جانِ عزیز
رحم کن بر جانِ خود، پرہیز کن از تیرِ ما

پاس تیرے ہیں کمانِ ابرو و تیرِ نظر
کم نہیں کچھ آہ میری اک بلا کا تیر ہے

بر درِ میخانہ خواہم گشت چوں حافظ مقیم
چوں خراباتی شد اے یار طریقت پیرِ ما

میں بھی حافظ کی طرح بیٹھوں میخانے میں کیوں
جب خراباتی بنا، اے یار، اپنا پیر ہے

ساقی بنورِ بادہ برافروز جامِ ما
مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما

ساقی! بنورِ بادہ برافروز جام ہے
مطرب! بہ نغمہ قلب میں عیشِ دوام ہے

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذّتِ شُربِ مدامِ ما

ہم دیکھتے ہیں عکسِ رُخِ یار جام میں
کیسی حسین لذّتِ شُربِ مدام ہے

چنداں بود کرشمہ و نازِ سہی قداں
کآید بجلوہ سروِ صنوبر خرامِ ما

ناز و ادا کو بھول گئے ہیں سہی قداں
دیکھا جو میرا سروِ صنوبر خرام ہے

ہرگز نمیرد ہر کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

مرتا نہیں ہے جس کا ہو دل زندہ عشق سے
دیوے ثبات دہر کو اُنسِ دوام ہے

مستی بہ چشمِ شاہدِ دلبندِ ما خوش ست
زاں رو سپردہ اند بہ مستی زمامِ ما

دیکھا جو مست شاہدِ دلبر کی آنکھ کو
مستوں نے اپنے دل کی اُسے دی لگام ہے

ترسم کہ صرفۂ نبرد روزِ باز خواست
نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما

نانِ حلالِ شیخ سے بڑھ کے بہت ہوا
مقبول میرا حشر میں آبِ حرام ہے

اے باد گر بگلشنِ احباب بگذری
زنہار عرضہ دہ بر جاناں پیامِ ما

گزرے گلی سے اُس کی جو بادِ صبا تجھے
دینا ضرور یار کو میرا پیام ہے

گو نامِ ما ز یاد بعمداً چہ می بری
خود آمد آنکہ یاد نیاری زنامِ ما

یوں جان بوجھ کر نہ بھلا میرے نام کو
مٹ جائے خود بخود ہی زمانے میں نام ہے

بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوائے سرو
اے مرغِ بخت کے شوی آخر تو رامِ ما

مانندِ لالہ دل بھی مرا ہے اسیرِ سرو
آئے نہ مرغِ بخت کسی رُو بہ دام ہے

دریائے اخضرِ فلک و کشتیِ ہلال
ہستند غرقِ نعمتِ حاجی قوامِ ما

ہو کشتیِ ہلال کہ دریائے آسماں
ہر چیز غرقِ نعمتِ حاجی قوام ہے

حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاں
باشد کہ مرغِ وصل کند قصدِ دامِ ما

حافظ نے دل نے اشک کے ڈالے تو ہیں بہت
کرتا نہ مرغِ وصل مگر قصدِ دام ہے

ساقی بگذار از کفِ خود رطلِ گراں را
تا خوش گذرانیم جہانِ گذراں را

ساقی! تُو گرا ہاتھ سے اب رطلِ گراں کو
تا خُوب گزاریں یونہی عمرِ گزراں کو

زاہد چہ عجب گر کندم عیب برندی
بر اہلِ ہنر طعنہ بود بے ہنراں را

زاہد نے مجھے "رند" کہا ہے تو عجب کیا
طعنوں سے یونہی کام رہا بے ہنراں کو

در قبلہ و بُتخانہ تو مسجودی و معبودؔ
رُو سوئے تو باشد ہمہ صاحب نظراں را

کعبے میں ہے خلوت تو ہے بُتخانے میں جلوت
ہر سو نظر آتا ہے تو صاحب نظراں کو

اربابِ خرد ذوقِ مے عشق چہ دانند
از حالتِ ما نیست خبر بیخبراں را

اربابِ خرد کو نہیں ذوقِ مئے الفت
کیوں حال کی میرے ہو خبر بیخبراں کو

کامے طلبد حافظؔ ازیں چشمۂ حیواں
آئے نتواں خورد نصیبِ دگراں را

حافظؔ کو بہت چشمۂ حیواں کی طلب ہے
ہرگز نہ پئے گا وہ نصیبِ دگراں کو

ساقیا برخیز در دہ جام را
خاک بر سر کن غمِ ایّام را

آؤ ساقی اور بھر دو جام کو
بھاڑ میں ڈالو غمِ ایام کو

ساغرِ مے در کفم نہ تا ز سر
برکشم ایں دلقِ ازرق فام را

ساغرِ مے ہاتھ میں آئے تو میں
پھینک دوں اِس دلقِ ازرق فام کو

گرچہ بدنامی ست نزدِ عاقلاں
مانمی خواہیم ننگ و نام را

بے وقوفی ہی سہی پر عاقلو!
چاہتے ہم ہیں نہ ننگ و نام کو

بادہ در دہ چند ازیں بادِ غرور
خاک بر سر نفسِ نافرجام را

ہے تکبّر کے مرض میں مبتلا
دفن کر دو نفسِ نافرجام کو

دودِ آہِ سینۂ سوزانِ من
سوخت ایں افسردگانِ خام را

آگ سینے کی، مرے دل کی جلن
دے جلا افسردگانِ خام کو

محرمِ رازِ دلِ شیدائے من
کس نمی بینم ز خاص و عام را

بات یہ سچّی ہے میرے رازِ دل
میں نہ جانوں خاص کو نے عام کو

با دل آرامے مرا خاطر خوش ست
کز دلم یکبارہ برد آرام را

دل لگا ہے ایسے دل آرام سے
لوٹ کر جو لے گیا آرام کو

ننگرد دیگر بسرو اندر چمن
ہر کہ دید آں سروِ سیم اندام را

پھر نظر ڈالی نہ سروِ باغ پر
دیکھ کر اُس سروِ سیم اندام کو

از سرِ دنیا گذشتی غم مخور — اے زمانے کے مسافر غم نہ کر
خوش بخور ہم خوش مدارا ایّام را — جھیل ہنس کے گردشِ ایّام کو

صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب — صبر کر حافظ' بہ سختی روز و شب
عاقبت روزے بیابی کام را — سہل کرتا صبر ہے ہر کام کو

صوفی بیا کہ آئینہ صاف ست جام را
تا بنگری صفائے مئے لعل فام را

صوفی ! لے آ کے ہاتھ میں اک صاف جام کو
دیکھ اس میں پھر صفائے مئے لعل فام کو

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
کیں حال نیست صوفیِ عالی مقام را

رازِ درونِ پردہ تو رندوں کے پاس ہے
کیا علم اس کا صوفیِ عالی مقام کو

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں
کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

عنقا شکار ہو نہیں سکتا ہے جال اُٹھا !
ملتا نہیں ہوا کے سوا کچھ بھی دام کو

من آں زمان طمع ببریدم ز عافیت
کایں دل نہاد در کفِ عشقت زمام را

بیٹھے ہیں تھامے اپنے دلِ کج روش کو ہم
پکڑا ہے جب سے عشق نے اس کی زمام کو

ما را بر آستانِ تو بس حقِ خدمت ست
اے خواجہ باز بیں بہ ترحّم غلام را

در پر ترے ہزار ہیں خدمت کے حق مرے
اے خواجہ ! ہاتھ کھول کے دے اِس غلام کو

در عیشِ نقد کوش کہ چوں آبخور نماند
آدم بہشت روضۂ دار السلام را

کھا پی کے عیش کر، کہ نہ ہو آب و دانہ جب
آدم بھی چھوڑ بیٹھے ہے جنّت مقام کو

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو
یعنی طمع مدار وصالِ دوام را

دو ایک گھونٹ پی کے نکل بزمِ یار سے
پایا کسی نے یاں پہ نہ وصلِ دوام کو

اے دل شباب رفت و نچیدی گلے ز عمر
پیرانہ سر مکن ہنرے ننگ و نام را

عہدِ شباب میں نہ ملا کچھ بھی مجھے اگر
پیری میں کیوں رکھوں ہوسِ ننگ و نام کو

حافظ مریدِ جامِ جم ست اے صبا برو
وز بندہ بندگی برساں شیخِ جام را

حافظ مریدِ ساغرِ جمشید ہے صبا
جا کر مرا سلام دے اُس شیخِ جام کو

صلاح کار کجا و من خراب کجا
ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

صلاح کار کہاں، عاشقِ خراب کہاں
مقامِ ضعف کہاں، منزلِ شباب کہاں

چہ نسبت ست برندی صلاح و تقویٰ را
سماعِ وعظ کجا، نغمۂ رباب کجا

صلاح و تقویٰ سے رندی کو کونسی نسبت
سماعِ وعظ کہاں، نغمۂ رباب کہاں

دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوس
کجاست دیرِ مغان و شرابِ ناب کجا

نہ چاہے خانقہ دل اور نہ دلقِ مکاری
کدھر ہے دیرِ مغاں، ہے شرابِ ناب کہاں

بشد زیاد خوشش یادِ روزگارِ وصال
خوں آں کرشمہ کجا رفت و آں عتاب کجا

نہ روزِ وصل میسّر، نہ چھیڑ چھاڑ کی شب
کدھر ہے تیری عنایت، ترا عتاب کہاں

ز روئے دوست دلِ دشمناں چہ دریابد
چراغِ مردہ کجا، شمعِ آفتاب کجا

نہ روئے یار سے روشن ہوا دلِ دشمن
چراغِ مردہ کہاں، شمعِ آفتاب کہاں

ببیں بہ سیبِ زنخداں کہ چاہ در راہ ست
کجا ہمی رَوی اے دل بدیں شتاب کجا

سنبھل کہ چاہِ زنخداں ہے راہ میں تیری
ٹھہر دلِ حزیں، جاتا ہے پُر شتاب کہاں

چو کحلِ بینشِ ما خاکِ آستانِ شماست
کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا

بنی ہے خاکِ درِ یار آنکھ کا سرمہ
میں جاؤں چھوڑ کے یہ درگہ و جناب کہاں

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دوست
قرار چیست، صبوری کدام و خواب کجا

نہ پوچھ تو دلِ حافظ کا حال اے ہمدم
قرار کیسا، صبوری کدھر ہے، خواب کہاں

صبا بہ لطف بگو آں غزالِ رعنا را
کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادہٗ مارا

صبا تُو جا کے بتا اُس غزالِ رعنا کو
کہ پھرتا چھانتا عاشق ہے خاکِ صحرا کو

بشکر آنکہ توئی بادشاہِ کشورِ حسن
بیاد آر غریبانِ دشت و صحرا را

اے شاہِ کشورِ خوبی، اے ملکۂ خوباں
نہ بھُول اپنے غریبانِ دشت و صحرا کو

شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا
تفقدے نکند طوطیِ شکر خارا

شکر فروش تجھے پُر شکر لبوں کی قسم
چکھا ذرا سی شکر طوطیِ شکر خا کو

غرورِ حسن اجازت اگر نداد اے گل
کہ پرسشے نکنی عندلیبِ شیدا را

غرورِ حسن روا ہے تجھے مگر اے گل
کبھی تو پوچھ لے اس عندلیبِ شیدا کو

بحسنِ خلق تواں کرد صیدِ اہلِ نظر
بدام و دانہ نگیرند مرغِ دانا را

نگاہِ ناز سے ہوتا ہے صیدِ اہلِ نظر
بدام و دانہ پکڑیئے نہ مرغِ دانا کو

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفانِ بادپیما را

تو بزمِ غیر میں کرتا ہے بادہ پیمائی
نہ بھول اپنے حریفانِ بادپیما کو

ندانم از چہ سبب رنگِ آشنائی نیست
سہی قدانِ سیہ چشم و ماہ سیما را

خدایا کیوں نہ دیا رنگِ آشنائی بھی
سہی قدانِ سیہ چشم و ماہ سیما کو

جز ایں قدر نتواں گفت در جمالِ تو عیب
کہ خالِ مہر و وفا نیست روئے زیبا را

نہ رہتا عیب ذرا سا بھی حسن میں ملتا
جو خالِ مہر و وفا تیرے روئے زیبا کو

در آسماں چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ
سماعِ زہرہ برقص آورد مسیحا را

کلامِ حافظِ شیراز عرش میں سن کر
سماعِ زہرہ کرے وجد میں مسیحا کو

ہنگامِ نو بہارِ گُل از بوستاں جدا
یارب مباد و ہیچ کس از دوستاں جدا

گُل سے بہار میں نہ کرو گلستاں جُدا
ہوتے ہیں دوستوں سے کبھی دوستاں جُدا

بلبل بنالہ در چمن آمد بہ صبح دم
از وصلِ گُل ہمی شدہ اندر خزاں جُدا

ہے کیسا شور نالۂ بلبل سے باغ میں
کیا پھول سے ہوا ہے یہ اندر خزاں جُدا

دُنیاست باغِ کہنہ و انساں چو نو گلند
ہر یک نے شاخ عمر کند باغباں جُدا

دُنیا ہے لُوٹتا ملک الموت اسطرح
کرتا ہے جیسے شاخ سے گل باغباں جُدا

افسوس کیں حیاتِ جہاں رائیگاں گذشت
افسوس دیگر آں کہ شود تن زجاں جدا

اک زندگی ملی تھی سو وہ رائیگاں ہوئی
افسوس یہ نہیں کہ ہوئی تن سے جاں جدا

بسیار خفتہ اند دریں خاک سیم تن
شاہان و نو عروس بسے از جہاں جدا

ہیں کیسی کیسی خاک حسینانِ سیم تن
دارا و جم سے ہوتا ہے کیسے جہاں جُدا

ہشدار و پائے بر سرِ ایں مردگاں منہ
تنہا بخاک خفتہ و از خاناں جدا

مُردوں کے سر پہ پاؤں جو رکھے تو سوچیے
سوتے ہیں یہ اکیلے، ہے ان سے مکاں جدا

ترکِ ہوا و حرص بکن حافظا کنوں
بہر وصالِ دوست شو از ایں و آں جدا

حرص و ہوس کو چھوڑیے حافظ کہ قربِ حق
ملتا نہیں، بغیر کئے ایں و آں جُدا

آفتاب از روئے او شد در حجاب
سایہ را باشد حجاب از آفتاب

یوں ہوا مہ رُخ سے مہر اندر حجاب
سایہ ہو جس طرح پیشِ آفتاب

دستِ ماہ و مہر بر بندد بجسن
ماہِ بے مہرم چو بر بندد نقاب

دست بستہ ہو گئے ہیں ماہ و مہر
جب مہِ بے مہر نے کھولی نقاب

از خیالم باز نشناسد کسے
گر در آغوشش بہ بینم شب بخواب

محو ایسا ہوں کہ بن جاؤں خیال
گر اُسے آغوش میں لوں میں بخواب

شاہداں مستور و مستاں بے شکیب
خانقاہ معمور و درویشاں خراب

شاہداں مستور و مستاں بے شکیب
خانقہ معمور و درویشاں خراب

خونِ دل در جام دیدم از سرشک
آبرو بر باد دادم از شراب

خونِ دل سے قرمزی بنتی ہے مے
آبرو برباد کرتی ہے شراب

از برائے بادہ می باید زدن
محتسب را حدِّ بے حدّ و حساب

وہ کرے تحریم بادہ کی اگر
مار کوڑے محتسب کو بے حساب

سوزِ مستاں گر بداند محتسب
در دم از مے شاں زند بر آتش آب

سوزِ مستاں جان لے گر محتسب
چھڑکے، بادہ لے کے وہ آتش پہ آب

ہر کرا از دیدہ شد بارانِ اشک
زیرِ دامن باد دارد چوں سحاب

چشمِ عاشق میں نہاں ہیں اشک یوں
جیسے بارش ہو چھپی اندر سحاب

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن
ترکِ ترکمانِ خطا نبود صواب

سُنیے حافظ بات واعظ کی نہ کچھ
ترکِ معشوقاں نہیں کارِ صواب

زباغِ وصلِ تو باید ریاضِ رضواں آب
زتابِ ہجرِ تو دارد شرارِ دوزخ تاب

ریاضِ خلد کو ملتا ہے باغِ وصل سے آب
رکھے ہے آتشِ ہجراں شرارِ دوزخ تاب

چو چشمِ من ہمہ شب جوئبارِ باغِ بہشت
خیالِ نرگسِ مستِ تو بیند اندر خواب

ہو میری آنکھ کی صورت جو چشمۂ جنّت
نظر میں اُسکی بسے چشمِ مست اندر خواب

بہ حسنِ عارض و قدِ تو بردہ اند پناہ
بہشت طوبیٰ و طوبیٰ لہم و حسن مآب

کرے مقابلہ اُس سروِ سیم تن کا نہ وہ
ہو چاہے کتنا بھی طوبیٰ حسین و حسن مآب

بہار شرحِ جمالِ تو دادہ در ہر فصل
بہشت ذکرِ جمیلِ تو کردہ در ہر باب

ہر ایک فصلِ بہاراں میں شرحِ حسن تری
کرے ہے ذکرِ حسیں تیرا ہر بہشت کا باب

لب و دہانِ ترا اے بسا حقوقِ نمک
کہ ہست بر جگرِ ریش و سینہ ہائے کباب

لب و دہانِ حسیں کے ترے حقوقِ نمک
بہت ہیں بر جگرِ ریش و سینہ ہائے کباب

بسوخت ایں دلِ ما و بکامِ دل نرسید
بکام اگر برسیدے نریختے خونناب

مُراد دل کو مرے یار سے جو مِل جاتی
بہاتا شوق و ہوس میں نہ اتنا وہ خونناب

گماں مبر کہ بدورِ تو عاشقاں مستند
خبر نداری ز احوالِ زاہدانِ خراب

نہ کر شکایتِ عشّاقِ مست، کیا تو نے
سنا ابھی نہیں احوالِ زاہدانِ خراب

مرا بدورِ لبت شد یقیں کہ جوہرِ لعل
پدید می شود از افتابِ عالمتاب

لبوں کو دیکھ کے تیرے پتہ چلا، کیسے
بناتا لعل ہے اک آفتابِ عالمتاب

مہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذرد حافظ
بکوش و حاصلِ عمرِ عزیز را دریاب

گزار وقت نہ بیکار بیٹھ کر حافظ
اُٹھ اور حاصلِ عمرِ عزیز کر دریاب

صبحِ دولت مید مد کو جامِ ہمچوں آفتاب
فرصتے زیں بہ کجا باشد بدہ جامِ شراب

صبحِ دولت میں کہاں ہے جام، مثلِ آفتاب
بہتریں فرصت ہے، ساقی دے مجھے جامِ شراب

خانہ بے تشویش و ساقی یار و مُطرب بذلہ گو
موسمِ عیش ست و دورِ ساغر و عہدِ شباب

خانہ بے تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو
موسمِ آرام و دورِ ساغر و عہدِ شباب

شاہد و ساقی بدست افشان و مُطرب پاکوب
غمزہ ساقی ز چشمِ مے پرستاں بردہ خواب

ساقی و معشوق محوِ ناز، مطرب رقص میں
چشمِ رنداں سے اڑایا غمزۂ ساقی نے خواب

خلوتِ خاص ست و جائے امن و نزہت گاہِ انس
ایں کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

خلوتِ محبوب و جائے امن و نزہت گاہِ اُنس
جو نظر آتا ہے یارب، یہ حقیقت ہے کہ خواب

از خیالِ لطفِ مے مشاطۂ چالاک طبع
در ضمیرِ برگِ گُل خوش میکند پنہاں گلاب

دیکھ کر گلفام مئے مشاطۂ چالاک خُو
بھر رہی ہے عارضِ محبوب میں رنگِ گلاب

از پئے تفریحِ طبع و زیورِ حسن و طرب
خوش بود ترکیبِ زریں جام بالعلِ مذاب

دل نوازی کے لیے، حسن و طرب کے واسطے
خوب ہے ترکیبِ زریں جام بالعلِ مذاب

جائے امن و یار ساقی و حریفاں یکجہت
کردہ چشمِ مستِ ساقی مے پرستاں را خراب

محفلِ عیش و طرب میں دیکھ لے ساقی! تری
مست آنکھوں نے کیا ہے مے پرستوں کو خراب

تا شد آں مہ مشتری دُرہائے حافظ را بگوش
می رسد ہر دم بگوشِ زہرہ گلبانگِ رباب

جب سے ہیں حافظ کے دُر مہ مُشتری کے کان میں
پڑ رہی ہے گوش میں زہرہ کے گلبانگِ رباب

آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست
چشمِ میگون، لبِ خنداں، دلِ خرّم با اوست

وہ ملاحت کہ ہے شیرینیِ عالم اُس پاس
چشم مے گوں، لبِ خنداں، دلِ خرّم اُس پاس

گرچہ شیریں دہناں پادشہانند ولے
آں سلیمان زمان ست کہ خاتم با اوست

یُوں تو ہیں شیریں دہن بادشہِ حُسن بہت
وہ سلیمانِ زماں ہے کہ ہے خاتم اُس پاس

روئے خوبست و کمالِ ہنر و دامنِ پاک
لاجرم ہمّتِ پاکانِ دو عالم با اوست

رُوئے زیبا و کمالِ ہنر و دامنِ پاک
ہے دعائے دلِ پاکانِ دو عالم اُس پاس

خالِ مشکیں کہ بر آں عارضِ گندم گونست
سِرِّ آں دانہ کہ شد رہزنِ آدم با اوست

خالِ مشکین جو ہے عارضِ گندم گوں پر
رازِ دانہ ہے، جو تھا رہزنِ آدم، اُس پاس

دلبرم عزمِ سفر کرد خدا را یاراں
چہ کنم با دلِ مجروح کہ مرہم با اوست

کرلیا عزمِ سفر یار نے، سوچو یارو!
دل ہے مجروح مرا اور ہے مرہم اُس پاس

با کہ ایں نکتہ تواں گفت کہ آں سنگیں دل
کُشت مارا و دمِ عیسیٰ مریم با اوست

کیا قیامت ہے خدایا کہ مجھے قتل کیا،
اور ہے موجود دمِ عیسیِٰ مریم اُس پاس

حافظ از معتقدانست گرامی دارش
زانکہ بخشایشِ بس روحِ مکرّم با اوست

ترے سب معتقدوں میں ہے معزز حافظؔ
کہ ہے بخشایشِ بس روحِ مکرّم اُس پاس

آں پیکِ نامور کہ رسید از دیارِ دوست
آورد حرزِ جاں ز خطِ مشکبارِ دوست

لایا جو ناز سے ہے سفیرِ دیارِ دوست
تعویذ شوق ہے کہ خطِ مشکبارِ دوست

خوش می دہد نشانِ جلال و جمالِ یار
خوش می کند حکایتِ عزّ و وقارِ دوست

اچھا دیا نشانِ جلال و جمالِ یار
خوش کر گئی حکایتِ عزّ و وقارِ دوست

جاں دادمش بمژدہ و خجلت ہمی برم
زیں نقدِ کم عیار کہ کردم نثارِ دوست

جاں دے کے شرمسار ہوں اے پیکِ خوش خبر
کیا ہیچ شے تھی میں نے جو کی ہے نثارِ دوست

سیرِ سپہر و دورِ قمر را چہ اختیار
در گردش اند بر حسبِ اختیارِ دوست

سیرِ سپہر و گردشِ مہ سب مزاجِ یار
یہ گردشِ مدام ہے سب اختیارِ دوست

شکرِ خدا کہ از مددِ بختِ کارساز
بر حسبِ مدّعاست ہمہ کاروبارِ دوست

شکرِ خدا کہ طالعِ روشن کے فیض سے
حسبِ توقعات ہیں سب کاروبارِ دوست

گر بادِ فتنہ ہر دو جہاں را بہم زند
ما و چراغِ چشم و رہِ انتظارِ دوست

دونوں جہاں رہیں نہ رہیں ساتھ پر رہیں
میرا چراغِ چشم و رہِ انتظارِ دوست

کحل الجواہرے بمن آر اے نسیمِ صبح
زاں خاکِ نیک بخت کہ شد رہگذارِ دوست

اس کو بناؤں آنکھ کا سرمہ نسیمِ صبح
دیوے جو خاکِ پاک تجھے رہگزارِ دوست

ماییم و آستانۂ عشق و سرِ نیاز
تا خوابِ خوش کرا برد اندر کنارِ دوست

ہم اور تمہارے در پہ ہمارا سرِ نیاز
دیکھیں یہ خوابِ خوش کسے بخشے کنارِ دوست

دشمن بقصدِ حافظ اگر دم زند چہ باک
منّت خدائے را کہ نیم شرمسارِ دوست

دشمن اگر ہے در پئے جاں کوئی غم نہیں
حافظ خدا کا شکر نہیں شرمسارِ دوست

اگرچہ بادہ فرح بخش و بادِ گُل بیز ست
بہ بانگِ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز ست

اگرچہ بادہ فرح بخش ہے، ہوا گل بیز
بہ بانگِ چنگ نہ پینا کہ محتسب ہے تیز

صراحیے و حریفے گرت بدست افتد
بعقل کوش کہ ایّام فتنہ انگیز ست

اگر صراحی و شاہد تمھیں بہم ہو جائیں
نہ بھولنا کہ زمانہ بہت ہے فتنہ خیز

در آستینِ مرقّع پیالہ پنہاں کن
کہ ہمچو چشمِ صراحی زمانہ خونریز ست

چھپاؤ ساغرِ مے آستینِ خرقہ میں
کہ مثلِ چشمِ صراحی زمانہ ہے خونریز

زرنگِ بادہ بشوئید خرقہ ہا از اشک
کہ موسمِ ورع و روزگارِ پرہیز ست

ہے رنگِ بادہ جو خرقے پہ، اشک سے دھولو
کہ دَورِ زہد ہے، آیا ہے موسمِ پرہیز

مجوی عیشِ خوش از دورِ واژگونِ سپہر
کہ صافِ ایں سرِ خُم جملہ دُردی آمیز ست

نہ دے گا عیش و طرب دَورِ واژگونِ فلک
کہ صاف مے سرِ خُم بھی ہے جملہ دُرد آمیز

سپہرِ برشدہ پرویزنیست خوں افشاں
کہ قطرہ اش سرِ کسریٰ و تاجِ پرویز ست

ہے آسماں کی غربال خوں فشاں ایسی
ہے قطرہ قطرہ سرِ کسریٰ، افسرِ پرویز

ہر آنچہ میرسد از نورِ فیضِ سبحانی
نصیبۂ دلِ شخصے کہ شب سحر خیز ست

بہ نورِ فضلِ الٰہی، بہ فیضِ سبحانی
ہے روشنیِ دلِ بندگاں سحر آمیز

عراق و پارس گرفتی بشعرِ خود حافظ
بیا کہ نوبتِ بغداد و وقتِ تبریز ست

ہے دھوم آپکی حافظ عراق و پارس میں
سو اب ہے نوبتِ بغداد و موقعِ تبریز

اے نسیم سحر آرامگہ یار کجاست
منزلِ آں مہِ عاشق کُش عیار کجاست

اے نسیم سحر آرامگہِ یار کہاں
منزلِ مہ وشِ عاشق کُشِ عیار کہاں

شبِ تار است و رہِ وادیِ ایمن در پیش
آتشِ طور کجا وعدۂ دیدار کجاست

رات تاریک ہے اور وادیِ ایمن درپیش
آتشِ طور کہاں، وعدۂ دیدار کہاں

ہر کہ آمد بجہاں نقشِ خرابی دارد
در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست

اس خرابات میں جو آئے خرابی لائے
میکدے میں یہ نہ پوچھو کہ ہے ہشیار کہاں

آنکس است اہلِ بشارت کہ اشارت داند
نکتہ ہاست بسے محرمِ اسرار کجاست

ہے وہی اہلِ بشارت جو اشارہ سمجھے
یوں تو نکتے ہیں بہت، محرمِ اسرار کہاں

ہر سرِ موئے مرا با تو ہزاراں کار است
ما کجائیم و نصیحت گرِ بیکار کجاست

رونگٹا رونگٹا باندھے ہے مری بندشِ عشق
جانے یہ بات نصیحت گرِ بیکار کہاں

عاشقِ خستہ ز دردِ غمِ ہجرِ تو بسوخت
خود نپرسی تو کہ آں عاشقِ غمخوار کجاست

سوختہ عاشقِ خستہ ہوا فرقت میں تری
تو نے پوچھا بھی نہیں، ہے میرا غمخوار کہاں

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولے
عیش بے دوست میسر نشود یار کجاست

بادہ و مطرب و گل سب ہیں مہیا لیکن
چین دل کو نہیں حاصل ہے کہ ہے یار کہاں؟

عقل دیوانہ شد آں سلسلۂ مشکیں کو
دل ز ما گوشہ گرفت ابروئے دلدار کجاست

عقل دیوانی ہوئی، باندھوا سے گیسو سے
دل گیا ہاتھ سے ہے ابروئے دلدار کہاں

دلم از صومعهٔ و صحبتِ شیخ ست ملول	واعظ و شیخ کی صحبت میں لگے دل نہ مرا
یارِ ترسا بچہ کو خانۂ خمار کجاست	کیا ہوا مُغ بچہ، ہے خانۂ خمار کہاں
باز پرسید ز گیسوئے شکن پر شکنش	حلقہ در حلقہ ترے گیسوے پوچھے کوئی
کیں دلِ غمزدہ اش گشتہ گرفتار کجاست	ہے دلِ غمزدہ، زلفوں کا گرفتار کہاں
حافظ از بادِ خزاں در چمنِ دہر مرنج	چمنِ دہر میں حافظ نہ خزاں کا غم کر
فکرِ معقول بفرما گُلِ بے خار کجاست	فکرِ معقول ہے لازم گُلِ بے خار کہاں

امروز شاہِ انجمنِ دلبراں یکیست
دلبر اگر ہزار بود دلبر آں یکیست

عالم میں بڑھ کے سب سے وہی دلستاں ہے ایک
دلبر تو ہیں ہزار، شہِ دلبراں ہے ایک

من بہرِ آں یکے دل و دیں دادہ ام بباد
عیبم مکن کہ حاصلِ ہر دو جہاں یکیست

قربان اُس پہ کر دیے سب جان و دین و دل
یہ جان کر وہ حاصلِ ہر دو جہاں ہے ایک

سودائیانِ عالمِ پندار را بگوئ
سرمایہ گم کنید کہ سود و زیاں یکیست

سودائیانِ عالمِ پندار سے کہو
سرمایہ گم کرو، غمِ سود و زیاں ہے ایک

خلقے زباں بدعوئے عشقش کشادہ اند
اے من غلامِ آنکہ دلش با زباں یکیست

دعوے تو سب زبان سے کرتے ہیں عشق کے
میں ہوں کہ میرا گفتۂ قلب و زباں ہے ایک

حافظ بر آستانۂ دولت نہادہ سر
دولت در آں سرست کہ با آستاں یکیست

حافظ رکھ آستانۂ دولت پہ اپنا سر
دولت یہ ہے کہ روح سرِ آستاں ہے ایک

بیا کہ قصرِ امل سخت سُست بنیاد ست
بیار بادہ کہ بنیادِ عمر بر باد ست

ضعیف قصرِ تمنّا کی ہے بہت بنیاد
پلاؤ بادہ کہ بنیادِ عمر ہے برباد

غلامِ ہمّتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبود
ز ہر چہ رنگِ تعلق پذیرد آزاد ست

غلامِ رحمتِ سبحاں بنو کہ گر بندہ
اسیرِ بندِ تعلق بنے تو ہے آزاد

نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر
کہ ایں حدیث ز پیرِ طریقتم یاد ست

ہے تم کو گوشِ نصیحت تو بات میری سنو
کہ پندِ پیرِ طریقت مجھے ہے اب تک یاد

مجو درستیِ عہد از جہانِ سُست نہاد
کہ ایں عجوزہ عروسِ ہزار داماد ست

نہ ڈھونڈو نیک نہادی جہانِ باطل میں
کہ اس عجوزہ کے شوہر ہزار ہیں برباد

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب
سروشِ عالمِ غیبم چہ مژدہ ہا داد ست

خراب و مست مجھے میکدے میں دیکھ کے کل
سروشِ غیب نے یہ کہہ کے کر دیا دل شاد

کہ اے بلند نظر شاہبازِ سدرہ نشیں
نشیمنِ تو نہ ایں کنجِ محنت آباد ست

کہ اے بلند نظر شاہبازِ سدرہ نشیں
نہیں ہے گوشۂ راحت ترا محن آباد

ترا ز کنگرۂ عرش میزنند صفیر
ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد ست

تجھے تو کنگرۂ عرش دیتے ہیں آواز
بھلا عزیز تجھے کیوں ہے دامِ پُر افتاد

غمِ جہاں مخور و پندِ من مبر از یاد
کہ ایں لطیفۂ نغزم ز رہروے یاد ست

غمِ جہاں نہ کرو، بات کچھ سنو میری
کہ ایک صوفی کی باتیں ہیں خوب مجھ کو یاد

رضا بداده بده وز جبیں گره بکشائی
که بر من و تو درِ اختیار نگشادست

رضائے رب پہ ہو راضی، شکن جبیں پہ نہ ڈال
نہ ہوگا ہم پہ کبھی بابِ اختیار کشاد

نشانِ مہر و وفا نیست در تبسمِ گل
بنال بلبلِ مسکیں کہ جائے فریادست

نہیں تبسمِ گل میں کوئی نشانِ وفا
بجا ہے بلبلِ مسکیں اگر کرے فریاد

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ
قبولِ خاطر و لطفِ سخن خدادادست

یہ سست نظم، حسد کیوں کرے ہیں حافظ سے
کہ شہرت اور یہ لطفِ سخن، خدا کی ہے داد

بنال بلبل اگر بامنت سرِ یاریست
کہ ما دو عاشقِ زاریم و کارِ ما زاریست

کر ایک شور تو بلبل جو ہم سے ہے یاری
کہ ہم ہیں عاشقِ زار، اپنا کام ہے زاری

دراں چمن کہ نسیمے وزد ز طرّۂ دوست
چہ جائے دم زدنِ نافہائے تاتاریست

نسیم زلف اگر گلستاں کو مہکا دے
تو کیا مجال رکھیں، نافہ ہائے تاتاری

بیار بادہ کہ رنگیں کنیم جامۂ دلق
کہ مستِ جامِ غروریم و نام ہشیاریست

شراب لا کہ کریں سُرخ اپنا جامۂ دلق
کہ نشّہ اپنا تکبّر ہے نام ہشیاری

نہ بستہ اند درِ توبہ حالیا برخیز
کہ توبہ وقتِ گُل از عاشقی زبیکاریست

نہیں ہے توبہ کا دربند، عاشقِ خورسند
بھری بہار میں توبہ نہیں ہے ہشیاری

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم
زہے مراتبِ خوابے کہ بہ ز بیداریست

کرشمہ وصل کا گر خواب میں نظر آئے
کھُلے نہ آنکھ کبھی، ہو کبھی نہ بیداری

خیالِ زُلفِ تو پختن نہ کارِ خامان ست
کہ زیرِ سلسلہ رفتن طریقِ عیّاریست

نہ خام کاروں کے بس کی ہے بندشِ کاکل
ہے دامِ زلف میں آنا طریقِ عیّاری

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق از و خیزد
کہ نامِ آں نہ لبِ لعل و خطِّ زنگاریست

لطیفہ اور ہے ہوتا ہے جس سے پیدا عشق
نہ نامِ لعلِ لب اس کا، نہ خطِّ زنگاری

جمالِ شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال
ہزار نکتہ دریں کار و بارِ دلداریست

یہ صرف زلف کی، عارض کی لب کی بات نہیں
چلے ہزار طرح کاروبارِ دلداری

باآستانِ تو مشکل تواں رسید آرے	لگانا سر ترے در پر ہر اک کا کام نہیں
عروج بر فلکِ سروری بدشوار یست	کہ ملتی سروری سر کو ہے یہ بہ دشواری
روندگانِ طریقت بہ نیم جو نخرند	قبائے اطلسِ زرین بے ہنر کی کوئی
قبائے اطلسِ آنکس کہ از ہنر عاریست	کرے نہ مردِ طریقت کبھی خریداری
دلش بہ نالہ میازرد وختم کن حافظ	فغاں سے کر نہ تو آزردہ دل کو اے حافظ
کہ رستگاریِ جاوید در کم آزاریست	ہے رستگاریِ دائم دروں کم آزاری

برو بکارِ خود اے واعظ اینچہ فریاد ست
مرا فتادہ دل از کف ترا چہ افتاد ست

لگ اپنی راہ تو واعظ کرے ہے کیوں فریاد
ہے دل فتادہ مرا، تجھ پہ کیا پڑی اُفتاد

بکام تا نرساند مرا لبش چوں نائے
نصیحتِ ہمہ عالم بگوشِ من باد ست

ملیں نہ نَے کی طرح جب تلک لبوں سے وہ لب
جہان بھر کی نصیحت ہے بادِ بے بنیاد

میانِ او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ
دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشاد ست

وہ تیری پتلی کمر جو کہ ہے نہیں بھی ہے
دقیقہ ہے کہ جو ہوتا نہیں کسی سے کشاد

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی ست
اسیرِ بندِ تو از ہر دو عالم آزاد ست

فقیرِ کوچہ ترا بے نیازِ خُلدِ بریں
اسیرِ بند ترا دو جہاں میں ہے آزاد

اگرچہ مستیٔ عشقم خراب کرد ولے
اساسِ ہستیٔ من زیں خراب آباد ست

اگرچہ مستیِ الفت خراب کرتی ہے
اِسی خرابی سے ہوتے ہیں جان و دل آباد

دلا منال ز بیدادِ جورِ یار کہ یار
ترا نصیب ہمیں کردہ است و ایں داد ست

نہیں شکایتِ جور و عتاب کر اے دل
نصیب میں ترے لکھی ہے یار کی بیداد

فریبِ عشوۂ حسن از جہانِ پیر مخور
کہ ہر کہ کرد بوئے اختلاط ناشاد ست

فریبِ عشوۂ حسنِ جہانِ پیر نہ کھا
کہ اس سے جس نے کیا اختلاط، ہے ناشاد

برو ملامتِ دُردی کشاں مکن ناصح
کہ رزق و قسمتِ رزاقِ ما ہمیں داد ست

نہ کر ملامتِ دُردی کشاں تو اے ناصح!
یہی ہے رزق ہمارا، یہی خدا کی داد

برو فسانہ مخوان و فسوں مدم حافظ
کزیں فسانہ و افسوں مرا بسے یاد ست

نہ کر فسون و فسانہ کی بات اے حافظ
کہ ہیں فسانہ و افسوں ہزار مجھ کو یاد

بے مہرِ رخت روزِ مرا نور نماندہ است
وز عمرِ مرا جز شبِ دیجور نماندہ است

بے چہرہ ترے دن میں مرے نور نہیں ہے
اور عمر مری جز شبِ دیجور نہیں ہے

ہنگامِ وداعِ تو ز بس گریہ کہ کردم
دور از رخِ تو چشمِ مرا نور نماندہ است

میں تجھ سے بچھڑتے ہوئے رویا ہوں کچھ اتنا
آنکھوں میں مری تو جو نہیں، نور نہیں ہے

من بعد چہ سود ار قدمے رنجہ کند دوست
کز جاں رمقے در تنِ رنجور نماندہ است

اب کیسے کریں ہم دمِ عیسیٰ کی تمنا
جینے کے جو قابل تنِ رنجور نہیں ہے

میرفت خیالِ تو ز چشمِ من و میگفت
ہیہات ازیں گوشہ کہ معمور نماندہ است

چھوڑ آنکھ ترا دھیان گیا مجھ سے یہ کہہ کر
صد حیف، وہ گوشہ کہ جو معمور نہیں ہے

نزدیک شد آں دم کہ رقیباں بتو گویند
دور از درت آں خستۂ رنجور نماندہ است

آ پہنچا ہے وہ وقت، کہیں غیر یہ تجھ سے
در سے ترے کچھ دور یہ رنجور نہیں ہے

از تلخیِ ہجرانِ تو زیں گردشِ بے مہر
سوزم من ازیں غصہ کہ مستور نماندہ است

ہے تلخیِ ہجراں، اثرِ گردشِ بے مہر
جلتا ہوں کہ یہ راز بھی مستور نہیں ہے

وصلِ تو اجل را ز سرم دور ہمی داشت
از دولتِ ہجرِ تو کنوں دور نماندہ است

پیکانِ اجل دور رہا قرب سے تیرے
جب سے تو ہوا دور، یہ کچھ دور نہیں ہے

صبر است مرا چارہ ز ہجرانِ تو لیکن
چوں صبر تواں کرد کہ مقدور نماندہ است

ہے صبر ہی اِک چارہ ترے ہجر کا لیکن
کیا صبر کروں جبکہ یہ مقدور نہیں ہے

در ہجرِ تو گر چشمِ مرا آب نمانده است   پانی رہا رونے کو نہ گر آنکھ میں میری
گو خونِ جگر ریز کہ معذور نمانده است   جب تک ہے لہو دل میں وہ معذور نہیں ہے

حافظ ز غم از گریہ نپرداخت بخنده   روتا ہے مرا دل جو غمِ عشق میں حافظؔ
ماتم زده را داعیۂ سُور نمانده است   دم بھر کی خوشی بھی اِسے مقدور نہیں ہے

جز آستانِ توام در جہاں پناہے نیست
سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

تمہارے در کے سوا اور کوئی پناہ نہیں
سوائے اس کے کوئی بھی حوالہ گاہ نہیں

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم
کہ تیرِ ما بجز از نالۂ و آہے نیست

عدو جو عاشقِ خستہ پہ کھینچے تیغ، کہو
کہ تیر اس کے تئیں جز فغان و آہ نہیں

چرا ز کوئے خرابات روی برتابم
کزیں بہم بجہاں ہیچ رسم و راہے نیست

مُنہ اپنا کوئے خرابات سے میں کیوں پھیروں
کہ یاں سے بیش کہیں میری رسم و راہ نہیں

زمانہ گر بزند آتشم بخرمنِ عمر
بگو بسوز کہ بر من ببرگِ کاہے نیست

زمانہ گر تو جلاتا ہے میرے خرمن کو
جلا کہ اس میں تو کچھ بھی سوائے کاہ نہیں

غلامِ نرگسِ جمّاش آں سہی سروم
کہ از شرابِ غرورش بکس نگاہے نیست

غلامِ شوخیِ چشمِ سہی قداں ہوں میں
ملاتے اپنی کسی سے جو وہ نگاہ نہیں

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

جو چاہے کیجیے، دل کو دُکھایئے نہ مگر
کہ کوئی دنیا میں اس سے بڑا گناہ نہیں

عناں کشیدہ رَو اے بادشاہِ کشورِ حسن
کہ نیست بر سرِ راہے کہ دادخواہے نیست

دیارِ حسن کی ملکہ! نہ ایسے ناز سے چل
کہ راہ کوئی نہیں جس میں دادخواہ نہیں

عقابِ جور کشادہ است بال در ہمہ شہر
کمانِ گوشہ نشینی و تیرِ آہے نیست

عقابِ جور نے کھولے ہیں بال و پر لیکن
کمانِ گوشہ نشیناں میں تیرِ آہ نہیں

چنیں کہ در ہمہ سو دامِ راہ می بینم ‏ ‏ یہیں راہِ عشق میں سو دام ہر طرف سوجھے
بہ از حمایتِ زلفِ تو ام پناہے نیست ‏ ‏ سوائے حلقۂ گیسو کوئی پناہ نہیں

خزینۂ دلِ حافظ بزلف و خال مدہ ‏ ‏ خزینۂ دلِ حافظ بزلف و خال نہ دے
کہ کارہائے چنیں حدِّ ہر سیاہے نیست ‏ ‏ کہ اتنے کام کی تو ہر شۓ سیاہ نہیں

حاصلِ کارگہِ کون و مکاں ایں ہمہ نیست
بادہ پیش آر کہ اسبابِ جہاں ایں ہمہ نیست

حاصلِ کارگہِ کون و مکاں کچھ بھی نہیں
پی کے ہو مست کہ اسبابِ جہاں کچھ بھی نہیں

از دل و جاں شرفِ صحبتِ جاناں غرض است
ہمہ آنست وگرنہ دل و جاں ایں ہمہ نیست

ہے دل و جاں سے ہمیں صحبتِ جاناں کی طلب
کہ بدوں وصل، ہمارے دل و جاں کچھ بھی نہیں

منتِ سدرہ و طوبیٰ ز پئے سایہ مکش
کہ چو خوش بنگری اے سروِ رواں ایں ہمہ نیست

سایۂ سدرہ و طوبیٰ نہ ملے تو کیا ہے
ترے آگے یہ شجر، سروِ رواں کچھ بھی نہیں

دولت آنست کہ بیخونِ دل آید بکنار
ورنہ با سعیِ عمل باغِ جناں ایں ہمہ نیست

وہی دولت ہے جو بے خونِ جگر ہاتھ آئے
گر وہ محنت سے ملے، باغِ جناں کچھ بھی نہیں

پنج روزے کہ دریں مرحلہ مہلت داری
خوش بیاسائی زمانے کہ زماں ایں ہمہ نیست

یک زماں گر ملے مہلت تو غنیمت جا تو
کہ کشاکش کے سوا کارِ زماں کچھ بھی نہیں

بر لبِ بحرِ فنا منتظریم اے ساقی
فرصتے داں کہ ز لب تا بدہاں ایں ہمہ نیست

بر لبِ بحرِ فنا بیٹھے ہیں ہم اے ساقی
لے کے مے آ کہ رہا وقت یہاں کچھ بھی نہیں

زاہدا ایمن مشو از بازئ غیرت زنہار
کہ رہِ صومعہ تا دیرِ مغاں ایں ہمہ نیست

زہد و تقویٰ پہ نہ ہو اتنا تو نازاں زاہد!
کہ رہِ صومعہ تا دیرِ مغاں کچھ بھی نہیں

دردمندیِ چو منِ سوختۂ زار و نزار
ظاہراً حاجتِ تقریر و بیاں ایں ہمہ نیست

ایسا بے بس ہے دلِ سوختۂ زار مرا
کہ اسے حاجتِ تقریر و بیاں کچھ بھی نہیں

از تہتک مکن اندیشہ و چوں گل خوش باش — فکرِ رسوائی نہ کر، عیش سے رہ گل کی طرح
زانکہ تمکینِ جہانِ گذراں ایں ہمہ نیست — کہ یہ سب عزّتِ جہانِ گزراں کچھ بھی نہیں

نامِ حافظ رقمِ نیک پذیرفت ولے — نامِ حافظؔ کو ملی ہے رقمِ نیک مگر
پیشِ رنداں رقمِ سود و زیاں ایں ہمہ نیست — پیشِ رنداں رقمِ سود و زیاں کچھ بھی نہیں

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیست
ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

مے کے بغیر بزم ہے کیا، نو بہار کیا
ساقی کہاں ہے اور ہے یہ انتظار کیا

معنیِ آبِ زندگی و روضۂ ارم
جز طرفِ جویبار و مے خوشگوار چیست

معنیٔ آبِ زندگی و روضۂ ارم
جز طرفِ جوئبار و مے خوشگوار کیا

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجامِ کار چیست

تھوڑی بہت خوشی بھی زمانے میں ہے بہت
جز رنج ورنہ عمر کا انجامِ کار کیا

پیوندِ عمر بستہ بموئیست ہوش دار
غمخوارِ خویش باش غمِ روزگار چیست

دامِ زماں سے بچ کے میں اُلجھا ہوں زلف میں
ہے تیرا غم تو مجھ کو غمِ روزگار کیا

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
اے مدعی نزاعِ تو با پردہ دار چیست

رازِ درونِ پردہ تو مستوں سے پوچھیے
ہوش و خرد سے واسطۂ پردہ دار کیا

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند
ما دل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست

درویش و رند اصل میں دونوں ہی ایک ہیں
دل دے کے ان کے پاس رہا اختیار کیا

سہو و خطائے بندہ چو گیرند اعتبار
معنیِ عفو و رحمتِ پروردگار چیست

مکر و فریب دنیا میں ہیں کامیاب جب
معنیٔ عفو و رحمتِ پروردگار کیا

زاہد شرابِ کوثر و حافظ پیالہ خواست
تا در میانہ خواستۂ کردگار چیست

کوثر کا خمر شیخ کو، حافظ کو جامِ مے
دونوں میں ہے پسند تجھے کردگار کیا

دل سراپردۂ محبتِ اوست
دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست

دل ہے آرام گاہِ الفتِ دوست
دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ دوست

منکہ سر در نیاورم بدو کون
گردنم زیرِ بارِ منّت اوست

خسروِ بختیار و دارا شکوہ
سب کے سب زیرِ بارِ منّتِ دوست

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار
فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّتِ اوست

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت ہے
طوبیٰ زاہد کو، ہم کو قامتِ دوست

دورِ مجنوں گذشت و نوبتِ ماست
ہر کسے پنج روزہ نوبتِ اوست

میں بھی اک جانشین قیس کا ہوں
یوں تو ملتی ہے سب کو الفتِ دوست

من کہ باشم درآں حرم کہ صبا
پردہ دارِ حریمِ حرمتِ اوست

میں ہی کیا اس حرم میں، یاں ہے صبا
پردہ دارِ حریمِ حرمتِ دوست

ملکتِ عاشقی و گنجِ طرب
ہر چہ دارم ز یُمنِ ہمتِ اوست

دولتِ عاشقی و گنجِ طرب
جو بھی کچھ ہے، وہ ہے بدولتِ دوست

من و دل گر فنا شویم چہ باک
غرض اندر میاں سلامتِ اوست

میں فنا ہو گیا تو کیا غم ہے
کر خدایا مگر حفاظتِ دوست

بے خیالش مباد منظرِ چشم
زانکہ ایں گوشہ خاص دولتِ اوست

منظرِ چشم اُس بغیر نہیں
ہے یہی کُنجِ خاصِ دولتِ دوست

گر من آلودہ دامنم چہ عجب	عیب دیتا ہے مجھ کو، لیکن ہے
ہمہ عالم گواہِ عصمتِ اوست	سارا عالم گواہِ عصمتِ دوست
ہر گلِ نو کہ شد چمن آرائے	ہر گلِ نو بہار رکھتا ہے
اثرِ رنگ و بوی صحبتِ اوست	اثرِ رنگ و بوئے صحبتِ دوست
فقرِ ظاہر مبیں کہ حافظ را	فقر و غربت میں بھی ہے حافظ کا
سینہ گنجینۂ محبّتِ اوست	سینہ گنجینۂ محبّتِ دوست

دیدی کہ یار جز سرِ جور و ستم نداشت	اُس سنگ دل کا کام سوائے ستم نہیں
بشکست عہدِ ما و ازو ہیچ غم نداشت	وعدے کو توڑنے میں کسی سے بھی کم نہیں
یارب مگیرش ارچہ دلِ چوں کبوترم	زخمی کیا ہے کیسا کبوتر سمجھ کے دل
افگند و کشت و حرمتِ صیدِ حرم نداشت	اُس کو ذرا بھی حرمتِ صیدِ حرم نہیں
برمن جفا ز بختِ بد آمد وگرنہ یار	قسمت میں ہیں ہماری جفائیں وگرنہ وہ
حاشا کہ رسمِ جور و طریقِ ستم نداشت	رکھتا رسومِ جور و طریقِ ستم نہیں
دل ایں ہمہ جفا کہ بخواری کشید از و	رسوا کیا ہے عشق نے کچھ دل کو اسطرح
ہر جا کہ رفت ہیچکسش محترم نداشت	رندوں کی بزم میں بھی وہ کچھ محترم نہیں
ساقی بیارِ بادہ و با مُدّعی بگو	ساقی شراب دے مجھے مت دے رقیب کو
انکارِ ما مکن کہ چنیں جامِ جم نداشت	دیکھ اس کے پاس مجھ سا کوئی جامِ جم نہیں
ہر راہرو کہ رہ بحریمِ درش نبرد	کرتا نہیں طواف جو تیرے حریم کا
مسکیں بُرید وادی و رہ درحرم نداشت	جنگل ہے اس کی راہ میں راہِ حرم نہیں
خوش وقت رندِ مست کہ دُنیا و آخرت	خوش وقت ہے وہ رند جسے دو جہاں میں
برباد داد و ہیچ غم از بیش و کم نداشت	بربادیاں قبول، غمِ بیش و کم نہیں
حافظ بیر تو گوئے فصاحت کہ مدّعی	حافظ ترے بیاں کی فصاحت کو دیکھ کر
ہیچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت	ہوتا ہے دشمنوں کو ترے رشک کم نہیں

روضۂ خلدِ بریں خلوتِ درویشان ست
مایۂ محتشمی خدمتِ درویشان ست

روضۂ خلدِ بریں خلوتِ درویشاں ہے
مایۂ محتشمی خدمتِ درویشاں ہے

گنجِ عزلت کہ طلسماتِ عجائب دارد
فتحِ آں در نظرِ ہمّتِ درویشان ست

یوں تو ہیں گوشہ نشینی میں طلسمات بہت
معجزہ اُس کو جسے ہمّتِ درویشاں ہے

قصرِ فردوس کہ رضوانش بدربانی رفت
منظرے از چمنِ نزہتِ درویشان ست

قصرِ فردوس کہ رضوان ہے درباں جس کا
منظرِ یک چمنِ نزہتِ درویشاں ہے

آنچہ زر میشود از پرتوِ آں قلبِ سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشان ست

ایک پرتو سے بنیں جن کے سیہ دل زرّیں
کیمیا ان کے لئے صحبتِ درویشاں ہے

وآنکہ پیشش بنہد تاجِ تکبّر خورشید
کبریائیست کہ در حشمتِ درویشان ست

جھک کے پاؤں پہ رکھے تاجِ تکبّر سورج
جب اُسے آئے نظر حشمتِ درویشاں ہے

دولتے را کہ نباشد غمِ آسیبِ زوال
بے تکلف بشنو دولتِ درویشان ست

دولت ایسی کہ نہ ہو آسیبِ تنزّل جس کو
ہے اگر کوئی تو وہ دولتِ درویشاں ہے

خسرواں قبلۂ حاجاتِ جہانند ولے
سببش بندگیٔ حضرتِ درویشان ست

خسرواں قبلۂ حاجاتِ زمانہ جو ہیں
ان کو بھی بندگیٔ حضرتِ درویشاں ہے

روئے مقصود کہ شاہانِ جہاں می طلبند
مظہرش آئینۂ طلعتِ درویشان ست

خوبروئی کریں شاہانِ جہاں جس کی طلب
پرتوِ آئینۂ طلعتِ درویشاں ہے

اے تونگر مفروش ایں ہمہ نخوت کہ ترا
سروری در کنفِ ہمتِ درویشان ست

کہدو مغرور رئیسوں سے کہ ان کی ساری
شان و شوکت کی پنہ خلوتِ درویشاں ہے

گنجِ قاروں کہ فرو میرود از قہر ہنوز
خواندہ باشی تو کہ از غیرتِ درویشان ست

گنجِ قاروں کہ تہِ خاک ہوا جاتا ہے
شرم کا اُسکی سبب غیرتِ درویشاں ہے

بندۂ آصفِ عہدیم کہ در سلطنتش
صورتِ خواجگی و سیرتِ درویشان ست

بندۂ عہد سلیمانی ہیں ہم اس میں حضور!
صورتِ خواجگی و سیرتِ درویشاں ہے

اے دل ار آبِ حیاتِ ابدی می طلبی
منبعش خاکِ درِ خلوتِ درویشان ست

دل اگر چاہے بقا‘ دوا سے وہ آبِ خضر
جس کا سرچشمہ درِ خلوتِ درویشاں ہے

از کراں تا بکراں لشکرِ ظلمست اگر
از ازل تا بہ ابد فرصتِ درویشان ست

لشکرِ ظلم ہے دنیا میں کراں تا بکراں
پر ازل تا بہ ابد فرصتِ درویشاں ہے

حافظ اینجا بادب باش کہ سلطانی و ملک
ہمہ در بندگیِ حضرتِ درویشان ست

حافظا! شرطِ ادب ہے کہ یہاں سلطاں بھی
دست بستہ بدرِ خلوتِ درویشاں ہے

روزگاریست کہ سودائے بتاں دینِ من ست
غمِ ایں کار نشاطِ دلِ غمگینِ من ست

ایک مدت سے ہے سودائے بتاں دین مجھے
اور غمِ عشق نشاطِ دلِ غمگین مجھے

دیدنِ روئے ترا دیدۂ جاں می باید
ویں کجا مرتبۂ چشمِ جہاں بینِ من ست

چاہیئے ہے ترے دیدار کو اک دیدۂ جاں
پر نہیں مرتبۂ چشمِ جہاں بین مجھے

تا مرا عشقِ تو تعلیمِ سخن گفتن کرد
خلق را وردِ زباں مدحت و تحسینِ من ست

عشق نے جب سے سخن گوئی مجھے بخشی ہے
سارا دیتا ہے جہاں مدحت و تحسین مجھے

دولتِ فقر خدایا بمن ارزانی دار
کیں کرامت سببِ حشمت و تمکینِ من ست

دولتِ فقر کی یارب مجھے ارزانی ہو
ہو فقیری کے سببِ حشمت و تمکین مجھے

واعظِ شحنہ شناس ایں عظمت گو مفروش
زانکہ منزل گہِ سلطانِ دلِ مسکینِ من ست

دیکھ نفرت سے نہ واعظ! کہ دیا ہے رب نے
ایک منزل گہِ سلطانِ دلِ مسکین مجھے

رسمِ عاشق کشی و شیوۂ شہر آشوبی
کار آں شوخِ سیہ چردۂ شیرینِ من ست

رسمِ عاشق کشی اور شیوۂ شہر آشوبی
لا کے دو وہ رُخِ نمکیں، لبِ شیریں مجھے

از کہ دریا گری آموخت خیالِ تو مگر
رہنمائیش شد ایں اشک چو پروینِ من ست

ہجر کی رات میں گرتے رہے بارش کی طرح
وہ مرے اشک کے موتی جو ہیں پروین مجھے

یارب ایں کعبۂ مقصود زیارت گہِ کیست
کہ مغیلانِ طریقش گل و نسرینِ من ست

یہ حرم کون سا یہ کس کی زیارت گہ ہے
جس کے ہیں خارِ مغیلاں گل و نسرین مجھے

یارِ ما باش کہ زیبِ فلک و زینتِ دہر
از مہِ روئے تو و اشکِ چو پروینِ من ست

کرتے ہیں زیبِ فلک، زینتِ دنیا دونوں
رُخ جو مہتاب ترا، اشک جو پروین مجھے

حافظ از حشمتِ پرویز دگر قصہ مخواں
کہ لبش جرعہ کشِ خسروِ شیرینِ من ست

چھوڑ یہ مدحتِ پرویز، سنا اے حافظ
قصۂ نوشِ لبِ خسروِ شیریں مجھے

روئے تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست
در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست

دیکھے بغیر تجھکو ہزاروں رقیب ہیں
غنچہ ابھی کھلا نہیں، صد عندلیب ہیں

گر آمدم بکوئے تو چنداں غریب نیست
چوں من در آں دیار ہزاراں غریب ہست

مجھ سا یہاں پہ کوئی غریب الوطن نہیں
یُوں تو ترے وطن میں ہزاروں غریب ہیں

ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد
لیکن امیدِ وصل تو ام عنقریب ہست

فرقت میں روتے روتے قرار آ گیا مجھے
لگتا ہے ایسا وصل کے دن کچھ قریب ہیں

در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست
ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست

کچھ شرط خانقاہ و خرابات کی نہیں
ہر سمت عکس ہائے جمالِ حبیب ہیں

آنجا کہ کارِ صومعہ را جلوہ میدہند
ناقوسِ دیر و راہب و نامِ صلیب ہست

ہر گاہ کاروبارِ عبادت میں جلوہ گر
ناقوس و دیر و راہب و نامِ صلیب ہیں

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

عاشق تھا کون حق کا جسے حق نہ مل سکا
کم یاب دردِ دل ہے، بہت سے طبیب ہیں

فریادِ حافظؔ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

فریاد میں اثر نہ ہو کیوں حافظؔا کہ جب
تو نادرہ سخن، ترے قصّے عجیب ہیں

رُواقِ منظرِ چشمِ من آشیانۂ تست
کرم نما و فرو آ کہ خانہ خانۂ تست

مکان دیدہ ترا ، دل قیام خانہ ترا
تو آ کبھی تو کہ سُونا ہے آشیانہ ترا

بلطفِ خال و خط از عارفاں ربودی دل
لطیفہ ہائے عجب زیرِ دام و دانۂ تست

ہیں خال و خد سے تیرے صید عارفوں کے دل
کشش ہے دام میں تیرے لذیذ دانہ ترا

دلت بوصلِ گُل اے بلبلِ چمن خوش باد
کہ در چمن ہمہ گلبانگِ عاشقانۂ تست

چمن کا ساز ہے گلبانگ سے تری بلبل
گلوں کا رنگ ہے سب رنگِ عاشقانہ ترا

علاجِ ضعفِ دلِ ما بلب حوالت کن
کہ آں مُفرّحِ یاقوت در خزانۂ تست

علاجِ ضعفِ دلِ زار دو لبوں میں ترے
ہے پُر مفرّحِ یاقوت سے خزانہ ترا

بہ تن مُقصّرم از دولتِ ملازمتت
ولے خلاصۂ جاں خاکِ آستانۂ تست

اگرچہ میں رہا محروم دولتِ خدمت
بنا خلاصۂ جاں لیکن آستانہ ترا

چہ جائے من کہ بلرزد سپہرِ شعبدہ باز
ازیں حِیَل کہ در انبانۂ بہانہ تست

میں کیا، لرزتا ہے یہ آسمانِ ساحر بھی
جو ماننے کو ہے تیار ہر بہانہ ترا

من آں نیم کہ دہم نقدِ دل بہ ہر شوخے
درِ خزانہ بمہرِ تو و نشانۂ تست

میں وہ نہیں کہ ہر اک خوبرو کو دل دے دوں
کہ مُہر اس پہ ہے تیری، ہے یہ خزانہ ترا

تو خود چہ لعبتی اے شہسوارِ شیریں کار
کہ توسنے چو فلک رامِ تازیانۂ تست

تو کیا بُت ہے کہ اے شہسوارِ شیریں لب
جھکائے توسنِ گردوں کو تازیانہ ترا

سرودِ مجلست اکنوں فلک برقص آرد
کہ شعرِ حافظِ شیریں سخن ترانۂ تست

سرودِ بزم سے رقصاں ہوا فلک جب سے
ہے شعرِ حافظِ شیریں سخن ترانہ ترا

رسیده‌ام بمقامے کہ لامکاں آنجاست
نہ نامِ روئے زمین و نہ آسماں آنجاست

مقام میرا ہے ایسا کہ لامکاں ہے یہاں
نہ نام روئے زمیں اور نہ آسماں ہے یہاں

دو دیدہ باز مکن در رُوش دو لب مکشا
نہ تابِ دیدن و نے طاقتِ بیاں آنجاست

نہ آنکھیں کھول نہ جنبش لبوں کو دے اس جا
نہ تابِ دید نہ ہی طاقتِ بیاں ہے یہاں

بوادیٔ کہ گذشتم نہ جائے چون و چراست
نہ صورت ست نہ شکل و نہ جسم و جاں آنجاست

یہ وادی اس میں نہیں کوئی جائے چون و چرا
نہ کوئی شکل نہ صورت نہ جسم و جاں ہے یہاں

چرا تو عاشقِ آں گل نمی شوی بُلبل
کہ نے بہار کند گاہ و نے خزاں آنجاست

نہ کر تو الفتِ گل اس چمن میں اے بلبل
نہ ہے یہاں پہ بہاراں نہ ہی خزاں ہے یہاں

وبالِ کشتنِ فرہاد بر سرش زآنست
کہ درِ مقامِ تعشق نہ امتحاں آنجاست

بہائے نہر بھی فرہاد اور دے جاں بھی
یہ کیسا عشق کو درپیش امتحاں ہے یہاں

خطاست کلمۂ منصور در رہِ وحدت
چہ گو نہ صوتِ لب و جنبشِ زباں آنجاست

خطا ہے نعرۂ منصور راہِ وحدت میں
صدائے لب ہے نہ ہی جنبشِ زباں ہے یہاں

بگردِ خانۂ محبوب خود مرو حافظ
کہ نیم شب شد و بیدار پاسباں آنجاست

نہ گردِ خانۂ محبوب آئیو حافظ
کہ رہتا رات میں بیدار پاسباں ہے یہاں

زاہدِ ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست
در حقِ ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست

زاہدِ ظاہر پرست احوال سے آگہ نہیں
جو بھی کہتا ہے کہے، ہم کو ذرا اکرہ نہیں

در طریقت ہر چہ پیشِ سالک آید خیر اوست
در صراط المستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

صوفیوں کی راہ میں جو کچھ بھی آئے ٹھیک ہے
ہے صراط المستقیم اس میں کوئی گمرہ نہیں

تا چہ بازی رُخ نماید بیذقے خواہیم راند
عرصۂ شطرنجِ رنداں را مجالِ شاہ نیست

دیکھتے بازی کا رُخ ہیں اک پیادہ چل کے ہم
عرصۂ شطرنجِ رنداں میں مجالِ شہ نہیں

اینچہ استغناست یارب وینچہ قادر حاکم ست
کایں ہمہ زخمِ نہان ست و مجالِ آہ نیست

یہ ہے کیسی بے نیازی کیا یہ انصاف ہے
اس قدر زخمِ نہاں اور دردِ بے پردہ نہیں

چیست ایں سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش
زیں معما ہیچ دانا در جہاں آگاہ نیست

ہے کہاں دارالحقیقت، کون ہے اس کا مکیں
عقلمندانِ جہاں اس راز سے آگہ نہیں

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو
گیر و دار و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

جس کا جی چاہا وہ آیا جس نے چاہا وہ گیا
یاں پہ کوئی گیر و دار و حاجبِ درگہ نہیں

بر درِ میخانہ رفتن کارِ یکرنگاں بود
خود فروشاں را بکوئے میفروشاں راہ نیست

رہنا میخانے کے در پر مخلصوں کا کام ہے
خود فروشوں کی یہ کوئے میفروشاں رہ نہیں

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لطفش دائم ست
ورنہ لطفِ شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

بندۂ پیرِ مغاں ہیں اُس کا دائم ہے کرم
ورنہ لطفِ شیخ و زاہد گاہ ہے اور گہ نہیں

صاحبِ دیوانِ ما گویا نمی داند حساب
کاندریں طغرا نشانِ حسبۃً للہ نیست

صاحبِ دیوان کو کرنا نہیں آتا حساب
حکم میں اُس کے نشانِ حسبۃً للہ نہیں

ہر چہ ہست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست
ورنہ تشریفِ تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

اِک خطائے قامتِ ناساز بے اندام ہے
ورنہ یہ خلعت کسی بھی جسم پر کوتہ نہیں

حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی ہمتی ست
عاشقِ دُردی کش اندر بندِ مال و جاہ نیست

وجہِ عالی شان ہے حافظ کی عالی ہمتی
ورنہ تو دُردی کشوں کو بندشِ رُتبہ نہیں

زگریہ مردم چشم نشستہ درخون ست
ببیں کہ در طلبت حالِ مردماں چون ست

ترے فراق میں یہ چشم چشمۂ خوں ہے
تری طلب میں ہوا حالِ عاشقاں یوں ہے

بیادِ لعلِ لب و چشمِ مستِ میگونت
زجامِ غم مے لعلے کہ میخورم خون ست

بیادِ لعلِ لب و چشمِ مستِ بادہ گوں
ہے جامِ غم میں مے لعل فام یا خوں ہے

زمشرقِ سرِ کوئی آفتابِ طلعتِ تو
اگر طلوع کند طالعم ہمایون ست

جو نکلے کوچۂ مشرق سے آفتاب ترا
تو خوش نصیبی ہے یہ قسمت ہمایوں ہے

حکایتِ لبِ شیریں کلامِ فرہاد ست
شکنجِ طرۂ لیلیٰ مقامِ مجنون ست

حکایتِ لبِ شیریں ہے گفتۂ فرہاد
شکنجِ گیسوئے لیلیٰ مقامِ مجنوں ہے

دلم بجو کہ قدت ہمچو سرو دلجوی ست
سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون ست

ہے سرو قامتِ دلبر سے میری دلجوئی
قرارِ دل بہ کلامِ لطیف و موزوں ہے

زدورِ بادہ بجاں راحتے رساں ساقی
کہ رنجِ خاطرم از جورِ دورِ گردون ست

عطا ہو راحتِ جاں دورِ جام سے ساقی
کہ رنج دیتا بہت جورِ دورِ گردوں ہے

ازاں زماں کہ زدستم برفت یارِ عزیز
کنارِ دیدۂ من ہمچو رودِ جیحون ست

گیا ہے چھوڑ کے یارِ عزیز جب سے ہمیں
بہایا خون کے اشکوں سے رودِ جیحوں ہے

چگونہ شاد شود اندرون غمگینم
باختیار کہ از اختیار بیرون ست

دکھی بہت ہوں بھلا کس طرح سے میں خوش ہوں
کہ اختیار سے باہر یہ طبعِ محزوں ہے

زبیخودی طلبِ یار میکند حافظ
چو مفلسے کہ طلبگارِ گنجِ قارون ست

جو بیخودی میں کرے یار کی طلب حافظ
فقیر ہے یہ طلب گارِ گنجِ قاروں ہے

زآں یارِ دلنوازم شکریست با شکایت
گر نکتہ دانِ عشقی خوش بشنو ایں حکایت

اُس دلنواز کا ہے اک شکر با شکایت
اے نکتہ دانِ الفت سن یہ عجب حکایت

بے مزد بود و منت ہر خدمتے کہ کردیم
یارب مباد کس را مخدومِ بے عنایت

بے مزد ہم سے خدمت کروائے جو، خدایا
ایسا نہ دے کسی کو مخدومِ بے عنایت

رندانِ تشنہ لب را آبے نمی دہد کس
گویا ولی شناساں رفتند ازیں ولایت

رندانِ تشنہ لب کو پانی ملے نہ اب یاں
گویا ولی شناسوں نے چھوڑ دی ولایت

در زلفِ چوں کمندش اے دل مپیچ کانجا
سرہا بریدہ بینی بے جرم و بے جنایت

اے دل کمندِ گیسو میں پھنس نہ جائیو تو
کٹتے ہیں سر وہاں پر بے جرم و بے جنایت

ایں راہ را نہایت صورت کجا تواں بست
کش صد ہزار منزل بیش است در بدایت

ہیں منزلیں ہزاروں اک ابتدا میں جس کی
کیسے ملے کسی کو اس راہ کی نہایت

چشمت بغمزہ ما را خوں خورد و می پسندی
جاناں روا نباشد خوں ریز را حمایت

آیا پسند تجھ کو مژگاں کا قتل کرنا
جاناں روا نہیں ہے خوں ریز کی حمایت

اے آفتابِ خوباں می سوزد اندرونم
یک ساعتم بگنجاں در سایۂ عنایت

دل جل رہا ہے جب سے دیکھی ہے تاب تیری
اے آفتابِ خوباں کر سایۂ عنایت

در ایں شبِ سیاہم گم گشتہ راہِ مقصود
از گوشہ بروں آ اے کوکبِ ہدایت

تاریک رات میں میں بھٹکا ہوں راستے سے
آ برج سے نکل کے اے کوکبِ ہدایت

ہرچند بردی آبم رو از درت نتابم
جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت

بے آبرو کیا ہے جورِ حبیب نے گر
بہتر عدو کی اُس سے پھر بھی نہیں عنایت

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود
زنہار ازیں بیاباں ویں راہِ بے نہایت

دیتی ہے ہر قدم پر وحشت سے بڑھ کے وحشت
اس دشتِ عاشقی کی ہر راہِ بے نہایت

عشقت رسد بفریاد گر خود بسانِ حافظؔ
قرآں ز بر بخوانی با چاردہ روایت

معشوق دست بستہ آئے گا پاس تیرے
قرآں جب پڑھے گا حافظؔ تو با روایت

صحنِ بستاں ذوق بخش و صحبتِ یاراں خوش ست
وقتِ گُل خوش باد کز وے وقتِ میخواراں خوش ست

بوستاں ہے ذوق بخش اور صحبتِ یاراں ہے خوش
خوش ہو وقتِ گل کہ تجھ سے وقتِ مے خواراں ہے خوش

از صبا ہر دم مشامِ جانِ ما خوش میشود
آرے آرے طیبِ انفاسِ ہواداراں خوش ست

دم بدم کیسے مہکتے ہیں صبا سے جان و دل
کس قدر خوشبوئے انفاسِ ہواداراں ہے خوش

تا کشودہ گُل نقاب آہنگِ رحلت ساز کرد
نالہ کن بُلبل کہ گلبانگِ دلِ افگاراں خوش ست

گل نے بن چہرہ دکھائے قصدِ رحلت کر لیا
نالہ کر بلبل کہ گلبانگِ دل افگاراں ہے خوش

مُرغِ شبخواں را بشارت باد کاندر راہِ عشق
دوست را با نالۂ شبہائے بیداراں خوش ست

مرغِ شب خواں کو بشارت ہو کہ راہِ عشق میں
دوست کو یہ نالۂ شب ہائے بیداراں ہے خوش

گرچہ در بازارِ دہر از خوش دلی جز نام نیست
شیوۂ رندی و خوش باشیِ عیاراں خوش ست

خوش دلی کم ہے بہت دنیا میں لیکن شکر ہے
شیوۂ رندی و خوش باشیِ عیاراں ہے خوش

از زبانِ سوسن ایں آوازہ ام آمد بگوش
کاندریں دیرِ کہن کارِ سبکباراں خوش ست

آئی سوسن کی زباں سے کان میں میرے صدا
اِس جہانِ پیر میں کارِ سبکساراں ہے خوش

حافظا ترکِ جہاں گفتن طریقِ خوشدلیست
تا نہ پنداری کہ احوالِ جہانداراں خوش ست

ترکِ دُنیا کے بدوں حافظ نہیں ملتی خوشی
ہے غلط بالکل کہ احوالِ جہانداراں ہے خوش

صبا اگر گذرے افتدت بکشورِ دوست
بیار نفحۂ از گیسوئے معنبرِ دوست

صبا گزر ہو ترا گر کبھی بہ کشورِ دوست
بکھیر دیجیو وہ گیسوئے معنبرِ دوست

بجانِ او کہ بشکرانہ جاں بر افشانم
اگر بسوئے من آری پیامے از برِ دوست

قسم ہے یار کی جاں کی کہ جان دیدوں گا
میں اس پہ لے کے جو آئے پیامِ دلبرِ دوست

وگر چنانچہ در آں حضرتت نباشد بار
برائے دیدہ بیاور غبارے از درِ دوست

رسائی گر نہ ہو درگاہِ یار میں تیری
برائے چشم اٹھا لا تو خاک از درِ دوست

من گدا و تمنائے وصلِ او ہیہات
مگر بخواب ببینم جمال و منظرِ دوست

اگر ہے دید کی اُمّید اب تو بس یہ ہے
کہ دیکھوں خواب میں شاید جمال و منظرِ دوست

دلِ صنوبریم ہمچو بید لرزاں ست
ز حسرتِ قد و بالائے چوں صنوبرِ دوست

دلِ صنوبرِ عاشق ہے بید کی صورت
لرزتا دیکھ کے ہے قامتِ صنوبرِ دوست

اگرچہ دوست بہ چیزے نمی خرد مارا
بعالمے نفروشیم موئے از سرِ دوست

نہیں خرید تا دھیلے میں ہم کو وہ لیکن
نہ بیچیں ہم کسی قیمت پہ بھی مُوئے سرِ دوست

چہ عذر باز سگِ کوئے تو توانم خواست
اگر شبے بتوانیم بود بر درِ دوست

کریں گے عذر سگِ کوئے یار سے ہم کیا
اگر پہنچ بھی گئے ایک رات بر درِ دوست

چہ باشد ار شود از قیدِ غم دلش آزاد
چو ہست حافظِؔ مسکیں غلام و چاکرِ دوست

دل اس کا قیدِ الم سے نہیں ہوا فارغ
ہے گرچہ حافظِؔ مسکیں غلام و چاکر دوست

صوفی از پرتوِ مے رازِ نہانی دانست
گوہرِ ہر کس ازیں لعل توانی دانست

صوفی از پرتوِ مے رازِ نہانی جانے
قدرِ ہر کس، جو پیے آگ سا پانی جانے

شرحِ مجموعۂ گُل مُرغِ سحر داند و بس
کہ نہ ہر کُو ورقے خواند و معانی دانست

شرحِ مجموعۂ گل مرغِ سحر سے پوچھو
ورقِ گل کوئی پڑھ کے نہ معانی جانے

عرضہ کردم دو جہاں بر دلِ کار افتادہ
بجز از عشقِ تو باقی ہمہ فانی دانست

دولتِ ہر دو جہاں گرچہ ملی ہے دل کو
تیری الفت کے سوا سب کو یہ فانی جانے

آں شد اکنوں کہ ز افواہِ عوام اندیشم
محتسب نیز ازیں عیشِ نہانی دانست

پہلے ڈرتا تھا میں افواہ سے لیکن اب تو
محتسب خود ہی مرا عیشِ نہانی جانے

دلبر آسایشِ ما مصلحتِ وقت ندید
ورنہ از جانبِ ما دلِ نگرانی دانست

اُس کو آرام مرا مصلحتاً تھا نہ قبول
ورنہ وہ خوب مری "دل نگرانی" جانے

سنگ و گِل را کند از یُمنِ نظر لعل و عقیق
ہر کہ قدرِ نفسِ بادِ یمانی دانست

سنگ و گل کو کرے یاقوت و عقیق اسکی نظر
جو بھی قدرِ نفسِ بادِ یمانی جانے

اے کہ از دفترِ عقل آیتِ عشق آموزی
ترسم ایں نکتہ بہ تحقیق ندانی دانست

دفترِ عقل سے ملتی نہیں شرحِ الفت
دلِ مشتاق ہی اِک اُس کے معانی جانے

مے بیاور کہ ننازد بہ گُلِ باغِ جہاں
ہر کہ غارتگریِ بادِ خزانی دانست

گُل و گلزارِ جہاں پر نہ کرے ناز کبھی
جو بھی غارتگریِ بادِ خزانی جانے

حافظ ایں گوہرِ منظوم کہ از طبع انگیخت
اثرِ تربیتِ آصفِ ثانی دانست

نظم میں موتی پروتا ہے جو حافظ ان کو
اثرِ تربیتِ آصفِ ثانی جانے

صبحِ دولت طلوعِ طلعتِ اوست
شامِ ظلمت نشانِ ظلمتِ اوست

صبحِ دولت طلوعِ طلعتِ دوست
شامِ ظلمت نشانِ ظلمتِ دوست

مہر از خوانِ او نوالہ رساں
ماہِ نو خم ز بہرِ خدمتِ اوست

خوان سے اُس کے مہر کو روزی
ماہِ نو خم ہے بہرِ خدمتِ دوست

از قدش پائے سرو ماندہ بہ گل
لالہ را داغِ دل بفرقتِ اوست

سرو جھکتے ہیں دیکھ کر قامت
داغِ لالہ ہیں سب بہ فرقتِ دوست

رنگ و بوئے گل از رخش بہ چمن
نالۂ بلبل از محبتِ اوست

رنگ و بوِ گُل میں اُس کے رُخ کا فیض
نالۂ بُلبل کا وجہ الفتِ دوست

سوسنِ دہ زباں خموش بہ باغ
لال ماندہ ز صنعِ قدرتِ اوست

سوسنِ دہ زباں ہوئی خاموش
دیکھ کر رنگِ حسن صنعتِ دوست

فقر اگر رنجِ محنت ست اما
گنجِ عزت بکنجِ عزلتِ اوست

رنجِ محنت ہے فقر میں لیکن
گنجِ عزت ہے کُنجِ عزلتِ دوست

بہ دوا جانبِ طبیب مرو
صحتِ عاجل از طبابتِ اوست

نہ وہ جائے طبیب کی جانب
دیوے جس کو شفا طبابتِ دوست

در طریقِ سلوک سالک را
ہر چہ پیش آید از ارادتِ اوست

در طریقِ سلوک سالک کو
آئے در پیش جو ارادتِ دوست

قمری و عندلیب و حافظ نیست
ہمہ گویا بہ ذکرِ مدحتِ اوست

قمری و عندلیب و حافظ کو
ہے شب و روز ذکرِ مدحتِ دوست

کنوں کہ در کفِ گل جامِ بادۂ صاف ست
بصد ہزار زباں بلبلش در اوصاف ست

ہے جبکہ آج کفِ گل میں جامِ بادۂ صاف
بصد ہزار زباں گائے عندلیب اوصاف

بخواہ دفترِ اشعار و رو بصحرا کن
چہ وقتِ مدرسہ و بحثِ کشف و کشاف ست

چل اپنا دفترِ اشعار لے کے صحرا میں
نہیں ہے تیرے لئے بحثِ کاشف و کشاف

فقیہ مدرسہ دی مست بود و فتویٰ داد
کہ مے حرام ولے بہ ز مالِ اوقاف ست

دیا ہے جھوم کے فتویٰ یہ آج مفتی نے
نہیں شراب سے بہتر یہ دولتِ اوقاف

بدُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

نہ دُرد و صاف کی ساقی سے کچھ شکایت کر
وہ جو بھی جام میں ڈالے ہیں اسکے عین الطاف

ببر ز خلق و ز عنقا قیاسِ کار بگیر
کہ صیتِ گوشہ نشیناں ز قاف تا قاف ست

کنارا خلق سے کر لے سبق تو عنقا سے
کہ گوشہ گیروں کا چرچا ہے قاف سے تا قاف

حدیثِ مدعیان و خیالِ ہمکاراں
ہماں حکایتِ زردوز و بوریا باف ست

حدیثِ مدعیان و خیالِ ہمکاراں
ہیں یہ حکایتِ زردوز و ذکرِ بوریا باف

خموش حافظ و ایں نکتہ ہائے چوں زرِ سرخ
نگاہدار کہ قلابِ شہر صراف ست

یہ نکتہ ہائے زرِ سرخ ہیں چھپا حافظ
کہ ہیں فریبی و مکار شہر کے صراف

لعلِ سیراب بخوں تشنہ لبِ یارِ من ست
از پئے دیدنِ او دادنِ جاں کارِ من ست

تشنۂ خوں جو ہوا لعلِ لبِ یار مرا
بچ کے اب کیسے رہے گا یہ دلِ زار مرا

شرم ز آں چشمِ سیہ بادش و مژگانِ دراز
ہر کہ دل بردنِ او دید و در انکارِ من ست

دیکھ مژگانِ دراز و نظرِ چشمِ سیاہ
کر سکے لٹنے سے دل کس طرح انکار مرا

ساربان رختِ بدروازہ مبر کآں سرِ کوہ
شاہراہیست کہ منزل گہِ دلدارِ من ست

سارباں رک نہ یہاں، چل سرِ کوہ لے کے مجھے
ہے وہاں، کہتے ہیں، کاشانۂ دلدار مرا

بندۂ طالعِ خویشم کہ دریں قحطِ وفا
عشقِ آں لولیِ سرمست خریدارِ من ست

خوش نصیبی کہ ہوا قحطِ وفاداری میں
عشقِ معشوقۂ سرمست، خریدار مرا

طبلۂ عطرِ گل و دُرجِ عبیر افشانش
فیضِ یک شمّہ ز بوئے خوشِ عطّارِ من ست

شیشۂ عطرِ گل و ظرفِ عبیر و سنبل
سب کو دیتا ہے مہک گیسوئے عطّار مرا

باغباں ہمچو نسیم ز درِ خویش مراں
کآبِ گلزارِ تو از اشکِ چو گلنارِ من ست

باغباں مجھ کو نہ کر صحبتِ گل سے قاصر
کرتا رنگیں ہے چمن دیدۂ خونبار مرا

شربتِ قند و گلاب از لبِ یارم فرمود
نرگسِ او کہ طبیبِ دلِ بیمارِ من ست

شربتِ قندِ لبِ یار کیا ہے تجویز
آنکھ نے ہے جو طبیبِ دلِ بیمار مرا

آنکہ در طرزِ غزل نکتہ بہ حافظ آموخت
یارِ شیریں سخنِ نادرہ گفتارِ من ست

تجھ کو اندازِ غزل جس نے سکھایا حافظ
ہے وہ شیریں سخنِ نادرہ گفتار مرا

مرحبا اے پیکِ مشتاقاں بدِہ پیغامِ دوست
تا کنم جاں از سرِ رغبت فدائے نامِ دوست

مرحبا اے نامہ بر لا کے اِک پیغامِ دوست
تا کہ رغبت سے کریں ہم جاں فدائے نامِ دوست

والہ و شیداست دائم ہمچو بلبل در قفس
طوطیِ طبعم ز شوقِ شکرّ و بادامِ دوست

شائق و شیدا بنائے مثلِ بلبل قید میں
طبع کی طوطی کو شوقِ شکرّ و بادامِ دوست

زلفِ او دام است و خالش دانۂ آں دام و من
بر امیدِ دانۂ افتادم اندر دامِ دوست

خالِ رخ دانہ ہو جب، گیسوئے مشکیں دام ہو
شوقِ دانہ سے گریں ہم کیوں نہ اندر دامِ دوست

سر ز مستی بر نگیرد تا بہ صبحِ روزِ حشر
ہر کہ چوں من در ازل یک جرعہ خورد از جامِ دوست

صبحِ محشر تک اٹھائے سر نہ مستی سے کوئی
ہاتھ میں روزِ ازل آجائے جسکے جامِ دوست

من نوشتم نامۂ از شرحِ حالِ خود و لے
دردِ سر باشد نمودن بیش ازیں ابرامِ دوست

شرحِ حالِ دل لکھی تو ہے مگر ڈر ہے مجھے
بن نہ جائے دردِ سر میرا کہیں ابرامِ دوست

میلِ من سوئے وصال و قصدِ او سوئے فراق
ترکِ کامِ خود گرفتم تا بر آید کامِ دوست

قصد اُس کا سوئے فرقت، وصل چاہے دل میرا
ترک قصد میں مرے گویا ہے پنہاں کامِ دوست

گر دہد دستم کشم در دیدہ ہمچوں توتیا
خاکِ راہے کاں مشرف گردد از اقدامِ دوست

آنکھ میں اپنی لگاؤں اُس کو سرمے کی طرح
خاکِ رہ کرتے مشرف ہیں جسے اقدامِ دوست

حافظؔ اندر دردِ غم میسوز و با درماں مساز
زانکہ درمانے ندارد دردِ بے درمانِ دوست

چارہ سوزِ عاشقی کا ہے نہیں حافظؔ کوئی
دردِ بے درماں ہے میرا دردِ بے آرامِ دوست

نمیدانم دلِ بلبل ز عشق روئے گل چون ست
دلے در غنچہ می بینم بپیکانہاش در خون ست

کرے الفت میں گل کی نالہ بلبل اسقدر کیوں ہے
کہ ہوتا اُس کے تیرِ آہ سے غنچے کا دل خوں ہے

عجب باشد کہ بلبل را قرار و صبر کم گردد
ریاحیں را چو ہر ساعت جمال و حسن افزون ست

چمن میں جانِ بلبل کو قرار و صبر ہو کیسے
گلوں کا جبکہ ہر ساعت جمال و حسن افزوں ہے

نظر کن بر گلِ رعنا کہ شکلِ او چہ افتادہ
چہ جرمِ بلبلِ شیدا اگر بیچارہ مفتون ست

گلِ رعنا کے خد و خال کی زیبائی تو دیکھو
خطا بلبل کی کیا اس میں اگر بیچارہ مفتوں ہے

چو از پردہ بروں آمد گل آنگہ بلبلِ مسکیں
اگر در پردہ مینالد دلش از پردہ بیرون ست

وہ گل پردے سے باہر آ گیا ہے بلبلِ مسکیں
درونِ پردہ نالہ کش ہے دل پردے سے بیروں ہے

اگر مستی کند بلبل دریں موسم روا باشد
کہ بر ہر شاخ از گلہا ہزاراں جامِ میگون ست

اگر مستی کرے بلبل تو اِس موسم میں ہے جائز
بنا جبکہ گلستانوں میں ہر گل جامِ میگوں ہے

دریں موسم کہ بوئے عیش از عالم نمی آید
تو خود دانی نگارینا کہ حالِ عاشقاں چون ست

کہیں سے گر نہ بوئے عیش آئے موسمِ گل میں
تیرے عاشق کا دل اے جاں بہت ہوتا دگرگوں ہے

زمانِ عشرت و شادی کہ می جستی بجاں حافظؔ
غنیمت داں کنوں عشرت کہ وقتِ عیش اکنون ست

زمانِ عشرت و شادی بہت کم ہے زمانے میں
غنیمت جان حافظؔ جو بھی دیتا دستِ گردوں ہے

الغیاث اے مایۂ جاں الغیاث
کفر زلفت برُد ایماں الغیاث

الغیاث اے مایۂ جاں الغیاث
لوٹتی ہے زلف ایماں الغیاث

با ہمی لیسیم لب از تشنگی
در لبانت آبِ حیواں الغیاث

تشنگی سے چاٹتے ہیں ہونٹ ہم
لب میں تیرے آبِ حیواں الغیاث

وہ کجا شد شربتِ دیدار تو
میکشد تلخیِ ہجراں الغیاث

شربتِ دیدار تیرا کیا ہوا
رہ گئی تلخیِ ہجراں الغیاث

ما ز گریہ غرق در خوں گشتہ ایم
لعلِ تو پیوستہ خنداں الغیاث

غرق ہیں آنکھیں ہماری خون میں
لب ترے لیکن ہیں خنداں الغیاث

غمزۂ شوخِ تو از راہِ اجل
میزند دز دیدہ پیکاں الغیاث

قلب پر اُس شوخ کی ترچھی نظر
مارے اِک دز دیدہ پیکاں الغیاث

از خدنگِ و ناوکِ مژگانِ تو
زخمِ ہا افتادہ در جاں الغیاث

ناوک و پیکاں نے مژگاں کے ترے
کر دیے زخمی دل و جاں الغیاث

ہمچو گوی از زخمِ چوگانِ فلک
ہر طرف گشتیم غلطاں الغیاث

کھا کے چوگانِ فلک کی چوٹ ہم
ہر طرف جاتے ہیں غلطاں الغیاث

چشمِ بیمارت مرا بیمار کرد
جز لبانت نیست درماں الغیاث

تیری بیمار آنکھ کا بیمار ہوں
جُز ترے لب کیا ہے ارماں الغیاث

چوں دو زلفت کرد سرگرداں مرا
گردشِ گردونِ گرداں الغیاث

دے گئی زلفِ دوتا چکر ہمیں
گردشِ گردونِ گرداں الغیاث

پیچشِ زلفِ تو در جانم فتاد
رشتۂ تن گشت پیچاں الغیاث

پیچ کاکل میں ترے الجھی ہے جاں
رشتۂ تن بھی ہے پیچاں الغیاث

با طنابِ زلف حافظ را بکش
ماندہ درِ چاہِ زنخداں الغیاث

زلف کی زنجیر سے حافظ کو کھینچ
وہ ہے در چاہِ زنخداں الغیاث

بازم ہوائے آں گلِ رعناست الغیاث
دیگر دلم رمیدہ و شیداست الغیاث

پھر ایک مہ جبیں کی تمنا ہے الغیاث
پھر دل مرا رمیدہ و شیدا ہے الغیاث

آں دل کہ کنجِ عافیتے برگزیدہ بود
ایں دم بعزمِ درد و بلا ہاست الغیاث

اک کنجِ عافیت میں جو رہتا تھا میرا دل
کرتا وہ کیسا درد گوارا ہے الغیاث

صوفی کہ جامِ صاف دمادم ہمی کشید
حیرانِ کوئے او شدہ رسواست الغیاث

صوفی کہ جس کو جامِ حقیقت کی تھی طلب
کیسا وہ کوئے یار میں رسوا ہے الغیاث

عارف کہ غرق بود بناموسِ ننگ و نام
افتادہ در ملامت و سوداست الغیاث

وہ شیخ جس کو جستجوئے ننگ و نام تھی
اس کو بھی آج یار کا سودا ہے الغیاث

از جانِ زارِ حافظ و سرگشتگانِ شوق
فریاد و شور و ولولہ برخاست الغیاث

دیوانگیِ شوق میں حافظ کی جان سے
فریاد و شور و ولولہ اٹھتا ہے الغیاث

درد ما را نیست درماں الغیاث
ہجر ما را نیست پایاں الغیاث

درد کا کوئی نہ درماں الغیاث
ہجر کا کوئی نہ پایاں الغیاث

دین و دل بردند و قصدِ جاں کنند
الغیاث از جورِ خوباں الغیاث

قصدِ جاں کرتے ہیں لے کے دین و دل
الغیاث اے جورِ خوباں الغیاث

در بہائے بوسۂ جانے طلب
می کنند ایں دلستانان الغیاث

ایک بوسہ دے کے کرتے ہیں طلب
جاں ہماری دلستاناں الغیاث

خونِ ما خوردند ایں کافر دلاں
اے مسلماناں چہ درماں الغیاث

پیتے ہیں کافر ہمارا خونِ دل
اے مسلماں! کیا ہے درماں؟ الغیاث

دادِ مسکیناں بدہ اے روزِ وصل
از شبِ یلدائے ہجراں الغیاث

دے پنہ مشتاق کو اے روزِ وصل
از شبِ تاریکِ ہجراں الغیاث

ہر زمانم دردِ دیگر میرسد
زیں حریفاں بر دل و جاں الغیاث

اک نیا غم ہر زماں دیتے ہیں وہ
جان و دل جن پر ہیں قرباں الغیاث

ہمچو حافظ روز و شب بے خویشتن
گشتہ ام سوزاں و گریاں الغیاث

بے خودی میں ہم ہیں حافظ کی طرح
روز و شب سوزاں و گریاں الغیاث

آتش اندر آبِ افسردہ ست یا مے در زجاج
یا درخشاں درمیانِ چشمۂ حیواں سراج

آگ ہے آبِ فسردہ میں کہ مے اندر زجاج
یا درخشاں درمیانِ چشمۂ حیواں سراج

از کفِ آزادگاں غائب مدار آن جام را
کاہلِ دل را کارِ عشرت زآں ہمی گیرد رواج

اہلِ دل کا کارِ عشرت مے بدوں چلتا نہیں
پینا جی بھر کے شراب آزادگاں کا ہے رواج

ساقیا در دِہ زمبرِ اہلِ روح و اہلِ دل
آں چناں راحے کہ با جاں ہست آنرا امتزاج

اہلِ جان و اہلِ دل کو دے ذرا سی ساقیا
وہ شرابِ ناب جس کا روح سے ہو امتزاج

من چنیں ز آغازِ فطرت عاشق و مست آمدم
بر نشانم زو ازیں رہ تا بوقتِ اندراج

آیا تھا دنیا میں بے خود اور بے خود ہی گیا
ٹھیک ہی ہو گا جو ہے دفتر میں میرے اندراج

برفگن برقع ز رخ کز نازکی ماند بداں
تازہ گل کز وے رباید بادِ شبگیری رواج

پھینک دے برقع، اٹھا چہرے سے یا اپنے نقاب
یہ چھپا نا روئے گل کب سے ہے گلشن کا رواج

احتیاجِ من بوصلِ خویشتن دانستہٗ
دوستاں را دستگیری کن بوقتِ احتیاج

احتیاجِ وصل میرا جانتا ہے جبکہ تو
دوستوں کی دستگیری کر بوقتِ احتیاج

عاشقانِ کوئے جاناں با گدائی سرخوش اند
ایں چنیں شہ را کجا باشد نظر بر تخت و تاج

عاشقانِ کوئے جاناں ہیں فقیری ہی میں مست
بادشہ ہیں ان کو ہے لیکن نہ فکرِ تخت و تاج

بشنو ایں نکتہ تو از حافظ کہ باشد سودمند
بادہ نوش و خیر کن کیں ہست زمانِ مِہرِ حاج

بادہ نوشی، بت پرستی کرتا ہے حافظ مگر
رسم اُس کی ہے بھلائی عاجزی اُس کا رواج

سزد کہ از ہمہ دلبراں ستانی باج
چرا کہ بر سرِ خوبانِ عالمی چوں تاج

یہ دلبرانِ جہاں دیویں کیوں نہ اُس کو خراج
وہ جبکہ بر سرِ خوبانِ عالمی ہے تاج

دو چشمِ شوخ تو برہم زدہ خطا و ختن
بچینِ زلفِ تو ماچین و ہند دادہ خراج

ہیں چشمِ شوخ سے تیری، خفا خطا و ختن
خمیدہ زلف کو دیتے ہیں چین و ہند خراج

بیاضِ روئے تو روشن چو عارضِ خورشید
سوادِ زلفِ تو تاریک تر ز ظلمتِ داج

ہے اُس کے عارضِ روشن سے آفتاب کو تاب
سیاہ زلف سے اُسکی بنی ہے ظلمتِ داج

لبِ تو خضر و دہانِ تو آبِ حیوان ست
قدِ تو سرو و میانِ تو موی و گردن عاج

لبوں میں لعلِ بدخشاں، دہن میں آبِ خضر
قد اُس کا سرو، کمر بے وجود، گردن عاج

ازیں مرض بحقیقت کجا شفا یابم
کہ از تو دردِ دلِ من نمی رسد بعلاج

کسی طبیب سے کس طرح ہم اُمید رکھیں
کہ وہ بھی اب نہیں کر سکتا دردِ دل کا علاج

دہانِ تنگ تو دادہ باآبِ خضر بقا
لبِ چو قندِ تو برُد از نباتِ مصر رواج

دہانِ تنگ سے اُس کے ملی خضر کو بقا
رکھی ہے اُس کے لبوں نے نباتِ مصر کی لاج

چرا ہمی شکنی جانِ من ز سنگ دلی
دلِ ضعیف کہ ہست او بناز کی چو زجاج

نہ ٹوٹ جائے کہیں، رکھ سنبھال کر اسکو
بہت ضعیف ہے نازک ہے میرے دل کا زجاج

فتادہ در دلِ حافظ ہوائے چوں تو شہے
کمینہ بندۂ خاکِ درِ تو بودے کاج

ہوس ہے اُس شہِ خوباں کی دل میں حافظ کے
ہزار شاہ بنے ایک غلام جس کے آج

از منِ سوختہ آں یار نمی پرسد ہیچ
خبرے زیں دلِ انگار نمی پرسد ہیچ

عاشقِ سوختہ کو یار نہ پوچھے ہے کچھ
حالِ زارِ دلِ افگار نہ پوچھے ہے کچھ

اُو طبیبِ من و من خستہ و بیمارِ غمش
چہ طبیبے ست کہ بیمار نمی پرسد ہیچ

وہ معالج ہے، میں بیمار ہوں جس کے باعث
وہ مسیحا مرا آزار نہ پوچھے ہے کچھ

دی طبیبے بسرم آمد و احوالم دید
گفت چونست ترا یار نمی پرسد ہیچ

کر کے تشخیص معالج نے یہ پوچھا مجھ سے
بات کیا ہے کہ ترا یار نہ پوچھے ہے کچھ

جانم از فرقتِ رویش بلب آمد صد بار
کہ ازیں دل شدہ آں یار نمی پرسد ہیچ

جاں بلب آتی ہے صد بار مری فرقت میں
حال اک بار بھی وہ یار نہ پوچھے ہے کچھ

دوش در خواب چو من ماہِ رُخِ او دیدم
گفت گہ گاہ ترا یار نمی پرسد ہیچ

رات کو خواب میں دیتا ہے تسلی لیکن
صبح ہوتا ہوں جو بیدار نہ پوچھے ہے کچھ

اے طبیبِ ازلی یک نظرے کن مارا
حافظِ سوختہ را یار نمی پرسد ہیچ

اے طبیبِ ازلی ایک نظر حافظ پر
پیار کر کے اُسے بیمار نہ پوچھے ہے کچھ

آں کیست کز روئے کرم با من وفاداری کند
برجائے بدکارے چو من یکدم نکوکاری کند

کیا ہے کوئی معشوق جو عہدِ وفاداری کرے
اک عاشقِ بدکار سے بھی جو نکوکاری کرے

اوّل بہ بانگِ نائی و دف گوید بمن پیغامِ وے
وانگہ بیک پیمانہ مے با من ہواداری کند

پیغام بھیجے رنگ کے اور ساتھ بانگِ چنگ کے
دے مجھ کو اک پیمانہ مے کچھ میری غمخواری کرے

دلبر کہ جاں فرسود ازو کامِ دلم نکشود ازو
نومید نتواں بود ازو باشد کہ دلداری کند

وہ دل شکن، دلبر ہے جو، جاں سوز جاں افزا ہے جو
نومید تو اے دل نہ ہو، شاید کہ دلداری کرے

گفتم گرہ نکشودہ ام زاں طرّہ تا من بودہ ام
گفتا منش فرمودہ ام تا با تو طرّاری کند

اللہ یہ زلفِ صنم، ہیں جس میں صد جور و ستم
دکھلا کے اپنے پیچ و خم، کیا کیا نہ طرّاری کرے

پشمینہ پوشِ تند خو کز عشق نشنید ست بو
از مستیش رمزے بگو تا ترکِ ہشیاری کند

پشمینہ پوشِ تند خو جس میں نہیں الفت کی بو
دیدو اُسے جام و سبو تا ترکِ ہشیاری کرے

چوں من گدائے بے نشاں مشکل بود یارِ فلاں
سلطاں کجا عیشِ نہاں باِرندِ بازاری کند

مجھ سا فقیرِ بے نشاں کیسے بنے یارِ فلاں
سلطان کیوں عیشِ نہاں با رندِ بازاری کرے

زاں طرّۂ پر پیچ و خم سہل است اگر بینم ستم
از بند و زنجیرش چہ غم آں کس کہ عیاری کند

وہ گیسوئے پُر پیچ و خم، وہ بند و زنجیرِ الم
بھر بھر کے دلداری کا دم کیسی یہ عیاری کرے

شد لشکرِ غم بے عدد از بخت میخواہم مدد
تا فخرِ دیں عبد الصمد باشد کہ غمخواری کند

ہے لشکرِ غم بے عدد، میں بخت سے چاہوں مدد
تا فخرِ دیں عبد الصمد شاید کہ غم خواری کرے

با چشمِ پُر نیرنگِ او حافظ مکن آہنگِ او
کاں طرّۂ شب رنگِ او بسیار مکّاری کند

اس آنکھ میں نیرنگ ہے، حافظ عجب آہنگ ہے
وہ طرّۂ شب رنگ ہے بسیار مکّاری کرے

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

مٹی کو اک نگاہ سے جو کیمیا کریں
ہم پہ بھی ایک چشمِ عنایت ذرا کریں

دردم نہفتہ بہ ز طبیبانِ مُدّعی
باشد کہ از خزانۂ غیبم دوا کنند

دنیا میں کچھ علاج نہیں درد کا مرے
شاید فرشتے موت کے ہی کچھ دوا کریں

معشوق چوں نقاب ز رخ بر نمیکشد
ہر کس حکایتے بہ تصوّر چرا کنند

چہرے سے جب نقاب اٹھاتا نہیں ہے وہ
اُس کا بیانِ حسن، تصوّر سے کیا کریں

چوں حسنِ عاقبت نہ برندی و زاہدیست
آں بہ کہ کارِ خود بر عایت رہا کنند

کام آخرت میں جبکہ نہ رندی نہ زہد آئے
لازم ہے ہم پہ، رحم کی اُس کے دُعا کریں

بیمعرفت مباش کہ در من یزیدِ عشق
اہلِ نظر معاملہ با آشنا کنند

بے معرفت نہ ہو کہ یہ بازارِ عشق ہے
اہلِ نظر معاملہ با آشنا کریں

بگذر ز کوئے میکدہ تا زمرۂ حضور
اوقاتِ خود ز بہرِ تو صرفِ دعا کنند

ہے میکدہ یہ ایسا کہ گزرے یہاں سے جو
اُس کے لئے ہزار فرشتے دُعا کریں

پیراہنے کہ آید ازو بوئے یوسفم
ترسم برادرانِ غیورش قبا کنند

آتی ہے جب کسی سے مجھے بوئے یوسفی
ڈرتا ہوں چاک بھائی نہ اُس کی قبا کریں

گر سنگ ازیں حدیث بنالد عجب مدار
صاحبدلاں حکایتِ دل خوش ادا کنند

پتھر بھی سُن کے حال جو روئے عجب نہیں
دل والے ہی حکایتِ دل خوب ادا کریں

حالے درونِ پردہ بے فتنہ می رود
تا آں زماں کہ پردہ برافتد چہا کنند

ہیں فتنہ خیز پردے میں رہ کے جو اس قدر
آئیں برونِ پردہ قیامت بپا کریں

پنہاں زحاسداں بخودم خواں کہ منعماں
خیرِ نہاں برائے رضائے خدا کنند

چھپ کے تو حاسدوں سے بلالے کہ نیک دل
خیرِ نہاں برائے رضائے خدا کریں

مے خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب
بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنند

مے پی کہ وہ گناہ جو در پردہ ہو، بھلا
اُس زہد سے جو شیخ بروو ریا کریں

حافظ مدام وصل میسر نمی شود
شاہاں کم التفات بحالِ گدا کنند

حافظ کسی کو ملتا نہیں وصلِ دائمی
ہم چاہے جتنی اس کی تمنا کیا کریں

آنکہ رخسارِ ترا رنگِ گل و نسریں داد
صبر و آرام تو اند بمنِ مسکیں داد

جب رُخِ یار کو رنگِ گل نسرین دیا
صبر و آرام نہ کیوں در دلِ مسکین دیا

و آنکہ گیسوئے ترا رسمِ تطاول آموخت
ہم تو اند کرمش دادِ منِ غمگیں داد

ریشمی زلف کے پیچوں میں رکھے جور و ستم
اور سینے میں ہمیں اک دلِ غمگین دیا

من ہمہ روز ز فرہاد طمع ببریدم
کہ عنانِ دلِ شیدا بکفِ شیریں داد

جانِ فرہاد سے مایوس ہوئے ہم جب سے
اُس نے دل کو بکفِ خسرو و شیرین دیا

گنج زر گر نبود گنجِ قناعت باقیست
آنکہ آں داد بشاہاں بگدایاں ایں داد

گنجِ زر گر نہ سہی گنجِ قناعت تو بہت
ہم فقیروں کے لئے باعثِ تسکین دیا

خوش عروسیست جہاں از رہِ صورت لیکن
ہر کہ پیوست بدُو عمرِ خودش کابیں داد

یہ جہاں ایک دُلھن ہے کہ ہوا جو اس کا
عوضِ مہر اُسے عمر کا کابین دیا

بعد ازیں دستِ من و دامنِ آں سروِ بلند
خاصہ اکنوں کہ صبا مژدۂ فروردیں داد

ڈھونڈتی آنکھ ہے گل رخ کو صبا نے جب سے
مژدۂ فصلِ گل و موسمِ رنگین دیا

در غم و غصۂ دوراں دلِ حافظ خوں شد
از فراقِ رخت اے خواجہ قوام الدیں داد

غمِ دوراں نے کیا خونِ جگر حافظ کا
جب اک شوخ کو اُس نے دلِ مسکین دیا

آں یار کزو خانۂ ما جائے پری بود
سر تا بقدم چوں پری از عیب بری بود

وہ یار کہ گھر جس سے مرا قصرِ پری تھا
پریوں کی طرح عیب سے بالکل وہ بری تھا

دل گفت فروکش کنم ایں شہر بہ بویش
بیچارہ ندانست کہ یارش سفری بود

جس شہر میں جا کر میں بسا یار کی خاطر
معلوم ہوا وہ تو وہاں بھی سفری تھا

منظورِ خردمندِ من آں ماہ کہ او را
در حسنِ ادب شیوۂ صاحب نظری بود

تھا یارِ خردمند مرا چاند وہ جس کو
در حسنِ ادب شیوۂ صاحب نظری تھا

از چنگِ منش اخترِ بد مہر بدر کرد
آرے چکنم آفتِ دورِ قمری بود

اک اخترِ بد مہر نے چھینا اُسے مجھ سے
قسمت تھی مری آفتِ دورِ قمری تھا

عذرے بنہ ایدل کہ تو درویشی و او را
در مملکتِ حسن سرِ تاجوری بود

جائز ہے فقیروں کی اگر کی نہیں پرسش
اُس حسن کے خسرو کو سرِ تاجوری تھا

خوش بود لبِ آب و گل و سبزہ و لیکن
افسوس کہ آں گنج رواں رہگذری بود

اچھے تو لبِ جو و گل و سرو تھے لیکن
افسوس کہ وہ سروِ رواں رہگزری تھا

خود را بکشد بلبل ازیں غصہ کہ گل را
با بادِ صبا وقتِ سحر جلوہ گری بود

بلبل جلا کیوں رشک میں بادِ سحری کے
گلشن میں سدا شیوۂ گل جلوہ گری تھا

اوقاتِ خوش آں بود کہ با دوست بسر شد
باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

تھا وقت وہی یار کی صحبت میں جو گزرا
جو اور تھا بے حاصل و بے خبری تھا

تنہا نہ زرازِ دلِ من پردہ برافتاد	اک ہم ہی نہ تھے راز ہوا فاش کہ جن کا
تا بود فلک شیوۂ او پردہ دری بود	جب سے تھا فلک طورِ فلک پردہ دری تھا
ہر گنجِ سعادت کہ خدا داد بہ حافظ	ہر گنجِ سعادت جو ملا تھا تجھے حافظ
از یُمنِ دعائے شب و وردِ سحری بود	تاثیرِ دعائے شب و وردِ سحری تھا

بلبلے خونِ جگر خورد و گلے حاصل کرد
بادِ غیرت بصدش حالِ پریشاں دل کرد

ایک پل بلبل نے وصلِ گل اگر حاصل کیا
مدّتوں فرقت نے کیسا پھر پریشاں دل کیا

طوطئے را بہوائے شکرے دل خوش بود
ناگہش سیلِ فنا نقشِ امل باطل کرد

تھا بہت بلبل مگن اس کا مگر نقشِ امل
کس طرح سیلِ فنا نے ناگہاں باطل کیا

قرۃ العینِ من آں میوۂ دل یادش باد
کہ خود آساں بشد و کارِ مرا مشکل کرد

موت نے اے جانِ من مشکل تری آسان کی
مر کے تُو نے زندگی کو میری کیوں مشکل کیا

سارباں بارِ من افتاد خدا را مددے
کہ امیدِ کرمم ہمرہِ ایں محمل کرد

گر پڑا ہے بوجھ میرا، کر مدد اے سارباں!
مجھ کو امیدِ کرم نے ہمرہِ محمل کیا

روئے خاکی و نمِ چشمِ مرا خوار مدار
چرخِ فیروزہ طربخانہ ازیں کہگل کرد

خاک کو چہرے کی میرے آنسوؤں میں گوندھ کر
چرخ نے اپنے طرب خانے کا اک کہگل کیا

آہ و فریاد کہ از چشمِ حسودِ مہ و مہر
در لحد ماہِ کماں ابروئے من منزل کرد

چاند سورج کے حسد سے جل بجھا ابرو کماں
قبر کی مٹی کو اپنی آخری منزل کیا

نزدی شاہ رخ و فوت شد امکاں حافظ
چہ کنم بازیِ ایام مرا غافل کرد

چال تھی حافظ کی لیکن چرخ بازی لے گیا
گردشِ ایام نے کچھ یوں اُسے غافل کیا

بتے دارم کہ گردِ گل ز سنبل سائباں دارد
بہارِ عارضش خطّے بخونِ ارغواں دارد

رُخِ گلرنگِ بت پر زلفِ سنبل سائباں رکھے
بہارِ عارض کی رنگ اپنا بخونِ ارغواں رکھے

غبارِ خط نہ پوشانید خورشیدِ رُخش یارب
حیاتِ جاودانش دہ کہ حسنِ جاوداں دارد

غبارِ عمر میں یارب چھپے مت مہرِ رُخ اُس کا
حیاتِ دائمی دے تا وہ حسنِ جاوداں رکھے

چو عاشق می شدم گفتم کہ بُردم گوہرِ مقصود
ندانستم کہ ایں دریا چہ موجِ بیکراں دارد

بہت آسان جانا گوہرِ مقصود کا ملنا
نہیں معلوم تھا دریا یہ موجِ بیکراں رکھے

چو در رویت بخندد گل، مشو در دامش اے بلبل
کہ بر گل اعتمادے نیست گو حسنِ جواں دارد

گُلِ خنداں کے دامِ عشق میں مت آئیو بُلبل
بھروسہ کچھ نہیں کتنا ہی وہ حسنِ جواں رکھے

خدارا داد من بستاں ازو اے شحنۂ مجلس
کہ مے با دیگراں خوردست و با من سرگراں دارد

یہ کیا انصاف ہے یارب کہ ساری رات وہ ظالم
پیے مے بیٹھ کے غیروں میں، مجھ سے سرگراں رکھے

چو دامِ طرّہ افشاند بگردِ خاطرِ عاشق
بغمّازِ صبا گوید کہ رازِ من نہاں دارد

بکھیرے خود ہی دامِ زلف سے خاکِ دلِ عاشق
کہے پھر خود صبا سے، راز وہ اُس کا نہاں رکھے

زخوفِ ہجرم ایمن کن اگر امیدِ آں داری
کہ از چشمِ بد اندیشاں خدایت در اماں دارد

بچا خوفِ شبِ تاریکِ ہجراں سے مجھے اے جاں
خدا تجھ کو بچائے چشمِ بد سے در اماں رکھے

چہ افتاد ست دریں رہ کہ ہر سلطانِ معنی را
دریں درگاہ می بینم کہ سر بر آستاں دارد

ہوا کیا عشق کی رہ میں ہے یارب حق شناسوں کو
کہ اس درگاہ میں بیٹھے ہیں سر بر آستاں رکھے

بفتراک ار ہمی بندی خدا را زود صیدم کن
کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیاں دارد

ہے گر فتراک ہی میں ڈالنا، صیاد جلدی کر
کہ مشکل میں، تری تاخیر، اِن صیدوں کی جاں رکھے

زِ سروِ قدِّ دلجویت مکن محروم چشمم را
بدیں سرچشمہ اش بنشاں کہ خوش آبِ رواں دارد

نہ کر محروم میری چشمِ نم اُس سروِ دلجو سے
ترو تازہ جسے ہر دم مرا آبِ رواں رکھے

زِ چشمت جاں نشاید برد کز ہر سو ہمی بینم
کمیں از گوشہ کردست و تیر اندر کماں دارد

بچاؤں کس طرح میں جان چشمِ مست سے اُس کی
لگائے گھات جو ہے، تیر جو اندر کماں رکھے

بیفشاں جرعۂ بر خاک و حالِ اہلِ شوکت بیں
کہ از جمشید و کیخسرو ہزاراں داستاں دارد

بیادِ اہلِ شوکت ایک جرعہ خاک پر پھینکو
کہ یہ جمشید و کیخسرو ہی کی ساری داستاں رکھے

چہ عذر از بختِ خود گویم کہ آں عیارِ شہر آشوب
بہ تلخی کُشت حافظ را و شکر در دہاں دارد

کروں کیا بخت کا شکوہ اگر وہ شوخِ دل آرا
بہ تلخی جانِ حافظ لے، و لے شیریں زباں رکھے

بریدِ بادِ صبا دوشم آگہی آورد
کہ روزِ محنت و غم رو بکوتہی آورد

زہے نصیب صبا شب جو آگہی لائی
وہ روزِ محنت و غم رو بکوتہی لائی

بمطربانِ صبوحی دہیم جامۂ پاک
بدیں نوید کہ بادِ سحرگہی آورد

مصلّا اپنا دیا مطربِ صبوحی کو
نوید سن کے جو بادِ سحرگہی لائی

نسیمِ زلفِ تو شد خضرِ راہم اندر عشق
زہے رفیق کہ بختم بہ ہمرہی آورد

نسیمِ زلف بنی خضرِ راہ الفت میں
زہے رفیق جو قسمت بہ ہمرہی لائی

بیا بیا کہ طہورِ بہشت را رضواں
دریں جہاں ز برائے دلِ رہی آورد

اُٹھو کہ شوخیٔ رضواں بہشت کا مشروب
جہاں میں آج برائے دلِ رہی لائی

بخیرِ خاطرِ ما کوش کایں کلاہِ نمد
بسے شکست کہ بر افسرِ شہی آورد

بھلائی کر کہ یہ اُونی کلاہِ درویشی
بہت شکستگی بر افسرِ شہی لائی

رساند رایتِ منصور بر فلک حافظؔ
چو التجا بجنابِ شہنشہی آورد

بلند پرچمِ منصور کر گئی حافظؔ
وہ التجا جو تجھے بر درِ شہی لائی

بوئے خوشِ تو ہر کہ ز بادِ صبا شنید
از یارِ آشنا سخنِ آشنا شنید

بادِ صبا سے جو بھی ترا ماجرا سنے
از یارِ آشنا سخنِ آشنا سنے

اینش سزا نبود دلِ حق گزارِ من
کز غمگسارِ خود سخنِ ناسزا شنید

ناحق سزا ملے ہے دلِ حق گزار کو
غمخوار سے وہ جب سخنِ ناسزا سنے

ما بادہ زیرِ خرقہ نہ امروز می خوریم
صد بار پیرِ میکدہ ایں ماجرا شنید

پی میں نے آج ہی نہیں خرقے کی آڑ میں
لوگوں نے ایسے قصّے مرے بارہا سنے

یارب کجاست محرمِ رازے کہ یکزماں
دل شرحِ آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید

دے رازداں خدا مجھے ایسا جو بیٹھ کر
میری حکایتِ دلِ بے مدعا سنے

ساقی بیا کہ عشق ندا می کند بلند
آنکس کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید

ساقی سناؤں کس کو حکایاتِ عاشقی
قصّہ مرا نہ کوئی جو میرے سوا سنے

نشنید ہر چہ گفتم و بگذشت ویں عجب
سلطاں شنیدہ ام کہ حدیثِ گدا شنید

اس نے سنی نہ بات مری اور چلا گیا
سلطان ہے وہی جو حدیثِ گدا سنے

ہر شام ماجرائے من و دل شمال گفت
ہر صبح گفتگوئے من و او صبا شنید

ہر شام مژدہ وصل کا بادِ نسیم دے
ہر صبح شکوہ ہجر کا بادِ صبا سنے

سرِّ خدا کہ عارفِ سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

اسرارِ پردہ دار کی ہو جس کو جستجو
جا کے وہ میفروش کی باتیں ذرا سنے

اے شاہِ حسن چشم بحالِ گدا فگن
کیں گوش بس حکایتِ شاہ و گدا شنید

اے شاہِ حسن! مجھ پہ اگر تو کرے نظر
سارا جہان قصۂ شاہ و گدا سُنے

خوش می کنم بہ بادۂ مشکیں مشامِ جاں
کز دلق پوشِ صومعہ بوئے ریا شنید

خوشبوئے مے سے کر تو مُعطّر مشامِ جاں
زاہد کی جب حکایتِ مکر و ریا سُنے

ما مے بنانگِ چنگ نہ امروز می کشیم
بس دیر شد کہ گنبدِ چرخ ایں صدا شنید

پیتا بنا نگِ چنگ میں کچھ آج ہی نہیں
مدت سے یہ ہی گنبدِ ازرق صدا سُنے

پندِ حکیم عینِ صواب ست و محضِ خیر
فرخندہ بخت آنکہ بسمعِ رضا شنید

پندِ حکیم، عینِ نکوئی و راستی
فرخندہ بخت وہ جو بگوشِ رضا سُنے

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس
دربندِ آں مباش کہ نشنید یا شنید

حافظ دعائیں مانگنا ہے کام آپ کا
کیجے نہ فکر کون سنے اور کیا سُنے

پیش ازنیت بیش ازیں غمخواریِ عُشّاق بود
مہرورزیِ تو با ما شہرۂ آفاق بود

وقت تھا ایسا بھی، وہ خود مائلِ عشاق تھا
لطفِ بے مقدار اُس کا شہرۂ آفاق تھا

یاد باد آں صحبتِ شبہا کہ با زلفِ توام
بحثِ سِرِّ عشق و ذکرِ حلقۂ عُشّاق بود

یاد ہے راتوں کی وہ صحبت تری زلفوں کے ساتھ
بحثِ سِرِّ عشق و ذکرِ حلقۂ عشاق تھا

حسنِ مہرویانِ مجلس گرچہ دل می برد و دیں
عشقِ ما بر لطفِ طبع و خوبیِ اخلاق بود

حسنِ مہرویانِ مجلس نے لیے گر دین و دل
دلربا کچھ کم نہ اُن کا لطفِ خوش اخلاق تھا

از دمِ صبحِ ازل تا آخرِ شامِ ابد
دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود

از دمِ صبحِ ازل تا آخرِ شامِ ابد
انحصارِ دوستی اک عہد، اک میثاق تھا

سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد
ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

سایۂ معشوق عاشق پر پڑا تو کیا ہوا
اُس کا شیدائی تھا میں، وہ بھی میرا مشتاق تھا

بر درِ شاہم گدائے نکتۂ در کار کرد
گفت بر ہر خواں کہ بنشستم خدا رزّاق بود

اک فقیرِ بے نوا جاتا دروں پر تھا مگر
خوان پر شاہوں کے بھی اُس کا خدا رزّاق تھا

در شبِ قدر ار صبوحی کردہ ام عیبم مکن
سرخوش آمد یار و جامے بر کنارِ طاق بود

قدر کی شب میں نے پی ہے عیب لیکن مت لگا
پاس تھا معشوق، شیشہ بر کنارِ طاق تھا

پیش ازایں کیں سقفِ سبز و طاقِ مینا برکشید
منظرِ چشمِ مرا ابروئے جاناں طاق بود

سقفِ سبز و طاقِ مینا بننے سے پہلے کہیں
ابروئے جاناں کے اندر میں نے دیکھا طاق تھا

رشتۂ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار
دستم اندر ساعدِ ساقیِ سیمیں ساق بود

رشتۂ تسبیح اگر ٹوٹا، تھی معذوری میری
ہاتھ اندر ساعدِ ساقیِ سیمیں ساق تھا

شعرِ حافظ در زمانِ آدم اندر باغِ خلد
دولتِ نسرین و گل را زینتِ اوراق بود

شعرِ حافظ عہدِ آدم میں بھی اندر خلد کے
دولتِ نسرین و گل تھا زینتِ اوراق تھا

ترسم کہ اشک در غمِ ما پردہ در شود
وین رازِ سر بمہر بعالم سمر شود

شدّت سے درد کی جو مرا دیدہ تر ہوا
سیلابِ خونِ غم کا مرے پردہ دَر ہوا

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر
آرے شود ولیک بخونِ جگر شود

کہتے ہیں لعل صبر سے بنتا ہے سنگ بھی
گر لعل وہ ہوا تو بخونِ جگر ہوا

خواہم شدن بمیکدہ گریان و داد خواہ
کز دستِ غم خلاصِ دل آنجا مگر شود

میخانے میں گیا تھا میں گریان و داد خواہ
جب اور کچھ نہ چارۂ دردِ جگر ہوا

ایں سرکشی کہ در سرِ سروِ بلندِ تست
کے با تو دستِ کوتہِ ما در کمر شود

تھی ایسی سرکشی ترے سروِ بلند کی
کوتاہ ہاتھ میرا کب اندر کمر ہوا

ایں قصرِ سلطنت کہ تواش ماہِ منظری
سرہا بر آستانۂ او خاکِ در شود

وہ قصرِ حسن جس کا ہے تو ماہِ منظری
سر کونسا ہے جو نہ وہاں خاکِ در ہوا

از ہر کنار تیرِ دعا کردہ ام رواں
باشد کزیں میانہ یکے کار گر شود

ہر سمت میں نے تیرِ تمنا کئے رواں
اُن میں سے ایک بھی نہ مگر کار گر ہوا

از کیمیائے مہرِ تو زر گشت روئے من
آرے بہ یمنِ ہمتِ تو خاک زر شود

کیوں کیمیائے مہر سے دل زر نہ ہو مرا
چشمِ کرم سے تیری تو پتھّر بھی زر ہوا

اے دل حدیثِ ما برِ دلدار عرضہ کن
لیکن چناں مکن کہ صبا را خبر شود

دلدار کو سنا تو دیا حالِ زارِ دل
دشمن بھی راز سے مرے پر باخبر ہوا

ای دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت
از شام صبح گردد و از شب سحر شود

اے دل شبِ فراق کا غم کیا کہ آخرش
صبحوں سے رات، رات سے نورِ سحر ہوا

در تنگنائے حیرتم از نخوتِ رقیب
یارب مباد آنکہ گدا معتبر شود

حیران ہوں تکبّرِ و زعمِ رقیب پر
کیا ہوگا، وہ گدا جو کہیں معتبر ہوا

بس نکتہ غیرِ حسن ببایدکہ تا کسے
مقبولِ طبعِ مردمِ صاحبِ نظر شود

بے حسنِ باطنی، کبھی کوئی حسین شخص
مقبولِ طبع، مردمِ صاحب نظر ہوا؟

مہرِ تو در درونم و عشقِ تو در سرم
با شیر در دروں شد و با جاں بدر شود

سر میں ترا خیال تھا، تصویر دل میں تھی
بے خود تھا پر نہ تجھ سے کبھی بے خبر ہوا

اے مردمانِ دیدہ مگرییدبعد ازیں
پائے خیالِ دوست مبادا کہ تر شود

آنکھوں نے غم میں اشک کے دریا بہادیے
پائے خیالِ یار و لے کچھ نہ تر ہوا

ایدل چو نافہ سرِ زلفش بدستِ تست
دم در کش ار نہ بادِ صبا را خبر شود

ڈالیں جو اُس کی زلفِ معنبر میں انگلیاں
مشکین آرزو کا چمن کس قدر ہوا

حافظ سر از لحد بدر آرد بپائے بوس
گر خاکِ او بہ پائے شما پے سپر شود

اُٹھ کر لحد سے چومے ہیں حافظ نے پائے یار
بھولے سے اُس کا قبر سے جب بھی گزر ہوا

تنت بہ نازِ طبیباں نیاز مند مباد
وجودِ نازکت آزردۂ گزند مباد

کبھی بنازِ طبیباں نیاز مند نہ ہو
وہ نازنیں کبھی آزردۂ گزند نہ ہو

سلامتِ ہمہ آفاق در سلامتِ تست
بہ ہیچ عارضہ شخصِ تو دردمند مباد

نہ دے ذرا بھی اُسے دردِ عاشقی یارب
وہ چاہے کتنا ہو بیدرد، دردمند نہ ہو

دریں چمن چو درآید خزاں بیغمائی
رہش بسروِ سہی قامتِ بلند مباد

چمن میں آئے خزاں جب تو راہ میں اُس کی
کبھی وہ سروِ سہی قامتِ بلند نہ ہو

درآں بساط کہ حسنِ تو جلوہ اندازد
مجالِ طعنۂ بدبینِ بدپسند مباد

جہاں بھی ناز سے یارب کرے وہ جلوہ گری
مجالِ طعنۂ بدبینِ بدپسند نہ ہو

جمالِ صورت و معنی بہ یُمنِ ہمتِ تست
کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد

جمالِ صورت و سیرت ہے جس کی برکت سے
وہ آشنائے الم، حسنِ دل پسند نہ ہو

ہر آنکہ روئے چو ماہت بچشمِ بد بیند
بر آتشِ تو بجز چشمِ او سپند مباد

جو اُس کے آتشیں رُخ پر نگاہ بد ڈالے
سوا اُس آنکھ کے آتش میں اور سپند نہ ہو

شفا ز گفتۂ شکر فشانِ حافظ جوی
کہ حاجتت بہ علاجِ گلاب و قند مباد

شفا جسے ملے شیریں بیانِ حافظ سے
اُسے قبولِ علاجِ گلاب و قند نہ ہو

جاں بے جمالِ جاناں میلِ جہاں ندارد
ہر کس کہ ایں ندارد حقا کہ آں ندارد

جاں بے جمالِ جاناں امن و اماں نہ رکھے
آرام دل نہ رکھے، تسکینِ جاں نہ رکھے

با ہیچ کس نشانے زاں دلستاں ندیدم
یا من خبر ندارم یا او نشاں ندارد

ملتا نہیں کہیں جب ہم کو نشانِ دلبر
یا ہم ہی بے خبر ہیں یا وہ نشاں نہ رکھے

ہر شبنمے دریں رہ صد موجِ آتشیں ست
دردا کہ ایں معما شرح و بیاں ندارد

الفت کی راہ میں تو شبنم بھی آتشیں ہے
افسوس یہ معما شرح و بیاں نہ رکھے

سر منزلِ قناعت نتواں ز دست دادن
اے سارباں فرو کش کایں رہ کراں ندارد

ایک منزلِ قناعت مل جائے تو ٹھہر جا
یہ دشتِ آرزو کا ورنہ کراں نہ رکھے

گر خود رقیب شمع ست احوال ازو بپوشاں
کاں شوخ سر بریدہ بندِ زباں ندارد

مت شمع کو بتاؤ الفت کا رازِ پنہاں
یہ شوخ سر بریدہ بندِ زباں نہ رکھے

ذوقِ چناں ندارد بے دوست زندگانی
بے دوست زندگانی ذوقِ چناں ندارد

ذوقِ جہاں نہ رکھے بے دوست زندگانی
بے دوست زندگانی شوقِ جواں نہ رکھے

احوالِ گنجِ قاروں کایام داد برباد
در گوشِ گل فرو خواں تا زر نہاں ندارد

دوراں نے کر دیا ہے برباد گنجِ قاروں
کہہ دو یہ گل سے اپنے زر کو نہاں نہ رکھے

آنرا کہ خواندی استاد گر بنگری بہ تحقیق
صنعت گریست اما طبعِ رواں ندارد

استاد شاعری کا کہتے ہیں لوگ جس کو
صنعت گری کرے ہے، طبعِ رواں نہ رکھے

چنگِ خمیدہ قامت میخواندت بعشرت
بشنو کہ پندِ پیراں ہیچت زیاں ندارد

چنگِ خمیدہ قامت دیوے اگر بلاوا
اک پندِ پیر سن لو کچھ یہ زیاں نہ رکھے

اے دل طریقِ رندی از محتسب بیاموز
مست ست و درحقِ او کس ایں گماں ندارد

اے دل طریقِ رندی تو سیکھ محتسب سے
ہے مست اور اس پر کوئی گماں نہ رکھے

کس در جہاں ندارد یک بندہ چو حافظ
زیرا کہ چوں تو شاہے کس در جہاں ندارد

تجھ سا غلام حافظ کوئی نہیں جہاں میں
اُس جیسا بادشہ بھی کوئی جہاں نہ رکھے

جمالت آفتابِ ہر نظر باد
ز خوبی روئے خوبت خوب تر باد

تیری زیبائی، مہرِ ہر نظر ہے
تیری رعنائی، سب سے خوب تر ہے

ہمائے اوجِ شاہیں شہپرت را
دلِ شاہانِ عالم زیرِ پر باد

ہمائے اوجِ شاہیں اللہ اللہ
دلِ شاہانِ عالم زیرِ پر ہے

دلے کو بستۂ زلفت نباشد
ہمیشہ غرقۂ خونِ جگر باد

اسیرِ زلفِ جاناں گر نہیں دل
ہمیشہ غرقۂ خونِ جگر ہے

بتا چوں غمزہ ات ناوک کشاید
دلِ مجروحِ من پیشش سپر باد

ترا تیرِ نظر چلنے سے پہلے
میرا زخمی جگر پیش از سپر ہے

چو لعلِ شکرینت بوسہ بخشد
مذاقِ جانِ من زو پرشکر باد

تمنا میں لبِ شکر فشاں کی
مذاقِ جان میرا پُرشکر ہے

مرا از تست ہر دم تازہ عشقے
ترا ہر ساعتے حسنِ دگر باد

ترے دم سے ہے ہر دم عشق تازہ
ترا ہر لمحہ اک حسنِ دگر ہے

کسے کو کشتۂ رویت نباشد
چو زلفت درہم و زیر و زبر باد

جو دل زلفِ پریشاں میں نہ اُلجھا
پریشاں ہے بہت، زیر و زبر ہے

بجاں مشتاقِ روئے تست حافظ
ترا بر حالِ مشتاقاں نظر باد

بجاں مشتاق تیرے رُخ کا حافظ
کہ مشتاقوں ہی پر تیری نظر ہے

چو باد عزم سر کوئے یار خواہم کرد — صبا میں عزم سر کوئے یار کرتا ہوں
نفس بہ بوئے خوشش مشکبار خواہم کرد — بہ بوئے زلف نفس مشکبار کرتا ہوں

ہر آبروئے کہ اندوختم ز دانش و دیں — وہ آبرو جو ملی تھی مجھے بہ دانش و دیں
نثارِ خاکِ رہِ آں نگار خواہم کرد — جنوں کی ایک نگہ پر نثار کرتا ہوں

بہرزہ بے مے و معشوق عمر میگذرد — یہ سوچ سوچ کے سود اب کے بار ہو شاید
بطالتم بس از امروز کار خواہم کرد — میں دل رباؤں سے بچ کر کاروبار کرتا ہوں

صبا کجاست کہ ایں جانِ خوں گرفتہ چو گل — صبا میں گل کی طرح جانِ خوں گرفتہ کو
فدائے نکہتِ گیسوئے یار خواہم کرد — فدائے نکہتِ گیسوئے یار کرتا ہوں

چو شمعِ صبح دمم شد ز مہرِ او روشن — یہ زندگی ہوئی واضح، تری محبت سے
کہ عمر در سرِ ایں کاروبار خواہم کرد — مثالِ شمعِ سحر، کاروبار کرتا ہوں

بیادِ چشمِ تو خود را خراب خواہم ساخت — تباہ زندگی کر کے میں تیری الفت میں
بنائے عہدِ قدیم استوار خواہم کرد — بنائے عہدِ قدیم استوار کرتا ہوں

نفاق و زرق نہ بخشد صفائے دل حافظ — صفائے دل نہیں مکر و فریب میں حافظ
طریقِ رندی و عشق اختیار خواہم کرد — طریقِ رندی و عشق اختیار کرتا ہوں

چہ مستی ست ندانم کہ رو بما آورد
کہ بود ساقی و ایں بادہ از کجا آورد

کہاں سے نشہ یہ ہم آج دل فزا لائے
یہ اہلِ میکدہ کیا جام میں ملا لائے

دلا چو غنچہ شکایت ز بختِ بستہ مکن
کہ بادِ صبح نسیمِ گرہ کشا آورد

کھلا نہ غنچۂ قسمت تو غم نہ کرے دل
کہ بادِ صبح نسیمِ گرہ کشا لائے

رسیدنِ گل و نسریں بخیر و خوبی باد
بنفشہ شاد و خوش آمد سمن صفا آورد

چمن میں آمدِ نسریں بخیر و خوبی ہو
بنفشہ شاد و خوش آئے، سمن صفا لائے

علاجِ ضعفِ دلِ ما کرشمۂ ساقی ست
برآر سر کہ طبیب آمد و دوا آورد

ہے ضعفِ دل کا مداوا کرشمۂ ساقی
ہزار ناز سے آئے وہ اور دوا لائے

صبا بخوش خبری ہدہدِ سلیمان ست
کہ مژدۂ طرب از گلشنِ سبا آورد

صبا بخوش خبری ہدہدِ سلیماں ہے
کہ مژدۂ طرب از گلشنِ سبا لائے

چہ راہ میزند ایں مطربِ مقام شناس
کہ درمیانِ غزل قولِ آشنا آورد

محل شناس ہوا آج اس قدر مطرب
کہ درمیانِ غزل قولِ آشنا لائے

تو نیز بادہ بچنگ آر و راہِ صحرا گیر
کہ مرغِ نغمہ سرا سازِ خوش نوا آورد

شراب و چنگ اٹھاؤ چلو بیاباں میں
کہ مرغِ نغمہ سرا سازِ خوش نوا لائے

مریدِ پیرِ مغانم ز من مرنج اے شیخ
چرا کہ وعدہ تو کردی و او بجا آورد

مرید پیرِ مغاں ہم ہیں غم نہ کر زاہد
تو محض وعدے کرے اور وہ دوا لائے

فلک غلامیِ حافظ کنوں بطوع کند
کہ التجا بہ درِ دولتِ شما آورد

کرے غلامیِ حافظ نہ آسماں کیوں جب
وہ آپ کے درِ دولت پہ التجا لائے

خوش آمد گل وزآں خوشتر نباشد　　فضائے فصلِ گل بہتر نہیں ہے
کہ در دستت بجز ساغر نباشد　　جو ہاتھوں میں ترے ساغر نہیں ہے

زمانِ خوشدلی دریاب دریاب　　زمانِ عیش ہاتھوں ہاتھ لینا
کہ دائم در صدف گوہر نباشد　　کہ دائم در صدف گوہر نہیں ہے

غنیمت داں مے خور در گلستاں　　غنیمت جان اور پی مے چمن میں
کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد　　کہ گل تا ہفتۂ دیگر نہیں ہے

عجب راہیست راہِ عشق کانجا　　رہِ الفت عجب ہے راہ جس میں
کسے سر برکند کش سر نباشد　　وہ بالا سر ہے جس کے سر نہیں ہے

بشوئی اوراق اگر ہمدرسِ مائی　　کتابیں پھینک بن ہمدرس میرا
کہ علمِ عشق در دفتر نباشد　　کہ علمِ عشق در دفتر نہیں ہے

زمن بنیوش و دل در شاہدے بند　　دے زیور جان و دل کا اس حسیں کو
کہ حسنش بستۂ زیور نباشد　　جسے کچھ حاجتِ زیور نہیں ہے

بیا اے شیخ در خمخانۂ ما　　چلے اے شیخ خُم خانے میں میرے
شرابے خور کہ در کوثر نباشد　　وہ بادہ جو کہ در کوثر نہیں ہے

ایا پُر لعل کردہ جامِ زریں　　مرے ساقی! مجھے بھی لعل بادہ
ببخشا بر کسے کش زر نباشد　　جو میرے پاس جامِ زر نہیں ہے

شراب بے خمارم بخش ساقی
کہ با او ہیچ دردِ سر نباشد

ہمیں بخشی ہے مے ساقی نے ایسی
ہے جس میں کیف، دردِ سر نہیں ہے

بنام ایزد بتِ سیمیں تنم ہست
کہ در بت خانۂ آزر نباشد

یہ میرا سیم تن بت ہے ایسا
کہ دربت خانۂ آزر نہیں ہے

من از جاں بندۂ سلطان اویسم
اگرچہ یادش از چاکر نباشد

ہوں دل سے بندۂ سلطان اویس اک
انھیں گو یاد یہ چاکر نہیں ہے

بتاجِ عالم آرایش کہ خورشید
چنیں زیبندۂ افسر نباشد

وہ تاجِ عالم آرا جس کے آگے
یہ سورج لائقِ افسر نہیں ہے

کسے گیرد خطا در نظمِ حافظ
کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد

نکالے عیب جو حافظ کے فن میں
لطافت اُس میں ذرہ بھر نہیں ہے

دلبر برفت و دلشدگاں را خبر نکرد	جانے کی اپنے اس نے کسی کو خبر نہ کی
یادِ حریفِ شہر و رفیقِ سفر نکرد	یادِ حریفِ شہر و رفیقِ سفر نہ کی
یا بختِ من طریقِ محبت فروگذاشت	یا میرا بخت بھول گیا طرزِ عشق یا
یا او بشاہراہِ حقیقت گذر نکرد	اُس نے بہ شاہراہِ حقیقت گزر نہ کی
من ایستادہ تا کنمش جاں فدا چو شمع	میں شمع بن کے راہ میں اُس کی کھڑا رہا
او خود گذر بمن چو نسیمِ سحر نکرد	اس نے نسیم بن کے بھی یاں سے گزر نہ کی
گفتم مگر بہ گریہ دلش مہرباں کنم	چاہا خفا کا دل ذرا نالے سے مہرباں
در سنگِ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد	تاثیر کوئی سنگ پہ باراں نے پر نہ کی
ہر کس کہ دید روئے تو بوسید چشمِ من	جس نے وہ عکس دیکھا میری آنکھ چوم لی
کارے کہ کرد دیدۂ من بے نظر نکرد	بے سود میں نے عشق میں کچھ چشمِ تر نہ کی
در حیرتم کہ بہرچہ شد ہمدمِ رقیب	حیرت ہے کس طرح وہ ہوا ہمدمِ عدو
خرمہرہ ہیچ کس چو قرینِ گہر نکرد	کوڑی کبھی کسی نے قرینِ گہر نہ کی
مرغِ دل ار چہ بال و پرش غم بسوخت ست	دل جل کے خاک ہو گیا اُس کے فراق میں
سودائے خامِ عاشقی از سر بدر نکرد	دیوانگیِ عشق مگر سر بدر نہ کی
کلکِ زباں بریدۂ حافظ در انجمن	کلکِ زباں بریدۂ حافظ نے بزم میں
باکس نگفت رازِ تو تا ترکِ سر نکرد	بات ایک رازِ عشق کی تا قطعِ سر نہ کی

دل از من برد و رُو از من نہاں کرد	تُو دل لے کے جو کرتا رُخ نہاں ہے
خدارا با کہ ایں بازی تواں کرد	ستم کرتا یہ کیا لے میری جاں ہے
شبِ تنہائیم در قصدِ جاں بود	شبِ تنہائی لیے جان لیکن
خیالش لطف ہائے بیکراں کرد	تصور تیرا دیوے لطفِ جاں ہے
چرا چوں لالہ خونیں دل نباشم	بہ رنگِ لالہ دل ہوتا ہے خوں میں
کہ با من نرگسِ او سرگراں کرد	جو ہوتی چشمِ نرگس سرگراں ہے
صبا گر چارہ داری وقت وقت ست	صبا چارہ گری کر کچھ خدارا
کہ دردِ اشتیاقم قصدِ جاں کرد	کہ کرتا دردِ الفت قصدِ جاں ہے
کرا گویم کہ با ایں دردِ جانسوز	غمِ جاں سوز دے کر وہ مسیحا
طبیبم قصدِ جانِ ناتواں کرد	کرے اک قصدِ جانِ ناتواں ہے
بداں ساں سوخت چوں شمعم کہ بر من	کرے یوں سوختہ دیکھے جو مجھ کو
صراحی گریہ و بربط فغاں کرد	صراحی گریہ اور بربط فغاں ہے
میانِ مہرباناں کے تواں گفت	کسی سے کیا کہیں ہم کس طرح تُو
کہ یارِ من چنیں گفت و چناں کرد	کہے کیا اور کرے کیا میری جاں ہے
عدو با جانِ حافظ آں نکردے	عدو نے بھی نہ حافظ سے کیا جو
کہ تیرِ چشمِ آں ابرو کماں کرد	کرے آنکھوں سے وہ ابرو کماں ہے

دست در حلقۂ آں زلفِ دوتا نتواں کرد
تکیہ بر عہدِ تو و بادِ صبا نتواں کرد

ہاتھ اندر خمِ گیسوئے دوتا کیونکر ہو
مطمئن دل مرا لے بادِ صبا کیونکر ہو

آنچہ سعی ست من اندر طلبت بنمودم
ایں قدر ہست کہ تغییرِ قضا نتواں کرد

ہوں طلبگار ترا کرتا تو کوشش ہوں بہت
نہ ہو تقدیر میں جب وصل ترا کیونکر ہو

دامنِ دوست بصد خونِ دل افتاد بدست
بفسونے کہ کند خصم رہا نتواں کرد

دامنِ دوست بصد خونِ جگر ہاتھ لگا
پہ طلسماتِ عدو پھر یہ رہا کیونکر ہو

عارضش را بمثل ماہِ فلک نتواں خواند
نسبتِ دوست بہر بے سر و پا نتواں کرد

عارضِ یار کی تشبیہ قمر سے مت کر
نسبتِ دوست یہ ہر بے سر و پا کیونکر ہو

سروِ بالائے من آں دم کہ در آید بسماع
چہ محل جامۂ جاں را کہ قبا نتواں کرد

سرو قد یار مرا وجد میں آجائے اگر
ہاتھ میں دم نہ ہے جامہ قبا کیونکر ہو

مشکلِ عشق کہ در حوصلۂ دانشِ ماست
حلِ ایں نکتہ بدیں فکرِ خطا نتواں کرد

مشکلِ دل جو ہے میرے حوصلۂ دانش میں
عقل ناقص ہے تو پھر عقدہ کشا کیونکر ہو

من چہ گویم کہ ترا نازکیِ طبعِ لطیف
تا بحدیست کہ آہستہ دعا نتواں کرد

طبعِ نازک پہ تیری بار ہے فریاد مگر
اس تڑپ میں مری آہستہ دعا کیونکر ہو

نظرِ پاک تواں در رخِ جاناں دیدن
کہ در آئینہ نظر جز بصفا نتواں کرد

دیکھ سکتی ہے رخِ یار کو بس پاک نظر
کہ در آئینہ نظر جز بصفا کیونکر ہو

بجز ابروئے تو محرابِ دلِ حافظ نیست
طاعتِ غیرِ تو در مذہبِ ما نتواں کرد

ابروئے یار جو محرابِ دلِ حافظ ہے
بندگی غیر کی پھر اس کو روا کیونکر ہو

دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند
گِلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

کل فرشتوں نے شعورِ درِ میخانہ دیا
گِلِ آدم سے بنا کر مجھے پیمانہ دیا

ساکنانِ حرمِ سترِ عفافِ ملکوت
با منِ راہ نشیں بادۂ مستانہ زدند

ساکنانِ حرمِ ستر صفائے عرشی
کیا مجھ رند کو یہ بادۂ مستانہ دیا

شکرِ ایزد کہ میانِ من و اُو صلح فتاد
حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند

شکرِ ایزد کہ ہوئی صلح جبان سے میری
رقص حوروں نے کیا، ساغرِ شکرانہ دیا

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ اعذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

کر کے حکام نے تفریقِ بنی آدم کی
بات سچ ایک نہ کی جھوٹ کا افسانہ دیا

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

بار جس کا نہ اُٹھا پائے تھے جنّات و مَلک
ایسا آدم کو بنا کر دلِ دیوانہ دیا

نقطۂ عشق دلِ گوشہ نشیناں خوں کرد
ہمچو آں خال کہ بر عارضِ جانانہ زدند

نقطۂ عشق جو درویش کا دل خون کرے
خالِ مشکیں ہے کہ بر عارضِ جانانہ دیا

ما بصد خرمنِ پندار ز رہ چوں نرویم
چوں رہِ آدمِ خاکی بیکے دانہ زدند

ہم بصد خرمنِ پندار نہ ہوں کیوں گمراہ
جبکہ آدم مری جاں! جب اسے اک دانہ دیا

آتش آں نیست کہ بر شعلۂ اُو خندد شمع
آتش آنست کہ در خرمنِ پروانہ زدند

نہیں وہ آگ کہ ہو شمع تبسم بر لب
آگ وہ ہے کہ جلا خرمنِ پروانہ دیا

کس چو حافظ نکشید از رخِ اندیشہ نقاب
تا سرِ زلفِ عروسانِ سخن شانہ زدند

رشتۂ اندیشے سے حافظ نے اٹھا کے پردہ
اپنی گفتار کو رنگِ رُخِ جانانہ دیا

دل من بدورِ رویت ز چمن فراغ دارد
کہ چو سرو پائے بند است و چو لالہ داغ دارد

ترے اس چمن میں کیسے کوئی دل فراغ رکھے
جہاں پائے سرو بندش، جہاں لالہ داغ رکھے

سرِ ما فرو نیاید بکمانِ ابروئے کس
کہ درونِ گوشہ گیراں ز جہاں فراغ دارد

کبھی یہ نہ سر جھکائیں کماں ابروؤں کے آگے
کہ ضمیرِ گوشہ گیراں ز جہاں فراغ رکھے

شبِ تیرہ چوں سرآرم رہِ پیچ پیچِ زلفت
مگر آنکہ شمعِ رویت بہ رہم چراغ دارد

شبِ تیرہ سر کروں میں خم و پیچ راہِ گیسو
تری شمعِ رخ جو پیدا سے سرِ رہ چراغ رکھے

بفروغِ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہِ دل
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بفروغِ چہرہ کاکل جو دلوں کو شب میں لوٹے
ہے دلیر کیسا رہزن کہ بکف چراغ رکھے

سزد ار چو ابرِ بہمن کہ بریں چمن بگریم
طربِ آشیانِ بلبل بنگر کہ زاغ دارد

نہ کیوں ابرِ موسمِ گل کرے اس چمن پہ گریہ
طربِ آشیانِ بلبل جو یہاں پہ زاغ رکھے

من و شمعِ صبحگاہی سزد ار بہم بگرییم
کہ بسوختیم و از ما بتِ ما فراغ دارد

من و شمعِ صبحگاہی چلو ساتھ مل کے روئیں
جو جلا کے دل ہمارا دلِ بت فراغ رکھے

بچمن خرام و بنگر بر تختِ گل کہ لالہ
بہ ندیمِ شاہ ماند کہ بکف ایاغ دارد

ذرا دیکھ موسمِ گل کی بہار تختِ گل پہ
ہے ندیمِ شاہ لالہ کہ بکف ایاغ رکھے

سرِ درسِ عشق دارد دلِ دردمندِ حافظ
کہ نہ خاطرِ تماشا نہ ہوائے باغ دارد

دلِ دردمندِ حافظ ہے طولِ عشق میں یوں
کہ نہ خاطرِ تماشا نہ ہوائے باغ رکھے

در ازل پرتوِ حسنت ز تجلی دم زد
عشق پیدا شد و آتش بہ ہمہ عالم زد

پرتوِ حسن سے جب سارا جہاں برہم ہے
شعلۂ عشق سے آتش بہ ہمہ عالم ہے

جلوہ‌ای کرد رخش دید ملک عشق نداشت
عین آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد

حسن کی تاب نہ جب لا سکے جنات و ملک
ہدف اُس برقِ تجلی کا دلِ آدم ہے

مدعی خواست کہ آید بہ تماشا گہِ راز
دستِ غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد

مدعی جب بہ تماشا گہِ اسرار گیا
خاک آتش سے ہوا سینۂ نامحرم ہے

عقل می‌خواست کز آں شعلہ چراغ افروزد
برقِ غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد

عقل نے شعلے سے جب شمع جلانی چاہی
برقِ الفت نے کیا سارا جہاں برہم ہے

جانِ علوی ہوسِ چاہِ زنخدانِ تو داشت
دست در حلقۂ آں زلفِ خم اندر خم زد

جانِ علوی کو ہو جب چاہِ زنخداں کی ہوس
ہاتھ میں لیتی وہ گیسوئے خم اندر خم ہے

دیگراں قرعۂ قسمت ہمہ بر عیش زدند
دلِ غم دیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد

عیش و آرام رقیبوں کو دیے قسمت نے
دلِ غمگیں کو ملا حصے میں غم ہی غم ہے

خواست تا جلوہ کند صورتِ خود را محبوب
خیمہ در معرکۂ آب و گلِ آدم زد

اپنے دیدار کی خواہش جو ہوئی ایزد کو
خاک پیدا کیا اس نے رخِ آدم ہے

حافظ آں روز طربنامۂ عشقِ تو نوشت
کہ قلم بر سرِ اسبابِ دلِ خرم زد

مستی نامہ ترے حافظ نے لکھا ہے اُس روز
جب خوشی کے سبھی اسباب کا سودا کم ہے

دوش آگہی زیارِ سفر کردہ داد باد
من نیز دل بباد دہم ہرچہ باد باد

لائی پیام یارِ سفر کردہ باد ہے
روشن ہوئی ہے چشم سری قلب شاد ہے

درچین طرۂ تو دلِ بے حفاظِ من
ہرگز نگفت مسکنِ مالوف یاد باد

جب سے مقیم زلف بنا بے لحاظ دل
آیا نہ اپنا گھر اسے اک دن بھی یاد ہے

دل خوش شدم بیاد تو ہرگہ کہ در چمن
بندِ قبائے غنچۂ گل می کشاد باد

دل خوش ہوا ہے یاد سے تیری کہ در چمن
بندِ قبائے غنچۂ گل جو کشاد ہے

طرفِ کلاہِ شاہیت آمد بخاطرم
آنجا کہ تاج بر سرِ نرگس نہاد باد

نرگس کے سر پہ تاج رکھا دیکھ کر بہت
طرفِ کلاہِ یار مجھے آئے یاد ہے

کارم بداں رسید کہ ہمراہ خود کنم
ہر شام برقِ لامع و ہر بامداد باد

ہے کیا عجیب عشق یہ کیسی ہے دوستی
تحفہ ہے آگ اس کا فغاں اسکی داد ہے

از دست رفتہ بود وجودِ ضعیفِ من
صبحم بہ بوئے وصلِ تو جاں باز داد باد

میرے تنِ ضعیف میں جاں اس نے ڈال دی
جب صبحدم پیام ترا لائی باد ہے

امروز قدر پندِ عزیزاں شناختم
یارب روانِ ناصحِ ما از تو شاد باد

نکلی ہیں دل سے میرے دعائیں ہزار ہا
آئی مجھے جو پندِ عزیزوں کی یاد ہے

تاریخِ عیشِ ما شبِ دیدارِ دوست بود
عہدِ شباب و صحبتِ احباب یاد باد

عہدِ شباب و صحبتِ احباب سب ہے یاد
یادِ شبِ وصال سے دل میرا شاد ہے

هر شب ہزار غم بمن آید ز عشق تو
یارب کہ ہر دمم غمِ عشقت زیاد باد

مجھ کو دیے ہیں عشق نے تیرے ہزار غم
ہر غم ترا کرے میری الفت زیاد ہے

حافظ نہادِ نیکِ تو کامت بر آورد
جانہا فدائے مردمِ نیکو نہاد باد

حافظ نہادِ نیک تیری کام آ گئی
جاں کو عزیز مردمِ نیکو نہاد ہے

در آں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد
گر خرمنے بسوزد چنداں عجب نباشد

جز برق کچھ بھی اندر شوق و طلب نہیں ہے
جل جائے اس سے خرمن تو کچھ عجب نہیں ہے

مرغے کہ با غمِ دل شد الفتیش حاصل
بر شاخسارِ عمرش برگِ طرب نباشد

وہ عندلیب جس کو غم سے ہوئی ہے الفت
بر شاخِ عمر اُس کی برگِ طرب نہیں ہے

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

بے کفر کب چلا ہے الفت کا کارخانہ
آتش کسے جلائے گر بولہب نہیں ہے

در کیشِ جاں فروشاں فضل و ہنر نزیبد
اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد

جانباز کو ہیں زیبا فضل و ہنر نہ کوئی
کوئی حسب نہیں ہے کوئی نسب نہیں ہے

در محفلے کہ خورشید اندر شمارِ ذرہ است
خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نباشد

جس انجمن میں انجم ذروں کے ہوں برابر
کرنا غرور واں پر شرطِ ادب نہیں ہے

مے خور کہ عمرِ سرمد گر در جہاں تواں یافت
جز بادۂ بہشتی ہیچش سبب نباشد

مے پی کہ اس جہاں میں بس عمرِ جاوداں کا
جز بادۂ بہشتی کچھ اور سبب نہیں ہے

حافظ وصالِ جاناں با چوں تو تنگ دستے
روزے شود کہ با او پیوند شب نباشد

حافظ وصالِ جاناں شاید ہو روزِ محشر
قسمت میں تیری ورنہ وصلت کی شب نہیں ہے

دلم جز مہر مہ رویاں طریقے بر نمیگیرد
ز ہر در میدہم پندش ولیکن در نمیگیرد

بغیر یار آرام دل مضطر نہیں ہوتا
میں سمجھاتا بہت ہوں پر اثر اس پر نہیں ہوتا

خدارا اے نصیحت گو حدیث از مطرب و مے گو
کہ نقشے در خیال ما ازیں خوشتر نمیگیرد

نصیحت چھوڑ واعظ آج ذکر مطرب و مے کر
خیال نقش سے تو کوئی بھی خوشتر نہیں ہوتا

صراحی میکشم پنہاں و مردم دفتر انگارند
عجب گر آتش ایں زرق در دفتر نمیگیرد

کتابوں میں چھپا کر آتش سیال لاتا ہوں
عجب ہے خاک جل کر یہ مرا دفتر نہیں ہوتا

نصیحت کم کن و مارا بہ فریاد دف و نے بخش
کہ غیر از راستی نقشے دریں جوہر نمیگیرد

سنو کچھ نالۂ نے بھی سنو فریاد طبلے کی
کہ غیر از راستی نغمے کا اور جوہر نہیں ہوتا

میان گریہ می خندم کہ چوں شمع اندریں مجلس
زبان آتشینم ہست اما در نمیگیرد

بشکل شمع گریاں خندہ و گریہ ہوں مجلس میں
اثر کچھ بھی زبان آتشیں کا پر نہیں ہوتا

سر و چشمے بدیں خوبی تو گوئی چشم ازو برگیر
برو کایں وعظ بے معنی مرا در سر نمیگیرد

کروں ترک وصل جاناں کی طلب کہتا ہے یہ واعظ
کہ خالی وعظ بے معنی سے اس کا سر نہیں ہوتا

نصیحتگوئے رنداں را کہ با حکم خدا جنگ ست
دلش بس تنگ می بینم چرا ساغر نمیگیرد

فراخی دل رنداں ہوئی ہے حکم ایزد سے
جو دل تنگ اس کا ہے کہ ہاتھ میں ساغر نہیں ہوتا

چہ خوش صید دلم کردی بنازم چشم مستت را
کہ کس آہوئے وحشی را ازیں خوشتر نمیگیرد

کیا ہے صید دل شیروں کا اس کی چشم آہو نے
بیاباں میں شکار اس سے کوئی بہتر نہیں ہوتا

سخن در احتیاج ما و استغنائے معشوق است
چہ سود افسوں گری اے دل کہ در دلبر نمی‌گیرد

تو ہے مشتاق اے دل اور وہ ہے بے نیاز ایسا
اثر افسوں گری کا تیری کچھ اس پر نہیں ہوتا

خدا را رحمے اے منعم کہ درویشے سر کویت
درے دیگر نمی‌داند رہے دیگر نمی‌گیرد

کرم کر ان پہ اے منعم ترے در کے فقیروں کو
رہ دیگر نہیں ملتی در دیگر نہیں ہوتا

من از پیر مغاں دیدم کرامت ہائے مردانہ
کہ ایں دلق ریائی را بجامے بر نمی‌گیرد

ملیں پیر مغاں کو ہیں کرامتہائے مردانہ
خریدار ریاکاری یہ سوداگر نہیں ہوتا

من ایں دلق مرقع را بخواہم سوختن روزے
کہ پیر مے فروشانش بجامے بر نمی‌گیرد

یہ ٹوپی کس کام کے خرقے جلا دو انکو درویشو!
کہ لینے کو انہیں تیار کوزہ گر نہیں ہوتا

بیا اے ساقی گلرخ بیاور بادۂ رنگیں
کہ فکرے در درون ما ازیں بہتر نمی‌گیرد

پلا اے ساقی گلرخ ہمیں بھی بادۂ رنگیں
کہ رنگ بے خودی اس سے کوئی خوشتر نہیں ہوتا

بدیں شعر تر و شیریں ز شاہنشہ عجب دارم
کہ سر تا پائے حافظ را چرا در زر نمی‌گیرد

کہے تم نے ہزاروں شعر شیریں مدح میں حافظ
زر افشاں بادشاہ وقت کیوں تم پہ نہیں ہوتا؟

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بمے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد

مداوائے غمِ الفت زر و زیور سے نہیں ہوتا
یہ واں بادہ پیے، حال اپنا کچھ بہتر نہیں ہوتا

بکوئے مے فروشانش بجامے بر نمی گیرد
زہے سجادۂ تقویٰ کہ یک ساغر نمی ارزد

بکوئے مے فروشاں کچھ نہیں ہے قیمتِ تقویٰ
کہ گاہک اس کا واں کوئی بہ یک ساغر نہیں ہوتا

شکوہ تاجِ سلطانی کہ بیمِ جاں درو درج است
کلاہ دلکش ست اما بدردِ سر نمی ارزد

شکوہ تاجِ سلطانی نہیں تو کیا ہوا اپنی
کُلہ ہے تاج سے بہتر کہ دردِ سر نہیں ہوتا

رقیبم سرزنش ہا کرد کز ایں باب سر برتاب
چہ افتاد ایں سرِ ما را کہ خاکِ در نمی ارزد

ہزاروں آتے جاتے ٹھوکریں ماریں ہمیں دشمن
جدا لیکن ہمارا خاکِ در سے سر نہیں ہوتا

ترا آں بہ کہ روئے خود ز مشتاقاں بپوشانی
کہ سودائے جہانداری غمِ لشکر نمی ارزد

وہ آتا ہے چھپائے منہ کو مشتاقوں کے مجمع میں
یہ وہ سالار ہے جس کو غمِ لشکر نہیں ہوتا

بشو ایں نقشِ دل تنگی کہ در بازارِ یکرنگی
بہ نعمتہائے گوناگوں مے احمر نمی ارزد

مٹا دو نقشِ دل تنگی کہ در بازارِ یکرنگی
ہزاروں نعمتیں ہوں مے سے کچھ خوشتر نہیں ہوتا

دیار و یار مردم را مقید میکند ورنہ
چہ جائے پارس کایں محنت جہاں یکسر نمی ارزد

دیار و یار نے قیدی کیا ہے ورنہ پارس کیا
بدل تکلیف کا میری جہاں یکسر نہیں ہوتا

بس آساں می نمود اول غمِ دریا ببوئے سود
غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

لگے آساں ساحل سے مگر اس عشق کے دریا میں
کوئی گوہر خطرے موج کے بڑھ کر نہیں ہوتا

برو گنج قناعت جو بکنج عافیت بنشیں چلو گنج قناعت اور گنج عافیت ڈھونڈو
کہ یکدم تنگ دل بودن بہ بحر و بر نمی ارزد کہ امن و آشتی سے اور کچھ بہتر نہیں ہوتا

چو حافظ در قناعت کوش واز دنیائے دوں بگذر قناعت ڈھونڈ حافظ کی طرح دنیا کے گھر میں
کہ یک جو منت دوناں بصد من زر نمی ارزد بدل کم ظرف کے احساں کا سو من زر نہیں ہوتا

دوستاں دخترِ رز توبہ ز مستوری کرد
شد بر محتسب و کار بدستوری کرد

پردۂ خم سے بروں دخترِ انگوری ہے
محتسب راضی ہے سب کار بدستوری ہے

آمد از پردہ بہ مجلس عرقش پاک کنید
تا نگویند حریفاں کہ چرا دوری کرد

ڈالو دزدیدہ نظر بزم میں اک مجھ پر بھی
تاکہ دشمن نہ کہیں مجھ سے تمہیں دوری ہے

مژدگانی بدہ اے دل کہ دگر مطربِ عشق
راہِ مستانہ زد و چارۂ مخموری کرد

اے دل انعام کہ وہ عشق کا مطرب سرِ بزم
مست ہو ہو کے کرے چارۂ مخموری ہے

جائے آنست کہ در عقدِ وصالش گیرند
دخترِ رز کہ بہ خم ایں ہمہ مستوری کرد

دخترِ رز جو دلھن آج بنی ہے میری
شرم سے شیشے میں ہے خم میں جو مستوری ہے

نہ بہ ہفت آب کہ رنگش بہ صد آتش نرود
آنچہ با خرقۂ زاہد مے انگوری کرد

آگ سے جل نہ سکے آب سے جو دھل نہ سکے
ایسی بر خرقۂ زاہد مئے انگوری ہے

غنچۂ گلبنِ وصلم ز نسیمش بشگفت
مرغِ شبخواں طرب از برگِ گلِ سوری کرد

غنچۂ وصل کھلاتی ہے نسیمِ جاناں
بلبلِ زار غزل خوانِ گلِ سوری ہے

حافظ افتادگی از دست مدہ زانکہ حسود
عرض و مال و دل و دیں در سرِ مغروری کرد

ہیں جو مغرور یہ دشمن تو ہوں حافظ لیکن
انکسار آپ کا ناز آپ کی مجبوری ہے

درختِ دوستی بنشاں کہ کامِ دل بہ بار آرد
نہالِ دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد

قرار دوستی کر لو کہ تسکیں جو قرار آئے
کرو مت دشمنی کہ اس سے رنج بیشمار آئے

چو مہمانِ خراباتی بعشرت باش با رنداں
کہ دردِ سرکشی جاناں گرت مستی خمار آرد

جو ہے مہمانِ میخانہ تو سیکھ آدابِ رندی کے
بچے ہے دردِ سرمستی اگر اس سے خمار آئے

شبِ صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستاں
بسے گردش کند گردوں بسے لیل و نہار آرد

شبِ صحبت ملی کم کم نہ ملے روز خوشی تھوڑے
بہت گردوں نے گردش کی بہت لیل و نہار آئے

عماری دار لیلیٰ را کہ مہر و ماہ در حکم ست
خدایا در دل اندازش کہ بر مجنوں گذار آرد

عماری دار لیلیٰ کو خدایا ایسا گرہ کر
کہ کھو کر راستہ اپنا بہ قیسِ دل فگار آئے

بہارِ عمر خواہ اے دل وگرنہ ایں چمن ہر سال
چو نسریں صد گل آرد بار و چوں بلبل ہزار آرد

بہارِ عمر مانگ اے دل یہ کیسا باغ ہے جس میں
بہار آئے خزاں آئے خزاں آئے بہار آئے

خدا را چوں دلِ ریشم قرارے بست با زلفت
بفرما لعل نوشیں را کہ جاں را بر قرار آرد

خدایا جب سے میں الجھا ہوں اس ظالم کی زلفوں میں
نہ دل ہے چین سے بیٹھے اور نہ کچھ جاں کو قرار آئے

ز کار افتادہ اے دل کہ صد من بار غم داری
برو یک جرعہ مے درکش کہ در حالت بکار آرد

تو خستہ ہے مرے دل او صد من بارِ غم تجھ پر
پی تھوڑی سی مے کچھ دن تو شاید کچھ قرار آئے

دریں باغ ار خدا خواہد دریں پیرانہ سر حافظ
نشیند بر لبِ جوئے و سروے در کنار آرد

خدا چاہے تو پیری میں بھی حافظ ایک دن مجھ کو
کنارِ آبِ جو ہو تیرا دلبر در کنار آئے

دوش از جنابِ آصف پیکِ بشارت آمد
کز حضرتِ سلیماں عشرت اشارت آمد

درگاہِ آصفی سے پیکِ بشارت آئے
لے عیش کی سلیمانی سے بھی اشارت آئے

خاکِ وجودِ ما را از آبِ بادہ گل کن
ویراں سرائے دل را گاہِ عمارت آمد

خاکِ وجود میری بادہ سے گوندھ ایسی
ویراں سرائے دل کا وقتِ عمارت آئے

ایں شرحِ بے نہایت کز حسنِ یار گفتند
حرفیست کز ہزاراں اندر عبارت آمد

تشریح بے تحاشا جو حسنِ یار کی ہے
اک حرف بھی نہیں ہے جو در عبارت آئے

عیبم بپوش زنہار اے خرقۂ مے آلود
کاں پاکدامن اینجا بہرِ زیارت آمد

اے دلقِ بادہ آلود کر میری عیب پوشی
جب یاں وہ پاک دامن بہرِ زیارت آئے

امروز جائے ہر کس پیدا شود ز خوباں
کاں ماہِ مجلس آرا اندر صدارت آمد

ہوں ماند اس کے آگے سارے حسین چہرے
گر ماہِ مجلس آرا اندر صدارت آئے

بر تختِ جم کہ تاجش معراجِ آفتاب است
ہمت نگر کہ مورے با ایں حقارت آمد

ہمت تو اس کی دیکھو چڑھتی ہے تختِ جم پر
اک چیونٹی کہ جس پر سب کو حقارت آئے

از چشمِ شوخش اے دل ایمانِ خود نگہ دار
کاں جادوئے کماں کش بر عزمِ غارت آمد

اس چشمِ شوخ سے ہم کیسے بچائیں دل کو
جب جادوئے کماں کش با عزمِ غارت آئے

دریاست مجلسِ شہ دریاب وقت و بشتاب
ہاں اے زیاں رسیدہ وقتِ تجارت آمد

دریائے مجلسِ شہ بخشے ہزار گوہر
جو اک زیاں رسیدہ وقتِ تجارت آئے

آلودۂ تو حافظ فیضے ز شاہ درخواہ
کاں عنصرِ سماحت بہرِ طہارت آمد

آلودگی ہے حافظ ہو پاک فیضِ شہ سے
دربار میں اگر وہ بہرِ زیارت آئے

دلے کہ غیب نمایست و جامِ جم دارد
ز خاتمے کہ ازو گم شود چہ غم دارد

جو دل ہو غیب نما اور جامِ جم رکھے
ہو گم جو مُہرِ سلیماں تو کچھ نہ غم رکھے

بخط و خالِ گدایاں مدہ خزینۂ دل
بدستِ شاہ وشے دہ کہ محترم دارد

بخد و خالِ فقیراں نہ دے خزینۂ دل
وہ شہ کے ہاتھ میں دے تا کہ محترم رکھے

نہ ہر درخت تحمل کند جفائے خزاں
غلامِ ہمتِ سروم کہ ایں قدم دارد

خزاں کے ظلم ہر اک پیڑ سہہ نہیں سکتا
ہے سرو اک مرا ثابت جو ہر قدم رکھے

رسید موسمِ آں کز طرب چو نرگسِ مست
نہد بپائے قدح ہر کہ شش درم دارد

بہار آئی ہے ایسی کہ مثلِ نرگسِ مست
رکھے بپائے قدح جو بھی شش درم رکھے

ز سرِ غیب کس آگاہ نیست قصہ مخواں
کدام محرمِ دل رہ دریں حرم دارد

ہے ایسا کوئی کہ ہو علمِ سرِ غیب جسے
ہے کون محرمِ دل رہ جو درِ حرم رکھے

دلم کہ لافِ تجرد زدے کنوں صد شغل
ببوئے زلفِ تو با بادِ صبح دم دارد

تھی بے تعلقی جس دل کو صد معاملہ اب
ببوئے گیسو با بادِ صبح دم رکھے

مراد دل ز کہ جویم کہ نیست دلدارے
کہ جلوۂ نظر و شیوۂ کرم دارد

مرادِ دل ملے کیسے ملے نہ گر دلبر
جو جلوۂ نظر و شیوۂ کرم رکھے

ز جیبِ خرقۂ حافظ چہ طرف بتواں بست
کہ ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد

ملے گا خرقۂ حافظ کی آستین سے کیا
طلب میں ہے صمد وہ وہاں صنم رکھے

رو بر رہش نہادم و بر من گذر نکرد
صد لطفِ چشم داشتم و یک نظر نکرد

بیٹھا میں راہ پر، کیا اس نے گزر نہیں
گر مل گیا تو بھول کے ڈالی نظر نہیں

سیلِ سرشکِ ما ز دلش کیں بدر نبرد
در سنگِ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد

کینہ نہ تیرے دل کا دُھلا سیلِ اشک سے
باراں کا سنگ پر کوئی ہوتا اثر نہیں

ماہی و مرغ دوش نخفت از فغانِ من
واں شوخ دیدہ بیں کہ سر از خواب بر نکرد

مرغِ چمن نہ سو سکے سن کے فغاں مری
کروٹ بھی بدلی شوخ نے میرے مگر نہیں

میخواستم کہ میرمش اندر قدم چو شمع
او خود گذر بما چو نسیمِ سحر نکرد

قدموں پہ اس کے جان تو دیتا مگر مری
گل شمع کرنے آئی وہ بادِ سحر نہیں

یارب تو آں جوانِ دلاور نگاہ دار
کز تیرِ آہِ گوشہ نشیناں حذر نکرد

دل توڑ کے وہ گوشہ نشینوں کے نا سمجھ
کرتا ہے تیرِ آہ سے کوئی حذر نہیں

جاناں کدام سنگدلِ بے کفایت ست
کو پیشِ زخمِ تیغِ تو جاں را سپر نکرد

کون ایسا بے سلیقہ ہے جو اپنی جان کو
تیغِ نظر کی تیری بنائے سپر نہیں

شوخی نگر کہ مرغِ دلِ بال و پر کباب
سودائے خامِ عاشقی از سر بدر نکرد

جل کے کباب بن گیا دل، پر ہوا کبھی
سودائے خامِ عاشقی سر سے بدر نہیں

حافظ حدیثِ عشقِ تو از بسکہ دلکش ست
نشنید کس کہ از سرِ رغبت ز بر نکرد

دلکش ہے ایسا آپ کا حافظ بیانِ عشق
ہے کون جس کے دل پہ یہ کرتا اثر نہیں

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

مدام دل کو محبت میں غم نہیں رہتا
ستم بھی رہتا نہیں، گر کرم نہیں رہتا

من ار چہ در نظرِ یار خاکسار شدم
رقیب نیز چنیں محترم نخواہد ماند

کرے ہے رسوا مجھے گر عدو زمانے میں
وہ خود بھی خلق میں کچھ محترم نہیں رہتا

چو پردہ دار بشمشیر میزند ہمہ را
کسے مقیم حریم حرم نخواہد ماند

ہو قتلِ عام پہ آمادہ پردہ دار تو پھر
کوئی مقیمِ حریمِ حرم نہیں رہتا

توانگرا دلِ درویش خود بدست آرد
کہ مخزنِ زر و گنج درم نخواہد ماند

تونگرا! دلِ درویش اپنے ہاتھ میں لے
مدام مخزنِ مال و درم نہیں رہتا

غنیمتے شمر اے شمع وصلِ پروانہ
کہ ایں معاملہ تا صبح دم نخواہد ماند

سمجھ لے شمع غنیمت وصالِ پروانہ
کہ یہ معاملہ تا صبح دم نہیں رہتا

سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد
کہ بر درِ کرمش کس دژم نخواہد ماند

فرشتہ غیب سے آیا ہے لے کے یہ مژدہ
جو اس کے در پہ ہے اس کو غم نہیں رہتا

بدیں رواقِ زبرجد نوشتہ اند بزر
کہ جز نکوئیِ اہلِ کرم نخواہد ماند

ہے نقش برجِ فلک پہ کہ آخرت میں کچھ
بجز نکوئیِ اہلِ کرم نہیں رہتا

چہ جائے شکر و شکایت ز نقشِ نیک و بدست
کہ کس ہمیشہ گرفتارِ غم نخواہد ماند

کرو نہ شکوۂ غم اس قدر کہ دنیا میں
کوئی ہمیشہ گرفتارِ غم نہیں رہتا

سرودِ مجلسِ جمشید گفتہ اند ایں بود	سرودِ مجلسِ جمشید کہوے یہ ہر دم
کہ جامِ بادہ بیاور کہ جم نخواہد ماند	کہ جامِ جم نہیں رہتا جو جم نہیں رہتا
زمہربانیٔ جاناں طمع مبر حافظ	امید اُس کے کرم کی نہ چھوڑ اے حافظ
کہ نقشِ جور و نشانِ ستم نخواہد ماند	سدا کسی کا رواجِ ستم نہیں رہتا

روزِ ہجران و شبِ فرقتِ یار آخر شد
زدم ایں فال و گذشت اختر و کار آخر شد

روزِ ہجران و شبِ فرقتِ یار آخر شد
فال نکلی ہے کہ تابِ دلِ زار آخر شد

بعد ازیں نور بآفاق دہیم از دلِ خویش
کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

روئے خورشید کرے جیسے منوّر عالم
جلوۂ رُخ سے مرا گرد و غبار آخر شد

آں پریشانیِ شبہائے دراز و غمِ دل
ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد

وہ پریشانیِ شب ہائے دراز و غمِ دل
ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار، آخر شد

ساقیا عمرِ دراز و قدحت پُر مے باد
کہ بسعیِ تو ام اندوہِ خمار آخر شد

ساقی زندہ ہے تو پُر ہے پیمانہ ترا
تیرے دم سے مرا اندوہِ خمار آخر شد

شکرِ ایزد کہ باقبالِ کُلہ گوشۂ گُل
نخوتِ بادِ دے و شوکتِ خار آخر شد

شکرِ ایزد ہے کہ اقبالِ کلاہِ گل سے
نخوتِ بادِ خزاں شوکتِ خار آخر شد

باورم نیست ز بدعہدیِ ایام ہنوز
قصۂ غصہ کہ در وصلتِ یار آخر شد

باور آتا نہیں بدعہدیِ ایام سے اب
قصۂ غصہ کہ در وصلتِ یار آخر شد

صبحِ امید کہ بُد معتکفِ پردۂ غیب
گو بروں آی کہ کارِ شبِ تار آخر شد

صبحِ امید نہاں غیب کے پردے میں جو تھی
نکلی پردے سے تو کارِ شبِ تار آخر شد

گرچہ آشفتگیِ کارِ من از زلفِ تو بود
حلِ ایں عقدہ ہم از روئے نگار آخر شد

دل کی آشفتگی جو زلفِ پریشاں سے تھی
مسکراہٹ سے تری اے لبِ یار آخر شد

آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں می فرمود
عاقبت در قدمِ بادِ بہار آخر شد

کی تھی بربادی خزاں نے جو گلستانوں میں
لایا جب موسمِ گل بادِ بہار آخر شد

در شمار ارچہ نیاورد کسے حافظ را
شکر کاں محنتِ بے حدّ و شمار آخر شد

نہ ہوا گرچہ شہیدوں میں شمارِ حافظ
شکر ہے کلفتِ بے حدّ و شمار آخر شد

زاہد خلوت نشیں دوشش بمیخانہ شد
از سرِ پیماں گذشت بر سرِ پیمانہ شد

زاہد گوشہ نشیں آیا بہ میخانہ ہے
توڑ پیمانِ وفا در پئے پیمانہ ہے

شاہد عہد شباب آمدہ بودش بخواب
باز بہ پیرانہ سر عاشق و دیوانہ شد

شاہدِ عہدِ شباب آیا مرے خواب میں جب
پھر سے پیری میں کیا عاشق و دیوانہ ہے

مغبچہ ئی میگذشت راہزنِ عقل و دیں
در پئے آں آشنا از ہمہ بیگانہ شد

کافر مغبچہ یوں لیوے ہے عقل و دیں کو
حق شناسوں کو کرے خود سے وہ بیگانہ ہے

آتشِ رخسارِ گل خرمنِ بلبل بسوخت
چہرۂ خندانِ شمع آفتِ پروانہ شد

آتشِ رُخ سے جلایا دلِ بلبل گُل نے
شمع کا روئے حسیں آفتِ پروانہ ہے

گریۂ شام و سحر شکر کہ ضایع نگشت
قطرۂ بارانِ ما گوہرِ یکدانہ شد

گریۂ شام و سحر شکر ہے ضائع نہ گیا
قطرۂ اشک بنا گوہرِ یکدانہ ہے

نرگسِ ساقی بخواند آیتِ افسوں گری
حلقۂ اورادِ ما گردشِ پیمانہ شد

چشمِ ساقی نے پڑھی آیتِ افسون گری
حلقۂ سبحہ بنا گردشِ پیمانہ ہے

صوفیِ مجلس کہ دی جام و قدح می شکست
دوش بیک جرعہ مے عاقل و فرزانہ شد

کل جو توڑے تھا خم و شیشہ و ساغر زاہد
آج مے پی کے ہوا عاقل و فرزانہ ہے

منزلِ حافظ کنوں بارگہِ کبریاست
دل بر دلدار رفت جاں بر جانانہ شد

بارگہ حق کی بنی منزلِ حافظ جب سے
دل بہ دلدار ہے اور جان بہ جانانہ ہے

زہے خجستہ زمانے کہ یار باز آید
بکامِ غمزدگاں غمگسار باز آید

خدا کرے کہ کسی طور یار پھر آئے
بکامِ غمزدگاں غمگسار پھر آئے

بہ پیشِ شاہ خیالش کشیدم ابلقِ چشم
بداں امید کہ آں شہسوار باز آید

لگائے ابلقِ دیدہ ہیں راہِ شہلا پر
اے کاش لوٹ کے وہ شہسوار پھر آئے

در انتظارِ خدنگش ہمی پزد دلِ صید
خیالِ آنکہ بہ رسمِ شکار باز آید

اسیرِ تیر میں دل صید کا تڑپتا ہے
سوار کاش وہ بہرِ شکار پھر آئے

مقیم بر سرِ راہش نشستہ ام چوں گرد
بداں ہوس کہ بداں رہگذار باز آید

بنا ہوں خاک کہ بن کے غبار ساتھ چلوں
جو قافلہ وہ سرِ رہگزار پھر آئے

دلے کہ با سرِ زلفین او قرارے داد
گماں مبر کہ در آں دل قرار باز آید

قرارِ عشق نے باندھا تجھے جو کاکل سے
قرار کیسے دلِ بے قرار پھر آئے

چہ جورہا کہ کشیدند بلبلاں از دے
ببوئے آنکہ دگر نوبہار باز آید

ستم ہزار خزاں کے ہیں جانِ بلبل پر
ہیں سب گوارا جو فصلِ بہار پھر آئے

سرشکِ من نزند موج بر کنار چو بحر
اگر میانِ ویم در کنار باز آید

نہ سیلِ اشک میں ڈوبے سفینۂ غمِ دل
جو اس کی پتلی کمر در کنار پھر آئے

ز نقشبندِ قضا ہست امید آں حافظ
کہ چوں حنا بکفم آں نگار باز آید

اے نقشبندِ قضا لکھ یہ دستِ حافظ پہ
کہ ہاتھ مثلِ حنا، وہ نگار پھر آئے

سالہا دفترِ ما در گروِ صہبا بود
رونقِ میکدہ از درس و دعائے ما بود

نامۂ اعمال کا سالوں گروِ صہبا تھا
باعثِ رونقِ میخانہ سبق اُس کا تھا

نیکیِ پیرِ مُغاں بیں کہ چو ما بدمستاں
ہر چہ کردیم بچشمِ کرمش زیبا بود

نیکیِ پیرِ مغاں ایسی کہ بدمستوں نے
جتنا ہنگامہ کیا اس کے لیے زیبا تھا

می شگفتیم ز طرب زانکہ چو گل بر لبِ جو می
بر سرم سایۂ آں سروِ سہی بالا بود

کھل گئے پھول کے مانندِ لبِ جو پر ہم
سر پہ کیا سایۂ شمشادِ سہی بالا تھا

پیرِ گلرنگِ من اندر حقِ ازرق پوشاں
رخصتِ خبث نداد ار نہ حکایت ہا بود

ذکرِ عیاریِ زاہد کی اجازت نہ ملی
بات چھیڑی تھی اِک قصہ بہت لمبا تھا

دفترِ دانشِ ما جملہ بشوئید بہ مے
کہ فلک دیدم و در قصدِ دلِ دانا بود

دفترِ عقل کو دھلوا دیا مے سے ہم نے
کہ فلک دشمنِ ادراکِ دلِ دانا تھا

مُطرب از درد محبت غزلے می پرداخت
کہ حکیمانِ جہاں را مژہ خوں پالا بود

چھیڑا مطرب نے سرودِ غمِ الفت ایسا
اشکِ خونناب سے رنگین رخِ دانا تھا

از بتاں آں طلب ار حسن شناسی اے دل
کیں کسے گفت کہ در علمِ نظر دانا بود

طلبِ حسن تو تھی ٹھیک بتوں سے لیکن
چاہنا ان سے مگر عہدِ وفا بے جا تھا

قلبِ اندودۂ حافظ برِ او خرج نشد
کہ معامل بہمہ عیبِ نہاں بینا بود

کھوٹے سکے کو چلانا تھا نہ آساں حافظ
تیز تاجر تھا بہت عیبِ نہاں بینا تھا

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد
آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد

طلبِ ساغرِ جم دل جو ہمہ دا رکھے
گل بداماں ہے وہ گل کی تمنا رکھے

گوہرے کز صدفِ کون و مکاں بیروں بود
طلب از گمشدگانِ لبِ دریا میکرد

ہے جو نایاب گہر دنیا میں یہ دل اُس کی
طلب از گمشدگانِ لبِ دریا رکھے

مشکلِ خویش بر پیرِ مغاں بردم دوش
کو بتائیدِ نظر حلِّ معما میکرد

مشکلِ عشق کا حل پیرِ مغاں سے پوچھو
ہے جہاں بیں وہ بہت حلِ معما رکھے

دیدمش خرم و خنداں قدحِ بادہ بدست
واندراں آئینہ صد گونہ تماشا میکرد

قدحِ بادہ جو ہے ہاتھ میں اک ساقی کے
ہے وہ آئینہ جو صد گونہ تماشا رکھے

گفتم ایں جامِ جہاں بیں بتو کے داد حکیم
گفت آں روز کہ ایں گنبدِ مینا میکرد

پوچھا کس وقت ملا جامِ جہاں بیں تجھ کو
کہا۔ جب اُس نے سرِ گنبدِ مینا رکھے

آں ہمہ شعبدہ ہا عقل کہ میکرد آنجا
سامری پیشِ عصا و یدِ بیضا میکرد

عقل کی جادوگری کیا ہے؟ طلسمِ سامر
معجزہ عشق کا لیکن یدِ بیضا رکھے

گفت آں یار کزو گشت سرِ دار بلند
جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا میکرد

وائے سرمستی کیا اُس نے سرِ دار بلند
کر کے منصور نے جب راز ہویدا رکھے

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

گر کرے روحِ امیں گوشہ نشینوں کی مدد
معجزے اُن کو ملیں وہ جو مسیحا رکھے

گفتمش سلسلۂ زلفِ بتاں از پئے چیست
گفت حافظؔ گلہ از شبِ یلدا میکرد

کم نہیں سلسلۂ زلفِ بتاں سے کوئی
تجھ سے حافظؔ جو گلہ اے شبِ یلدا رکھے

سروِ جوانِ من چرا میلِ چمن نمی‌کند
همدمِ گل نمی‌شود یادِ سمن نمی‌کند

موسمِ گل میں گلبدن سیرِ چمن نہیں کرے
ہمدمِ گل نہیں بنے یادِ سمن نہیں کرے

تا دلِ ہرزہ گردِ من رفت بچینِ زلفِ او
زاں سفرِ دراز خود یادِ وطن نمی‌کند

رہتا ہے زلفِ یار میں چھوڑ کے سینہ دل مرا
ایسا وہ بے لحاظ ہے یادِ وطن نہیں کرے

پیشِ کمانِ ابرویت لابہ ہمی کنم ولے
گوشہ کشیدہ است از آں گوش بمن نمی‌کند

ابروئے یار سے بہت کرتا ہوں تیر کی طلب
کھینچے نہیں کمان وہ گوشِ سخن نہیں کرے

چوں ز نسیم می‌شود زلفِ بنفشہ پرشکن
وہ کہ دلم چہ یاد از آں عہد شکن نمی‌کند

کی ہے نسیم نے اگر زلفِ بنفشہ پرشکن
دل مرا یاد کیوں تجھے وعدہ شکن نہیں کرے

با ہمہ عطرِ دامنت آیدم از صبا عجب
کز گذرِ تو خاک را مشکِ ختن نمی‌کند

گزرا ہے یاں سے گلبدن پر یہ عجب ہے اے صبا!
راہ گزر کی خاک تو مشکِ ختن نہیں کرے

دی گلہ‌ئی ز طرہ‌اش کردم و از سرِ فسوں
گفت کہ ایں سیاہِ کج گوش بمن نمی‌کند

زلف کے ظلم کا اگر میں نے کبھی گلہ کیا
بولا کہ یہ سیاہِ کج گوشِ سخن نہیں کرے

دست کشِ جفا مکن آبِ رخم کہ فیضِ ابر
بے مددِ سرشکِ من دُرِّ عدن نمی‌کند

بارشِ اشک کے بدوں مہر و وفا کے بحر میں
پیدا کبھی کوئی صدف دُرِّ عدن نہیں کرے

لخلخہ سائے شد صبا دامنِ پاکت از چہ رو
خاکِ بنفشہ زار را مشکِ ختن نمیکند

لخلخہ سا ہے جب صبا دامنِ پاک کیوں ترا
خاکِ بنفشہ زار کو مشکِ ختن نہیں کرے

دل بامیدِ وصلِ تو ہمدمِ جاں نمی شود
جاں بہوائے کوئے تو فکرِ چمن نمیکند

دل، جو امیدِ وصل میں، ہمدمِ جاں نہیں ہوا
جاں، ترے کوچے کی اسیر، فکرِ چمن نہیں کرے

کشتۂ غمزۂ تو شد حافظِ ناشنیدہ پند
تیغ سزاست ہر کہ او درکِ سخن نمیکند

کشتۂ غمزہ ہو گیا حافظِ ناشنیدہ پند
تیغ سزا ہے اُس کی جو درکِ سخن نہیں کرے

سحرم دولتِ بیدار بہ بالیں آمد
گفت برخیز کہ آں خسروِ شیریں آمد

بختِ بیدار مرا، بر سرِ بالیں آیا
اور کہا، اُٹھ کہ ترا خسروِ شیریں آیا

قدحے درکش و سرخوش بہ تماشا بخرام
تا بہ بینی کہ نگارت بہ چہ آئیں آمد

لاؤ مے اور چراغاں کرو کاشانے میں
کہ وہ دلدار بصد زینت و تمکیں آیا

مژدگانی بدہ اے خلوتیِ نافہ کشا
کہ ز صحرائے ختن آہوئے مشکیں آمد

جاؤ اور گوشہ نشینوں کو بشارت دے دو
کہ ز صحرائے ختن آہوئے مشکیں آیا

گریہ آبے بہ رخِ سوختگاں باز آورد
نالہ فریاد رسِ عاشقِ مسکیں آمد

اشک نے کر دیا رنگین رخِ سوختگاں
نالہ فریاد رسِ عاشقِ مسکیں آیا

در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی
اے کبوتر نگراں باش کہ شاہیں آمد

اُڑتا پھرتا ہے بصد عیش کبوتر کا دل
جا کے اُس سے کہو زنہار کہ شاہیں آیا

ساقیا مے بدہ و غم مخور از دشمن و دوست
کہ بکامِ دلِ ما آں بشد و ایں آمد

دوست دشمن کا نہ غم کھا مجھے مے دے ساقیا
حسبِ دل وہ گیا اور یہ پئے تسکیں آیا

شادیِ یارِ پری چہرہ بدہ بادۂ ناب
کہ مے لعل دوائے دلِ غمگیں آمد

مہرباں یارِ پری چہرہ ہے مے بادۂ ناب
خود وہ کرنے کو دوائے دلِ غمگیں آیا

رسم بد عہدیِ ایام چو دید ابر بہار
گریہ اش بر سمن و سنبل و نسریں آمد

رسم بد عہدیِ ایام جو دیکھی اُس نے
ابر روتا ہوا بر سنبل و نسریں آیا

مرغ دل باز ہوادار کماں ابرویست
کہ کمیں صید گہش جان و دل دیں آمد

دیکھ کے ناوکِ مژگان و کمانِ ابرو
صید خود لے کے یہ صیاد دل و دیں آیا

چوں صبا گفتۂ حافظ بشنید از بُلبل
عنبر افشاں بہ تماشائے ریاحیں آمد

شعر حافظ کا سنا ابر نے جب بُلبل سے
عنبر افشاں بہ تماشائے ریاحیں آیا

ستارۂ بدرخشید و ماہِ مجلس شد
دلِ رمیدۂ ما را انیس و مونس شد

درخشاں ایک ستارہ جو ماہِ مجلس ہے
دلِ رمیدہ کا میرے انیس و مونس ہے

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرّس شد

پڑھا نہ لکھا اگر وہ نگار ہے تو کیا
بہ غمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرّس ہے

طرب سرائے محبت کنوں شود معمور
کہ طاقِ ابروئے یارِ منش مہندس شد

طرب سرائے محبت کی ہو گئی تعمیر
جو طاقِ ابروئے جاناں بنا مہندس ہے

بصدرِ مصطبہ ام می نشاند اکنوں یار
گدائے شہر نگہ کن کہ میرِ مجلس شد

ہوا ہے یار مرا مہربان کچھ ایسا
فقیرِ شہر بنا مجھ سا میرِ مجلس ہے

لب از ترشحِ مے پاک کن برائے خدا
کہ خاطرم بہزاراں گنہ موسوس شد

لبوں سے اپنے خدارا تو پونچھ لے بادہ
کہ دل مرا بہ ہزاراں گنہ موسوس ہے

کرشمۂ تو شرابے بعاشقاں پیمود
کہ علم بے خبر افتاد و عقل بے حس شد

شرابِ ناز و ادا سے ترے ہیں مست یوں عاشق
کہ بے خبر ہے بہت علم، عقل بے حس ہے

خیالِ آبِ خضر بست و جامِ کیخسرو
بجرعہ نوشیِ سلطاں ابوالفوارس شد

نہ کچھ ہے آبِ بقا اور نہ جامِ کیخسرو
کہ پی کے جرعۂ مے شہ ابوالفوارس ہے

بہ بوئے او دلِ بیمارِ عاشقاں چو صبا
فدائے عارضِ نسرین و چشمِ نرگس شد

بہ بوئے یار صبا کی طرح دلِ عاشق
فدائے عارضِ نسرین و چشمِ نرگس ہے

دو چشمت از دل و دیں ہر چہ داشتم بردند
توانگرے کہ بہ مستاں نشست مفلس شد

نگاہِ مستِ بتاں لوٹتی ہے دین و دل
کرے یہ شاہ کو بھی ایک پل میں مفلس ہے

زراہِ میکدہ یاراں عناں بگردانید
چرا کہ حافظ ازیں راہ رفت و مفلس شد

شراب خانے کی رہ پر نہ جاؤ اے حافظ
کہ جو بھی آیا وہاں سے وہ بیش مفلس ہے

ساقی ار بادہ ازیں دست بجام اندازد
عارفاں را ہمہ در شربِ مدام اندازد

ہاتھ سے تیرے اگر ہاتھ میں جام آجائے
ساقیا شیخ کو بھی شربِ مدام آجائے

در چنیں زیرِ خمِ زلف نہد دانۂ خال
اے بسا مرغِ خرد را کہ بدام اندازد

دانۂ خال ہو گر حلقۂ گیسو میں ترے
مرغِ دانا بھی بنے صیدِ بدام آجائے

آں زماں وقتِ مے صبح فروغ است کہ شب
گردِ خرگاہِ اُفق پردۂ شام اندازد

جوشِ بادہ سے چراغاں کرو میخانہ جب
گردِ خرگاہِ اُفق پردۂ شام آجائے

روز در کسبِ ہنر کوش کہ مے خوردنِ روز
دل چوں آئنہ در زنگِ ظلام اندازد

دن میں کر کام، نہ پی بادہ کہ پینے سے کہیں
دل کے آئینے میں اک زنگِ ظلام آجائے

اے خوشا حالتِ آں مست کہ در پائے حریف
سر و دستار نداند کہ کدام اندازد

مستِ خوش بخت ہے وہ یار کے پاؤں پہ جو
سر و دستار رکھے، بن کے غلام آجائے

زاہدا سر بکلہ گوشۂ خورشید برآر
بخت اگر قرعہ بدیں ماہِ تمام اندازد

سر ہو خورشید سے اونچا ترا زاہد! تجھ کو
کرنی گر بندگیِ ماہِ تمام آجائے

زاہدِ خام طمع بر سرِ انکار بماند
پختہ گردد چو نظر بر مے خام اندازد

زاہدِ خام طمع، مجھکو ہے انکار مگر
پختہ ہو جائے تو گر ہاتھ میں جام آجائے

بادہ با محتسبِ شہر ننوشی حافظ
کہ خورد بادہ ات و سنگ بجام اندازد

پی نہ با محتسبِ شہر تو حافظ کہ کہیں
پہلے بادہ وہ پیے پھر توڑنے جام آجائے

سحر بلبل حکایت با صبا کرد
کہ عشقِ گُل بما دیدی چہا کرد

کرے بلبل شکایت بجا ہے
ذرا دیکھو تو اُس کا حال کیا ہے

غلامِ ہمتِ آں نازنینم
کہ کارِ خیر بے روی و ریا کرد

میں بندہ اُس نگاہِ نازنیں کا
کرے نیکی جو بے رو و ریا ہے

خوشش باد آں نسیمِ صبح گاہی
کہ دردِ شب نشیناں را دوا کرد

رہے خوش تو نسیمِ صبح گاہی
کہ دردِ شب نشیناں کی دوا ہے

من از بیگانگاں ہرگز ننالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

نہیں غیروں سے کوئی مجھ کو شکوہ
شکایت ہے اگر، با آشنا ہے

از آں رنگِ رخم خوں در دل انداخت
از آں گلشن بخارم مبتلا کرد

ہوا اُس رنگِ رُخ سے دل پُر از خوں
کیا خاروں میں گُل نے مبتلا ہے

بہر سو بلبلِ بیدل در افغاں
تنعم در میاں بادِ صبا کرد

بہ ہر سو بلبلِ بے دل کو نالہ
بہ ہر گل شوخیاں کرتی صبا ہے

گر از سلطاں طمع کردم خطا بود
ور از دلبر وفا جستم جفا کرد

غلط ہے نازنینوں سے توقع
وفا مانگو اگر، ملتی جفا ہے

وفا از خواجگانِ شہر با من   وفا کی مجھ سے سرداروں میں جس نے
کمالِ دین و دولت بوالوفا کرد   وہ جانِ دین و دولت بوالوفا ہے

نقابِ گل کشید از زلفِ سنبل   نقابِ گل ہے سنبل، صبا جب
اگر بندِ قبائے غنچہ وا کرد   کرے بندِ قبائے غنچہ وا ہے

بشارت بر بکوئے مے فروشاں   بشارت میکدوں میں دو کہ حافظ
کہ حافظ توبہ از زہد و ریا کرد   نہیں کرتا وہ اب زہد و ریا ہے

ساقی اندر قدحم بادۂ گلگوں کرد
دُردِ مے کہنۂ دیرینۂ ما افیون کرد

ساقیا آج ملی کیسی مئے گل گوں ہے
کیا ملا دی مئے دیرینہ میں کچھ افیوں ہے

دیگراں را مئے دیرینہ برابر سیداد
بہرِ ما شد چوں بما رسید افزوں کرد

غیر پیتے ہیں مئے کہنہ تری محفل میں
حلق دُردی بھی نہیں مجھ کو مری جاں کیوں ہے

ایں قدح بود کہ بس مرا جملہ بیکبار ربود
ایں مئے ایں بار مرا پاک ز خود بیروں کرد

پی ہے تھوڑی سی مگر بے خود و مدہوش ہیں سب
ہے یہ مے کیسی کہ آپے سے کرے بیروں ہے

تو مپندار کہ در ساغر و پیمانۂ ما
بُتِ سنگیں دلِ من خونِ جگر اکنوں کرد

لگتا ایسا ہے مجھے اس بتِ سنگیں دل نے
کچھ ملایا مئے احمر میں جگر کا خوں ہے

آنچہ در سینۂ مجروحِ منش دل خوانی
شورِ عشق ست کہ با خونِ جگر معجوں کرد

دل جسے سمجھا مرے سینۂ مجروح میں تو
شورِ الفت سے وہ با خونِ جگر معجوں ہے

روزِ اوّل کہ بہ اُستاد سپردند مرا
دیگراں را خرد آموخت مرا مجنوں کرد

پڑھ کے اُستاد سے ہشیار بنے ہیں سب غیر
درسِ مکتب نے کیا مجھ کو مگر مجنوں ہے

دلِ حافظ کہ ز افسونِ بتاں ایمن بود
چشمِ جادوئے تو اش بار دگر افسوں کرد

جادوئے لب سے بچا تو دلِ حافظ ہے ولے
چشمِ جاناں میں عجب ہوش رُبا افسوں ہے

سپیدہ دم کہ صبا بوئے دوستاں گیرد
چمن ز لطفِ ہوا نکہتِ جناں گیرد

سحر جو بادِ صبا بوئے دوستاں رکھے
چمن بہ لطفِ ہوا نکہتِ جناں رکھے

نوائے چنگ بدانساں زند صلائے صبوح
کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مغاں گیرد

نوائے چنگ یوں دیوے ہے دعوتِ بادہ
کہ جا کے شیخ بھی سر بر درِ مغاں رکھے

شہِ سپہر چو زریں سپر کشد بر دوش
بہ تیغِ صبح و عمودِ افق جہاں گیرد

رکھے ہے شاہِ فلک سر پہ تاجِ زریں جب
بہ تیغِ صبح حکومت میں سب جہاں رکھے

بر عزمِ زاغِ سیہ شاہبازِ سدرہ نشیں
دریں مقرنسِ زنگاری آشیاں گیرد

شکارِ زاغِ سیہ کر کے شاہبازِ سحر
براوجِ چرخِ فلک ایک آشیاں رکھے

بہ بزمگاہِ چمن رو کہ خوش تماشائیست
کہ لالہ کاسۂ نسرین و ارغواں گیرد

عجب تماشا بہاراں کا ہے گلستاں میں
کہ لالہ کاسۂ نسرین و ارغواں رکھے

چہ حالتست کہ گل در سحر نماید رخ
چہ آتشست کہ در مرغِ صبح خواں گیرد

ہو جلوہ ایسا جو ہے گل کی رونمائی میں
ہو آگ وہ جو دلِ مرغِ صبح خواں رکھے

چہ پرتویست کہ نورِ چراغِ صبح دہد
چہ شعلہ ایست کہ در شمعِ آسماں گیرد

ہو عکس ایسا چراغِ سحر کرے روشن
ہو شعلہ وہ جو دلِ شمعِ آسماں رکھے

خیالِ شاہی اگر نیست در سرِ حافظ
چرا بہ تیغِ سخن عرصۂ جہاں گیرد

خیالِ شاہی نہیں سر میں گر ترے حافظ
تو کیوں مطیع بہ تیغِ سخن جہاں رکھے

شاہداں گر دلبری زیں ساں کنند
زاہداں را رخنہ در ایماں کنند

دلبری کچھ ایسی دلداراں کریں
زاہدوں کا خطرے میں ایماں کریں

ہر کجا آں شاخِ نرگس بشگفد
گل رخانش دیدہ نرگس داں کنند

غنچۂ نرگس اگر تیرا کھلے
اپنی آنکھیں گلرخاں گلداں کریں

یارِ ما چوں سازد آہنگِ سماع
قدسیاں در عرش دست افشاں کنند

جب مرا محبوب ہو نغمہ سرا
رقص فرشِ عرش پر حوراں کریں

رُخ نماید آفتابِ دولت
گر چو صبحت آئینہ رخشاں کنند

آفتابِ رُخ سے تیرے عاشقاں
اپنے دل کا آئینہ رخشاں کریں

مردمِ چشمم بخوں آغشتہ شد
از کجا ایں ظلم بر انساں کنند

صد ہزار آنکھیں ہوئی ہیں غرقِ خوں
ظلم انسانوں پہ یوں انساں کریں

عاشقاں را بر سرِ خود حکم نیست
ہر چہ فرمانِ تو باشد آں کنند

اختیارِ عاشقاں کوئی نہیں
حکمراں ان پہ معشوقاں کریں

پیشِ چشمم کمتر ست از قطرۂ
ایں حکایت ہا کہ از طوفاں کنند

آگے سیلِ اشک کے کچھ بھی نہیں
چاہے کتنا قصۂ طوفاں کریں

کن نگاہے از دو چشمِ ناتواں
مرگ را بر بیدلاں آساں کنند

تیری آنکھیں مہرباں ہوں گر ذرا
عاشقوں کی موت کو آساں کریں

عیدِ رخسارِ تو کو تا عاشقاں
در وفایت جان و دل قرباں کنند

عیدِ رخسارِ بتاں آئے اگر
جان و دل عشاق سب قرباں کریں

خوش برآ با غصہ ایدل کاہلِ راز
عیشِ خوش در بوتۂ ہجراں کنند

دیکھ اہلِ راز کو اے دل اِکہ وہ
عیشِ خوش سے کم غمِ ہجراں کریں

سر مکش حافظ ز آہِ نیم شب
تا چو صبحت آئینہ رخشاں کنند

غم نہ کر حافظ کہ نالہ ہائے شب
صبح کے مانند دل رخشاں کریں

صوفی ار بادہ باندازہ خورد نوشش باد
نوش ہو بادہ' باندازہ اگر نوش کرے

ورنہ اندیشۂ ایں کار فراموشش باد
ورنہ بہتر ہے اسے صوفی فراموش کرے

آنکہ یک جرعۂ مے از دست تواند دادن
گر پلائے کوئی اک جرعۂ مے رندوں کو

دست با شاہدِ مقصود در آغوشش باد
یارِ مقصود خدا اُس کا ہم آغوش کرے

کیست آں شاہ سوارِ خوش و خرم کز دو کون
اُس سوارِ خوش و خرم کا خدا دُنیا کو

بستۂ بندِ قبا و علمِ دوشش باد
بستۂ بندِ قبا و علمِ دوش کرے

نرگسِ مست نوازش کنِ مردم دارش
نرگسِ مست دل افروز و دل آویز تری

خونِ عاشق بخورد گر بقدح نوشش باد
نوشِ جاں ہو اسے گر خونِ جگر نوش کرے

چشمم از آئنہ دارانِ خط و خالش گشت
آنکھ جب آئینہ دارِ رُخِ جاناں ہے مری

لبم از بوسہ ربایانِ لب نوشش باد
کیوں نہ پھر لب بھی مرا شربتِ لب نوش کرے

گرچہ از کبر سخن با منِ درویش نکرد
بات تک وہ نہ کرے عاشقِ شیدا لیکن

جاں فدائے شکریں پستۂ خاموشش باد
جان کو اپنی فدائے لبِ خاموش کرے

پیرِ ما گفت خطا بر قلمِ صنع نرفت
کہا مرشد نے نہیں کلکِ مقدر کی خطا

آفریں بر نظرِ پاکِ خطاپوشش باد
درگزر ساری خطاؤں کو خطاپوش کرے

بغلامیِ تو مشہورِ جہاں شد حافظ
بندگی نے تری مشہور کیا حافظ کو

حلقۂ بندگیِ زلفِ تو در گوشش باد
ناز حلقے پہ بتا اُس کا نہ کیوں گوش کرے

صبا وقتِ سحر بوئے ز زلفِ یار می آورد
دلِ شوریدۂ ما را ز نو در کار می آورد

صبا وقتِ سحر جب بوئے زلفِ یار لائے ہے
قرارِ جان و تسکینِ دلِ بیمار لائے ہے

ز رشکِ تارِ زلفِ یار بر بادِ سحر میداد
صبا ہر نافۂ مشکے کہ از تاتار می آورد

نہیں ہے اُس کی زلفِ عنبریں کے سامنے کچھ بھی
صبا جتنا بھی مشکِ آہوئے تاتار لائے ہے

فروغِ ماہ میدیدم ز بامِ قصر او روشن
کہ روی از شرم آں خورشید بر دیوار می آورد

فروغِ ماہ دیکھا میں نے قصرِ ناز سے اُس کے
کہیں خورشید تابِ جلوۂ رخسار لائے ہے

عفی اللہ چینِ ابرویش اگرچہ ناتوانم کرد
برحمت ہم پیامے بر سرِ بیمار می آورد

شکنِ ابروئے جاناں کی مریض و ناتواں کرکے
پیامِ مہربانی بر سرِ بیمار لائے ہے

سراسر بخششِ جاناں طریقِ لطف و احسان بود
اگر تسبیح میفرمود اگر زنار می آورد

طریقِ لطف و احساں ہے سراسر بخششِ جاناں
اگر دیوے ہے وہ تسبیح اگر زنار لائے ہے

من آں شاخِ صنوبر را ز باغِ سینہ برکندم
کہ ہر گُل کز غمش بشگفت محنت بار می آورد

جدا شاخِ صنوبر باغ سے سینے کے کرتا ہوں
کہ جب کھلتا ہے غنچۂ دل پہ غم کا بار لائے ہے

ز بیمِ غارتِ چشمش دلِ خونیں رہا کردم
ولے میر سخت خوں در رہ بدیں ہنجار می آورد

نظر کے تیر سے صیاد کرکے بسمل و خونیں
اٹھا کے ہاتھ میں میرا دلِ خونبار لائے ہے

خوش آں وقت و خوش آں ساعت کہ آں زلفِ گرہ گیرش
بدزدیدے چناں دلہا کہ خصم اقرار می آورد

وہ خوش لمحہ وہ خوش ساعت بخم کر دل کو جب پیچے
چھپا کے اپنی زلفوں میں مرا دلدار لائے ہے

بقولِ مطربِ ساقی بروں رفتم گہ و بیگہ
کہ آں راہِ گراں قاصد خبر دشوار می آورد

بقولِ مطرب و ساقی ہے میں نے راہ وہ پکڑی
کہ مشکل سے جہاں قاصد پیامِ یار لائے ہے

عجب میداشتم دیشب ز حافظ جام و پیمانہ
ولے منعش نمی کردم کہ صوفی وار می آورد

اگر پیتا ہے حافظ مئے بے غم اس کو پینے دو
یہ دیکھو کیسی خوشوقتی وہ صوفی وار لائے ہے

صبا بہ تہنیتِ پیر مے فروش آمد
کہ موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آمد

صبا بہ تہنیتِ پیرِ مے فروش آئے
جو موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آئے

ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا
درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

ہوا مسیح نفس ہو صبا ہو نافہ کشا
درخت سبز ہو بلبل بصد خروش آئے

تنورِ لالہ چناں برفروخت بادِ بہار
کہ غنچہ غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد

تنورِ لالہ کو دہکائے ایسے بادِ صبا
کہ غنچہ غرقِ پسینہ ہو گل بہ جوش آئے

بگوشِ ہوش نیوش از من و بعشرت کوش
کہ ایں سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد

بگوشِ ہوش نیوش و بہ عیش و عشرت کوش
یہ لے کے آگہی اک صبح دم سروش آئے

ز فکرِ تفرقہ باز آی تا شوی مجموع
بحکمِ آنکہ چو شد اہرمن سروش آمد

خیالِ دشمنی چھوڑو، قرارِ انس کرو
کہ جائے دہر سے شیطان اور سروش آئے

ز مرغِ صبح ندانم کہ سوسنِ آزاد
چہ گوش کرد کہ با دہ زباں خموش آمد

نہ جانے مرغِ سحر سے سنا ہے کیا اس نے
کہ دس زبانوں کی سوسن بھی اب خموش آئے

چہ جائے صحبتِ نامحرم است مجلسِ انس
سرِ پیالہ بپوشاں کہ خرقہ پوش آمد

ہے بزمِ انس سے نامحرموں کو کام ہی کیا
چھپا کے رکھو پیالہ جو خرقہ پوش آئے

بگویمت سخنِ خوش بیا و بادہ بنوش
کہ زاہد از پیِ بارفت و بادہ نوش آمد

پیو شراب یہ بزمِ طرب ہے پھر ایسی
کہ محتسب بھی یہاں بن کے بادہ نوش آئے

ز خانقاہ بہ میخانہ می رود حافظ
مگر ز مستیِ زہد و ریا بہوش آمد

جو خانقاہ سے جاتا ہے میکدے حافظ
ہے وقت مستیِ زہد و ریا سے ہوش آئے

عکسِ روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد
عارف از پرتوِ مے در طمعِ خام افتاد

رُخ سے روشن جو ترے آئینۂ جام ہوا
دیکھ کے صوفی اُسے در طمعِ خام ہوا

حسنِ روئے تو بیک جلوہ کہ در آئینہ کرد
ایں ہمہ نقش در آئینۂ اوہام افتاد

پرتوِ حسن پڑا تیرا جس آئینے میں
ٹوٹ کے چور وہ آئینۂ اوہام ہوا

جلوۂ کرد رخش روزِ ازل زیرِ نقاب
عکسے از پرتوِ آں بر رُخِ افہام افتاد

جب ہٹا پردہ ازل میں رُخِ روشن سے ترے
پرتوِ حسن سے روشن رُخِ افہام ہوا

ایں ہمہ عکسِ مے و نقشِ مخالف کہ نمود
یک فروغِ رخِ ساقیست کہ در جام افتاد

عکس بادہ میں ہے جو، نقش جو پیالے میں
اک فروغِ رخِ ساقی ہے کہ در جام ہوا

غیرتِ عشق زبانِ ہمہ خاصاں ببرید
از کجا سرِّ غمش در دہنِ عام افتاد

غیرتِ عشق نے کاٹی جو زباں خاصوں کی
رازِ الفت کیوں میرا در دہنِ عام ہوا

ہر دمش با منِ دل سوختہ لطفِ دگر است
ایں گدا بیں کہ چہ شائستۂ انعام افتاد

سوختہ دل پہ ہوئی بارِ دگر چشمِ کرم
دیکھیے یہ گدا قابلِ انعام ہوا

پاک بیں از نظرِ پاک بمقصود رسید
احول از چشمِ دو بیں در طمعِ خام افتاد

پاک بیں کو نظرِ پاک نے بینائی دی
دیدہ بدبیں کا اندر طمعِ خام ہوا

زیرِ شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت
کانکہ شد کشتۂ او نیک سر انجام افتاد

رقص کرتے ہوئے جاتے ہیں سوئے مقتل ہم
کہ جو مقتول ہوا نیک سر انجام ہوا

در خمِ زلفِ تو آویخت دل از چاہِ زنخ
آہ کز چاہ بروں آمد و در دام افتاد

نکلا جو چاہِ ذقن سے تو پھنسا زلف میں وہ
قید سے چھوٹا جو دل، بس وہ تہِ دام ہوا

آں شد اے خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی
کارِ ما با رخِ ساقی و لبِ جام افتاد

زہد و تقویٰ سے مجھے واسطہ کیا اب کے مرا
کارِ دل با رخِ ساقی و لبِ جام ہوا

من ز مسجد بخرابات نہ خود افتادم
ایتم از روزِ ازل حاصل و فرجام افتاد

صومعہ سے اُسے کیا کام ازل سے جس کا
اک خراباتِ مغاں حاصل و انجام ہوا

چہ کند کز پئے دوراں نرود چوں پرکار
ہر کہ در دائرۂ گردشِ ایام افتاد

مثلِ پرکار لگاتا ہے وہ چکر ہر دم
ہر کہ در دائرۂ گردشِ ایام ہوا

من کہ در زمرۂ عشاق برندی علم
طبلِ پنہاں کہ زنم طشتِ من از بام افتاد

مل گئی جب سے مجھے رندی و سرگردانی
بزمِ عشاق میں مشہور مرا نام ہوا

صوفیاں جملہ حریفند و نظرباز و لے
زیں میاں حافظِ دل سوختہ بدنام افتاد

صوفی دنیا میں ہزاروں ہیں نظرباز مگر
ایک دل سوختہ حافظ ہے جو بدنام ہوا

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود
مہرت نہ عارضی ست کہ جائے دگر شود

کیا سرسری تھا عشق کہ سر سے بدر ہوا
تھا کیا یہ عارضی کہ بہ شخصِ دگر ہوا

عشقِ تو در وجودم و مہرِ تو در دلم
باشیر دردروں شد و باجاں بدر شود

شوقِ نگار دل میں مرے عشق جان میں
باشیر جسم میں گیا، باجاں بدر ہوا

دردیست دردِ عشق کہ اندر علاجِ اُو
ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود

ہے دردِ عشق میرا کچھ ایسا کہ اب تلک
جتنا علاج اُس کا ہوا بے اثر ہوا

اوّل منم یکے کہ دریں شہر ہر شبے
فریادِ من بگنبدِ افلاک بر شود

طرزِ فغاں تھی پُر اثر ایسی کہ ایک شب
نالہ کمند گنبدِ افلاک پار ہوا

ورزآنکہ من سرشک فشانم بزندہ رود
کشتِ عراق جملہ بیکبار تر شود

رو رو کے میں نے اس طرح دریا بہا دیے
صحرا بھی جن کے سیل سے سیراب تر ہوا

دی درمیانِ زلف بدیدم رُخِ نگار
بر ہیئتے کہ ابر محیطِ قمر شود

بکھری رُخِ نگار پہ یوں زلفِ عنبریں
ابرِ سیاہ جیسے محیطِ قمر ہوا

گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نے
بگذار تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود

پوچھا کہ ابتدا کروں بوسے سے تو کہا
ٹھہرو ابھی کہ مہ نہ بہ عقرب بدر ہوا

اے دل بہ یادِ لعلش اگر بادہ میخوری
مگذار ہاں کہ مدعیاں را خبر شود

پینی بیادِ لب ہے تو موقع ہے آج شب
ہے مدعی بھی سویا پڑا، بے خبر ہوا

حافظؔ سر از لحد بدر آرد بپائے بوس
گر خاکِ او بپائے شما پے سپر شود

حافظؔ نے اُٹھ کے چوم لیا پائے یار کو
وہ آ کے قبر پہ جو کبھی جلوہ گر ہوا

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند
خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

غلام آنکھ کی مستی کے تاجدار بہت
خراب بادۂ لب تیرے ہوشیار بہت

ترا حیا و مرا آب دیدہ شد غمّاز
وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند

تیری حیا سے مری چشمِ تر سے راز کھلا
ہیں ورنہ عاشق و معشوق رازدار بہت

بزیرِ زلفِ دوتا چوں گذر کنی بنگر
کہ از یمین و یسارت چہ بیقرارانند

ہیں تیری زلف میں جتنے بھی عاشقوں کے دل
وہ زیرِ سایۂ ہما پر ہیں بے قرار بہت

گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببیں
کہ از تطاولِ زلفت چہ سوگوارانند

گلوں کا حال برا ہے بنفشہ زاروں میں
یہ ظلمِ زلف سے تیری ہیں سوگوار بہت

رقیب درگذر و بیش ازیں مکن نخوت
کہ ساکنانِ درِ دوست خاکسارانند

رقیب! چھوڑ بھی اب اس قدر غرور نہ کر
ہیں ساکنانِ درِ دوست خاکسار بہت

نہ من بر آں گلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیبِ تو از ہر طرف ہزارانند

غزل سرا گلِ عارض پہ ایک میں ہی نہیں
ہیں نغمہ زن یہاں ہر سو ترے ہزار بہت

تو دستگیر شو اے خضرِ پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند

ہو دستگیر تو اے خضرِ پے خجستہ کہ میں
پیادہ پا ہوں مگر ساتھ ہیں سوار بہت

بیا بہ میکدہ و چہرہ ارغوانی کن
مرو بصومعہ کآنجا سیاہ کاراند

شراب خانے میں چل، پی کے سرخرو ہو جا
نہ جا بہ صومعہ، واں ہیں سیاہ کار بہت

نصیب ماست بہشت اے خداشناس برو
کہ مستحق کرامت گناہگاراند

غرور اتنا ہے کیوں شیخ زہد پہ تجھ کو
ہیں مستحق کرم بھی گناہگار بہت

خلاص حافظ از آں زلفِ تابدار مباد
کہ بستگانِ کمندِ تو رستگاراند

رہائی بندشِ گیسو سے مانگ مت حافظ
کہ بستگانِ کمندِ اس کے رستگار بہت

قتلِ ایں خستہ بہ شمشیرِ تو تقدیر نبود
ورنہ ہیچ از دلِ بے رحمِ تو تقصیر نبود

قتل شمشیر سے ہونا مری تقدیر نہیں
دل بے رحم کی اس میں کوئی تقصیر نہیں

یارب آئینۂ حسنِ تو چہ جوہر دارد
کہ درو آہِ مرا قوتِ تاثیر نبود

دھندلے ہو جاتے ہیں سب آئنے آہوں سے مری
پر ترے آئنے پہ قدرتِ تاثیر نہیں

سر ز حیرت بہ درِ میکدہ ہا بر کردم
چوں شناسائے تو در صومعہ یک پیر نبود

صومعہ چھوڑ کے جاتا ہوں خرابات کی سمت
کہ شناسا ترا کوئی بھی یہاں پیر نہیں

من دیوانہ چو زلفِ تو رہا می کردم
ہیچ لائق ترم از حلقۂ زنجیر نبود

ہے گرفتار جو گیسو میں تو اس سے بہتر
دلِ مضطر کوئی تیرے لئے زنجیر نہیں

نازنیں تر ز قدت در چمنِ حسن نرست
خوشتر از نقشِ تو در عالمِ تصویر نبود

چمنِ حُسن میں تجھ جیسا نہیں سرو کوئی
نقش تجھ سا کوئی در عالمِ تصویر نہیں

تا مگر ہمچو صبا باز بہ زلفِ تو رسم
کارمِ دوشش بجز نالۂ شبگیر نبود

وصل قسمت میں نہیں اور تری فرقت میں
کام دل کو مرے جز نالۂ شبگیر نہیں

آں کشیدم ز تو اے آتشِ ہجراں کہ چو شمع
جز فنائے خودم از دستِ تو تدبیر نبود

شمع دل جل ہی گئی آتشِ ہجراں میں مری
جز فنا اس کے لئے اور کوئی تدبیر نہیں

آیتے بود عذاب اندُہِ حافظ بے تو
کہ بر ہیچ کسش حاجتِ تفسیر نبود

غم ہجراں میں بنی تیری حکایت حافظؔ
ایسی آیت کہ اُسے حاجتِ تفسیر نہیں

قطرۂ اشکے کہ میریزم ز چشمِ تر سفید
مینماید در شبِ ہجرِ تو چوں اختر سفید

قطرہ آنسو کا جو ٹپکاتی ہے چشمِ تر سفید
رات میں فرقت کی وہ لگتا ہے اک اختر سفید

سوئے ما مائل نشد ہرگز ہمائے وصلِ تو
استخوانم گرچہ شد از ہجرِ آں دلبر سفید

وصلِ جاناں کا ہما مائل نہیں مجھ پر تو کیوں
ہڈیاں میری کرے ہے ہجرِ غم دلبر سفید

ساقیا چوں بر لبِ میگوں نہی جامِ شراب
مینماید سرخ از عکسِ لبت ساغر سفید

جب لگاتا ہے لبِ میگوں تو ساقی جام سے
عکسِ لب سے سرخ ہو جاتا ہے وہ ساغر سفید

نیست ماہِ نو کہ از بیدادِ کیں ترکِ فلک
بر میاں بستہ بخونِ عاشقاں خنجر سفید

ماہِ نو کب ہے اسے تو خونِ عاشق کے لئے
باندھتا اپنی کمر پر ہے فلک خنجر سفید

آں لبِ دندانِ او حافظ بہنگامِ سخن
حقۂ لعلست گویا پر ز دُرّ و گوہر سفید

دیکھ حافظ وہ لب و دنداں بہ ہنگامِ سخن
لعل کی ڈبیہ میں ہوں جیسے بھرے گوہر سفید

کلکِ مشکینِ تو روزے کہ ز ما یاد کند
ببرد اجرِ دو صد بندہ کہ آزاد کند

کلکِ مشکین ترا مجھ کو اگر یاد کرے
اجر ہو جیسے تو سو بندوں کو آزاد کرے

قاصدِ حضرتِ سلمیٰ کہ سلامت بادا
چہ شود گر بسلامے دلِ ما شاد کند

قاصدِ حضرتِ سلمیٰ کہ سلامت اُس کو
لے کے آئے جو سلام اُن کا بہت شاد کرے

یارب اندر دلِ آں خسروِ شیریں انداز
کہ برحمت گذرے بر سرِ فرہاد کند

ڈال یارب تو دلِ خسروِ شیریں میں کبھی
کہ کرم مجنوں کے وہ بر سرِ فرہاد کرے

حالیا عشوۂ عشقِ تو ز بنیادم برد
تا دگر فکرِ حکیمانہ چہ بنیاد کند

عشوۂ عشق نے برباد کیا جس دل کو
فکرِ فرزانہ کبھی اُس کو نہ آباد کرے

گوہرِ پاکِ تو از مدحتِ ما مستغنیست
فکرِ مشاطہ چہ با حسنِ خداداد کند

گوہرِ پاک ترا مدح سے مستغنی ہے
فکرِ مشاطہ نہ کچھ حسنِ خداداد کرے

امتحاں کن کہ بسے گنجِ مرادت بدہند
گر خرابے چو مرا لطفِ تو آباد کند

کرے اللہ تری لاکھ مرادیں پوری
لطف تیرا جو خرابہ مرا آباد کرے

شاہ را بہ بود از طاعتِ صد سالہ و زہد
قدرِ یک ساعتِ عمرے کہ درو داد کند

زہدِ صد سالہ سے بہتر ہے یہ حاکم کے لئے
اک گھڑی اپنی رعایا سے اگر داد کرے

رہ نبردیم بمقصودِ خود اندر شیراز
خرم آں روز کہ حافظ رہِ بغداد کند

رہِ مقصود نہیں ملتی ہے شیراز میں جب
کیوں نہ رُخ عزم کا حافظ سوئے بغداد کرے

کسے کہ حسنِ رُخِ دوست در نظر دارد
محقق است کہ او حاصلِ بصر دارد

کوئی جو حسنِ رُخِ دوست پر نظر رکھے
ہے خوش نصیب کہ وہ حاصلِ بصر رکھے

کسے بوصلِ تو چوں شمع یافت پروانہ
کہ زیرِ تیغِ تو ہر دم سرِ دگر دارد

وہ پائے وصل کا پروانہ شمع کی صورت
جو نیچے تیغ کے ہر دم سرِ دگر رکھے

بپائے بوسِ تو دستِ کسے رسید کہ او
چو آستانہ بریں در ہمیشہ سر دارد

اُسی کو ہوتی ہے حاصل تری قدم بوسی
جو آستانے پہ تیرے ہمیشہ سر رکھے

ز زہدِ خشک ملولم بیار بادۂ ناب
کہ بوئے بادہ دماغم مدام تر دارد

ہوں زہدِ خشک سے بیزار دے شراب مجھے
کہ بوئے بادۂ مشکیں دماغ تر رکھے

بزد رقیبِ تو روزے بسینہ ام تیرے
ز بس کہ تیرِ غمت سینہ بے سپر دارد

ہر ایک تیر ترا دل کے پار ہوتا ہے
کہ سینہ یہ ترا دیوانہ بے سپر رکھے

کسے کہ از رہِ تقویٰ قدم بروں ننہاد
بعزمِ میکدہ اکنوں سرِ سفر دارد

نہ راہِ زہد سے جس نے قدم نکالا کبھی
شراب خانے کا اب وہ سرِ سفر رکھے

ز بادہ ہیچت اگر نیست ایں نہ بس کہ ترا
دمے ز وسوسۂ عقل بے خبر دارد

شراب پیتا ہوں میں اس لئے کہ شاید یہ
مجھے ز وسوسۂ عقل بے خبر رکھے

دلِ شکستۂ حافظؔ بخاک خواہد برد
چو لالہ داغِ ہوائے کہ بر جگر دارد

دلِ شکستۂ حافظؔ کے ساتھ جائے گا
لحد میں داغ ہوا اُس کا جو جگر رکھے

گر میفروش حاجتِ رنداں روا کند
ایزد گنہ بخشد و دفعِ بلا کند

گر مے فروش حاجتِ رنداں روا کرے
ایزد گناہ بخش دے، دفعِ بلا کرے

در کارخانۂ کہ رہِ علم و عقل نیست
وہمِ ضعیف رائے فضولی چرا کند

وہ کارخانہ جس میں ہو علم و خرد نہ کچھ
وہمِ ضعیف رائے وہاں دے کے کیا کرے

مطرب بساز عود کہ کس بے اجل نمرد
واں کو نہ ایں ترانہ سراید خطا کند

جاتا نہیں ہے کوئی بھی دُنیا سے بے اجل
جو اس سے اختلاف کرے اک خطا کرے

گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم
نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند

آرام اے حکیم ملے یا مصیبتیں
لازم ہے آدمی پہ کہ شکرِ خدا کرے

مارا کہ دردِ عشق و بلائے خمار کشت
یا وصلِ دوست یا مئے صافی دوا کند

اس دردِ عاشقی و بلائے خمار کی
یا وصلِ دوست یا مئے صافی دوا کرے

حقا کہ در زماں برسد مژدۂ اماں
گر سالکے بعہدِ امانت وفا کند

آتے فرشتے لے کے ہیں اک مژدۂ اماں
دُنیا میں پورا اگر کوئی عہدِ وفا کرے

ساقی بجامِ عدل بدہ بادہ تا گدا
غیرت نیاورد کہ جہاں پُر بلا کند

ساقی بجامِ عدل پلا بادہ تا گدا
عالم نہ سب بہ غصہ و غم پُر بلا کرے

جاں رفت در سرِ مے حافظ ز عشق سوخت
عیسیٰ دمے کجاست کہ احیائے ما کند

جاں فکرِ مے میں دی ہیں جلا عشق میں حافظا
عیسیٰ نفس ہے کوئی جو میری دوا کرے

گفتم کیم دہان و لبت کامراں کنند
گفتا بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنند

پوچھا کہ کب مجھے ترے لب کامراں کریں؟
بولا ہر التجا پہ تری، ہم تو ہاں کریں

گفتم خراجِ مصر طلب میکند لبت
گفتا دریں معاملہ کمتر زیاں کنند

پوچھا خراجِ مصر طلب کیوں کرے ہے لب
بولا طلب جو اس سے کریں کم زیاں کریں

گفتم بہ نقطۂ دہنت خود کہ برد راہ
گفت ایں حکایتیست کہ با نکتہ داں کنند

پوچھا کہ کیسے تیرے ملے نقطۂ دہن
بولا کہ یہ سوال فقط نکتہ داں کریں

گفتم صنم پرست مشو با صمد نشیں
گفتا بکوئے عشق ہم ایں و ہم آں کنند

پوچھا صنم پرست بنیں یا صمد نشیں
بولا نہ اہلِ عشق عجم این و آں کریں

گفتم ہوائے میکدہ غم می برد ز دل
گفتا خوش آں کساں کہ دلے شادماں کنند

پوچھا کہ دھوئیں مے سے دلِ داغدار کو
بولا وہیں خوش نصیب جو دل شادماں کریں

گفتم شراب و خرقہ نہ آئینِ مذہب است
گفت ایں عمل بمذہبِ پیرِ مغاں کنند

پوچھا کہ رند و خواجہ و صوفی میں فرق کیا
بولا یہ سب پرستشِ پیرِ مغاں کریں

گفتم ز لعلِ نوش لباں پیر را چہ سود
گفتا بہ بوسۂ شکرینش جواں کنند

پوچھا کہ تیرے لب کی ہے پیروں کو کیوں تلاش؟
بولا کہ لعلِ لب مرے دل کو جواں کریں

گفتم کہ خواجہ کے بسرِ حجلہ میرود
گفت آں زماں کہ مشتری و مہ قراں کنند

پوچھا کہ کب ملے گی مجھے خوابگہ تری
بولا کہ ماہ و مشتری جس دم قراں کریں

گفتم دعائے دولتِ تو وردِ حافظ است
گفت ایں دعا ملائکِ ہفت آسماں کنند

پوچھا دعائیں دو یہ ہے کیوں حافظا سعد
بولا یہ سب ملائکۂ ہفت آسماں کریں

فارسی	اردو
گُل بے رُخِ یار خوش نباشد	گُل بے رُخِ یار خوش ہو کیسے
بے بادہ بہار خوش نباشد	بے بادہ بہار خوش ہو کیسے
طرفِ چمن و ہوائے بستاں	طربِ چمن، ہوائے بُستاں
بے لالہ عذار خوش نباشد	بے لالہ عذار خوش ہو کیسے
رقصیدنِ سرو و حالتِ گُل	یہ سرو کا رقص، گُل کی شوخی
بے صوتِ ہزار خوش نباشد	بے بانگِ ہزار خوش ہو کیسے
باغ و گُل و مُل خوش است لیکن	باغِ گُل و مُل ہے خوب لیکن
بے صحبتِ یار خوش نباشد	بے صحبتِ یار خوش ہو کیسے
ہر نقش کہ دستِ عقل بندد	وہ نقش جو عقل سے ہے پیدا
بے نقشِ نگار خوش نباشد	بے نقشِ نگار خوش ہو کیسے
با یارِ شکر لبِ گُل اندام	وہ یارِ شکر لب و گُل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد	بے بوس و کنار خوش ہو کیسے
جاں نقدِ محقر است حافظؔ	یار آئے تو جان میری حافظؔ
از بہرِ نثار خوش نباشد	گر ہو نہ نثار خوش ہو کیسے

گرچہ بر واعظِ شہر ایں سخن آساں نشود
تا ریا ورزد و سالوس مسلماں نشود

واعظِ شہر کو سمجھانا یہ آسان نہیں
مکر و سالوس جو کرتا ہے مسلمان نہیں

رندی آموز و کرم کن کہ نہ چنداں ہنر است
حیوانے کہ ننوشد مے و انساں نشود

بیٹھ میخانے میں اور سیکھ ہنر رندی کے
آدمی گر نہ پیے مے تو وہ انسان نہیں

گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض
ورنہ ہر سنگ و گلے لؤلؤ و مرجاں نشود

گوہرِ پاک یہ ہے فیضِ خدا کا ورنہ
ہر گل و سنگ یہاں جوہر و مرجان نہیں

اسمِ اعظم بکند کارِ خود اے دل خوش باش
کہ بہ تلبیس و حیل دیو مسلماں نشود

اسمِ اعظم کی یہ برکت ہے ہو خوش تو اے دل
دیو بنتا کبھی تقویٰ سے مسلمان نہیں

دردمندیکہ کند دردِ نہاں پیشِ طبیب
درد او بے سببے قابلِ درماں نشود

جا کے بتلاؤں طبیبوں کو میں کیوں دردِ نہاں
جبکہ یہ دردِ مرا قابلِ درمان نہیں

عشق می ورزم و امید کہ ایں فنِ شریف
چوں ہنرہائے دگر موجبِ حرماں نشود

عشق کرتا ہوں بہ امید کہ یہ فنِ شریف
اور پیشوں کی طرح موجبِ حرمان نہیں

دوش می گفت کہ فردا بدہم کامِ دلت
سببے ساز خدایا کہ پشیماں نشود

وہ گیا مجھ سے جو پھر وصل کا وعدہ کر کے
اے خدا دیکھ کہ وہ ہووے پشیمان نہیں

حسنِ خلقے ز خدا می طلبم خوئے ترا
تا دگر خاطرِ ما از تو پریشاں نشود

حسنِ اخلاق خدایا دے تُو اُس بد خُو کو
تا کہ خاطر ہو مری اتنی پریشان نہیں

ہر کہ در پیشِ بتاں از سرِ جاں می لرزد
بے تکلف تنِ او لائقِ قرباں نشود

جاں دینے سے بتوں پر ہو تامل جس کو
ایسا بزدل کبھی شائستۂ قربان نہیں

ذرہ را تا نبود ہمتِ عالی حافظ
طالبِ چشمۂ خورشیدِ درخشاں نشود

ہمتِ عالیہ حافظ نہیں اُس ذرے میں جو
طالبِ چشمۂ خورشیدِ درخشان نہیں

گرچہ از غمزہ چشم زخمے بدل کاری کند
گاہ گاہ از مرہم باشد کہ دلداری کند

بت مرا غمزے سے دل پر زخم گو کاری کرے
پھر بھی گاہے گاہے کیا مرہم سے دلداری کرے

گر نباشد از مئے لعل تو بوئے در مشام
عاشقاں را دیدۂ دائم کارِ خماری کند

گر میسر ہو نہ اُن کو بادۂ شیریں لب
آنکھ تیری عاشقوں کا کارِ خماری کرے

زاہدے را ذوق گر ہیچے حاصل شود
مست می آید ہمہ توبہ ز ہشیاری کند

ذوقِ رندی ہو مرا جیسا تجھے گر شیخ تو
مست میخانے میں ہو، توبہ ز ہشیاری کرے

ہم ستانم دادِ ہم پیکر مستانہ رقص
ساقیا آں مطربِ ہم امروز اگر یاری کند

داد مے نوشی ملے میں رقصِ مستانہ کروں
مطربِ میخانہ ساقی مجھ سے گر یاری کرے

تا خورد از دستِ تو جامِ صبوحی یک صباح
اہلِ تقویٰ ہر شبے تا صبح بیداری کند

گر ملے جامِ صبوحی ہاتھ سے تیرے اُسے
شیخِ مکتب شام سے تا صبح بیداری کرے

حافظِ مسکیں غریبے کز پئے او شد خراب
گر رسیدے ساقیا از بادہ معماری کند

حافظِ مسکیں ہوا برباد جس کے واسطے
کاش لے کر آئے مے اور اس کی معماری کرے

گر زلفِ پریشانت در دستِ صبا افتد
ہر جا کہ دلے باشد برباد ہوا افتد

وہ موئے پریشاں جب در دستِ صبا ہوگا
جو دل بھی جہاں ہوگا برباد ہوا ہوگا

ما کشتیِ صبر خود در بحرِ غم افگندیم
تا آخر ازیں طوفاں ہر تختہ کجا افتد

بحرِ غمِ الفت میں ڈالا ہے سفینہ جو
اب دیکھئے طوفاں میں اس ناؤ کا کیا ہوگا

آں بادہ کہ دلہا را از غم دہد آزادی
پُر خونِ جگر گردد چوں دور بما افتد

وہ جام ہے مے جس کی دارُوئے غمِ جاناں
پاس اپنے جب آئے گا تو خوں سے بھرا ہوگا

گر زلفِ سیاہت را من مشکِ ختن گفتم
در تاب مشو جاناں در گفتہ خطا افتد

دیکھو نہ کبھی زلفوں کو مشکِ ختن کہنا
توہین وہ سمجھے گا، بسیار خفا ہوگا

حالِ دلِ حافظ شد از دستِ غمِ ہجرت
چوں عاشقِ سرگرداں کز دوست جدا افتد

اندیشۂ فرقت سے جو ہوتا ہے سرگرداں
کیسے یہ دلِ حافظ پھر اس سے جدا ہوگا

مرا بہ رندی و عشق آں فضول عیب کند
کہ اعتراض بر اسرارِ علمِ غیب کند

جو شیخ رندی کو میری شمارِ عیب کرے
وہ اعتراض برا سرارِ علمِ غیب کرے

کمالِ صدق و محبت ببیں نہ نقصِ گناہ
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند

کمالِ عشق کی دے داد، دیکھے نقص نہ تو
کہ بے ہنر ہے بہت جو نظر پہ عیب کرے

چناں بزد رہِ اسلام غمزۂ ساقی
کہ اجتناب ز صہبا مگر صہیبؓ کند

ہے ایسا رہزنِ اسلام غمزۂ ساقی
کہ اس شراب سے پرہیز بس صہیبؓ کرے

ز عطرِ حورِ بہشت آں زماں بر آید بوئے
کہ خاکِ میکدۂ ما عبیرِ جیب کند

اُسے ملے ہے بوئے زلفِ حور کی جنّت
جو خاکِ میکدہ پہلے عبیرِ جیب کرے

کلیدِ گنجِ سعادت قبولِ اہلِ دل است
مباد کس کہ دریں نکتہ شک و ریب کند

کلیدِ گنجِ سعادت ملی ہے رندوں کو
وہ نکتہ داں نہیں جو اس میں شک و ریب کرے

شبانِ وادیِ ایمن گہے رسد بمراد
کہ چند سال بجاں خدمتِ شعیب کند

شبانِ وادیِ ایمن ہے بامراد وہی
جو چند سال بجاں خدمتِ شعیب کرے

ز دیدہ خوں بچکاند فسانۂ حافظ
چو یادِ عہدِ شباب و زمانِ شیب کند

ٹپکتے خون کے آنسو ہیں جب بھی تو حافظ
بیانِ عہدِ شباب و زمانِ شیب کرے

من و انکار شراب ایں چہ حکایت باشد　　مے سے انکار مجھے کیسی حکایت یہ ہے
غالباً ایں قدرم عقل کفایت باشد　　حیلہ ساقی کا ہے اک عذر کفایت یہ ہے

من کہ شبہا رہ تقویٰ زدہ ام با دف و چنگ　　عمر بھر رند رہے پیری میں تقویٰ کیسا
ایں زماں سر بہ رہ آرم چہ حکایت باشد　　کیا عجب قصہ ہے یہ کیسی حکایت یہ ہے

زاہد ار راہ بہ رندی نبرد معذور است　　عاشق زاہد گمراہ کرے گا کیوں کر
عشق کاریست کہ موقوف ہدایت باشد　　کام یہ سخت ہے موقوف ہدایت یہ ہے

بندۂ پیر مغانم کہ ز جہلم برہاند　　بندۂ پیر مغاں ہوں ہے بھروسا مجھ کو
پیر ما ہر چہ کند عین رعایت باشد　　کہ وہ جو کچھ بھی کرے عین رعایت یہ ہے

زاہد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز　　تجھ کو ہے ناز و تکبر تو ہو زاہد لیکن
تا خود او را ز میاں با کہ عنایت باشد　　عاجزی مجھ کو ہے ایزد کی عنایت یہ ہے

دوش ازیں غصہ نخفتم کہ حکیمے میگفت　　نیند غصے سے اڑی جب یہ کہا عاقل نے
حافظ ار بادہ خورد جائے شکایت باشد　　پیا حافظ نے بہت جائے شکایت یہ ہے

معاشراں ز حریفِ شبانہ یاد آرید
حقوقِ بندگیٔ مخلصانہ یاد آرید

معاشروں پہ حریفِ شبانہ یاد رکھو
حقوقِ بندگیٔ مخلصانہ رکھو

چو در میانِ مراد آورید دستِ امید
ز عہدِ صحبتِ ما درمیانہ یاد آرید

میاں مراد کی آئے اگر یہ دستِ امل
ہے عہدِ دوستی اک درمیانہ یاد رکھو

چو عکسِ بادہ کند جلوہ در رُخِ ساقی
ز ہمرہاں بسرود و ترانہ یاد آرید

جو عکسِ بادہ کرے جلوہ در رُخِ ساقی
تو رند اک پہ سرود و ترانہ یاد رکھو

بوقتِ سرخوشی از آہ و نالۂ عشاق
بصوتِ نغمۂ چنگ و چغانہ یاد آرید

بوقتِ عیش و خوشی آہ و نالۂ عاشق
بصوتِ نغمۂ چنگ و چغانہ یاد رکھو

نمی خورید زمانے غمِ وفاداراں
ز بیوفائیِ دورِ زمانہ یاد آرید

کرے ہے کوئی نہ غم خواریٔ وفاداراں
ہے کتنا بیوفا دورِ زمانہ یاد رکھو

سمندِ دولت اگر تند و سرکش است ولے
ز ہمرہاں بسرِ تازیانہ یاد آرید

سوار تم ہو اگرچہ سمندِ سرکش پہ
پیادہ اک بہ سرِ تازیانہ یاد رکھو

بوقتِ مرحمت اے ساکنانِ صدرِ جلال
ز روئے حافظ و آں آستانہ یاد آرید

بوقتِ مرحمت اے ساکنانِ عرشِ بریں
شکیبِ حافظ و ظلمِ زمانہ یاد رکھو

من و صلاح و سلامت کس ایں گماں نبرد
کہ کس بہ رندِ خرابات ظنِّ آں نبرد

کوئی یہ رندِ خرابات پر گماں نہ کرے
صلاح و تقویٰ ذرا بندۂ مغاں نہ کرے

من ایں مرقعِ پشمینہ بہرِ آں دارم
کہ زیرِ خرقہ کشم مے کس ایں گماں نبرد

ہے صوفیوں کی قبا میں نے اس لئے پہنی
کہ مے چھپاؤں جو اس میں کوئی گماں نہ کرے

مباش غرّہ بہ علم و عمل فقیہِ زماں
کہ ہیچ کس ز قضائے خدائے جاں نبرد

غرور علم و عمل پر نہ کر فقیہِ زماں
قضا جہاں میں کسی کی معاف جاں نہ کرے

مشو فریفتۂ رنگ و بو قدح درکش
کہ زنگِ غم ز دلت جز مے مغاں نبرد

نہ ہو فریفتۂ رنگ و بو، شراب پلا
کہ دُورِ غم کو کوئی جز مے مغاں نہ کرے

اگرچہ دیدہ بود پاسبانِ تو اے گل
بہوش باش کہ نقدِ تو پاسباں نبرد

اگرچہ دیدہ بنا پاسباں ترا نرگس
مجھے ہے خوف تبہ تجھ کو پاسباں نہ کرے

من ضعیف چگونہ غمِ تو بردارم
کہ بارِ ہجرِ تو ایں جسمِ ناتواں نبرد

لیا ہے دل جو مرا چھوڑ کر نہ جا اسکو
کہ بارِ ہجر یہ برداشت ناتواں نہ کرے

سخن بہ نزدِ سخنداں ادا مکن حافظ
کہ تحفہ کس دُر و گوہر بہ بحر و کاں نبرد

سخن بہ نزدِ سخنداں نہ کہہ تو اے حافظ
قبول تحفۂ دُر بحرِ بیکراں نہ کرے

مرا مہر سیہ چشماں ز دل بیروں نخواہد شد
قضائے آسمانست ایں و دیگرگوں نخواہد شد

میرے دل سے سیہ آنکھوں کی دُھن بیرون کیسے ہو
قضائے آسماں جو ہے وہ دیگر گون کیسے ہو

مرا روزِ ازل کارے بجز رندی نفرمودند
ہر آں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد

ازل سے رندی و مستی مرے حصے میں آئی ہیں
جو قسمت میں لکھا ہے وہ کم و افزون کیسے ہو

مجالِ من ہمیں باشد کہ پنہاں مہرِ او ورزم
کنار و بوس و آغوشش چہ گویم چوں نخواہد شد

میری تقدیر میں ہے دُور ہی سے دیکھنا اُس کو
نہ آئے پاس تو اُس سے چہا و چون کیسے ہو

شرابِ لعل و جائے امن و یارِ مہرباں ساقی
دلا کے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

شرابِ لعل و جائے امن و یارِ مہرباں ساقی
بتاؤ اس سے افزوں اور کوئی افسون کیسے ہو

بیا و در حقِ رنداں بہ بانگِ چنگ مے نوشیم
کہ سازِ شرع زیں افسانہ بے قانوں نخواہد شد

بہ بانگِ چنگ میخانے میں جا کے رات کو پینا
ہو گر فطرت کو جائز تو یہ بے قانون کیسے ہو

شبے مجنوں بہ لیلیٰ گفت کاے محبوبِ بے ہمتا
ترا عاشق شود پیدا و لے مجنوں نخواہد شد

ہیں عاشق تو بہت تیرے زمانے میں مگر لیلیٰ
تیرے مجنوں سے افزوں اور کوئی مجنون کیسے ہو

رقیب آزارہا فرمود و جائے آشتی نگذاشت
مگر آہِ سحر خیزاں سوئے گردوں نخواہد شد

رقیبوں کے ستم نے اس طرح گھونٹا ہے دم میرا
نہ نکلے آہ جب دل سے سوئے گردون کیسے ہو

بیا تا در مئے صافیت رازِ دہر بنمایم
کہ کارِ عشق ازیں افسانہ بے افسوں نخواہد شد

ہے رازِ دو جہاں پنہاں حدیثِ ساقی و مے میں
جو افسانہ ہو افسوں کا وہ بے افسون کیسے ہو

مشوئے دیدہ نقشِ غم ز لوحِ سینۂ حافظ
کہ زخمِ تیغِ دلدارست و رنگِ خوں نخواہد شد

کیا ہے چشمِ جاناں نے جو دل کا خون اے حافظ
نہ دھو اشکوں سے تو اس کو صفایہ خون کیسے ہو

معاشراں گرہ از زلفِ یار باز کنید	معاشرو! گرہِ زلفِ یار باز کرو
شبے خوش ست باین قصہ اش دراز کنید	یہ رات اچھی ہے اس قصے کو دراز کرو
حضورِ مجلسِ اُنس ست و دوستاں جمع اند	یہ بزمِ اُنس ہے ساقی جو آج جمع ہیں یار
وانِ یکاد بخوانید و در فراز کنید	نظر لگے نہ کہیں، ورنہ اس کا باز کرو
رباب و چنگ بہ بانگِ بلند می گویند	رباب و چنگ بہ بانگِ بلند کہتے ہیں
کہ گوشِ ہوش بہ پیغامِ اہلِ راز کنید	کہ گوشِ ہوش بہ پیغامِ اہلِ راز کرو
ہر آں کسے کہ دریں حلقہ نیست زندہ بہ عشق	ہے جس کی زندگی محرومِ دولتِ الفت
برو چو مردہ بفتوائے من نماز کنید	جنازہ اُس کا اُٹھاؤ، ادا نماز کرو
میانِ عاشق و معشوق فرق بسیار است	میانِ عاشق و معشوق فرق ہے بیحد
چو یار ناز نماید شما نیاز کنید	کرے وہ ناز تو خم تم سرِ نیاز کرو
بجانِ دوست کہ غم پردہ بر شما ندرد	جو چاہتے ہو غمِ دل کرے نہ پردہ دری
گر اعتماد بر الطافِ کارساز کنید	تو اعتماد بر الطافِ کارساز کرو
نخست موعظۂ پیرِ مے فروش اینست	نصیحت ایک ملی ہے بہ وعظِ پیرِ مغاں
کہ از معاشرِ ناجنس احتراز کنید	بچے ہو رند تو واعظ سے احتراز کرو
اگر طلب کند انعامے از شما حافظ	سنو کہ تم سے جو حافظ طلب کرے انعام
حوالتش بلبِ یارِ دل نواز کنید	سپردِ لعلِ لبِ یارِ دل نواز کرو

مرا وصل تو گر زانکه دسترس باشد   مجھے وصال پہ گر تیرے دسترس ہوتی
دگر ز طالع خویشم چہ ملتمس باشد   کبھی نصیب سے اتنی نہ ملتمس ہوتی

اگر بہ ہر دو جہاں یک نفس زنم با دوست   اگر بہ ہر دو جہاں یار اک نفس ملتا
مرا ز ہر دو جہاں حاصل آں نفس باشد   امارتِ دو جہاں میری ہر نفس ہوتی

بر آستان تو غوغائے عاشقاں چہ عجب   تری گلی میں ہے غوغائے عاشقاں تو کیا
کہ ہر کجا شکرستاں بود مگس باشد   نہ ہوتا گر شکرستاں تو کیوں مگس ہوتی

رہِ خلاص کجا باشد آں عزیزے را   رہِ نجات غریقِ الم کو مل جاتی
کہ سیلِ محنتِ عشقش ز پیش و پس باشد   جو سیلِ عشق کی تندی نہ پیش و پس ہوتی

چہ حاجت است بہ شمشیر قتلِ عاشق را   نہیں ہے حاجتِ شمشیر قتلِ عاشق کو
کہ نیم جانِ مرا یک کرشمہ بس باشد   وہ نیم جاں ہے اُسے اک نظر ہی بس ہوتی

ہزار بار شود آشنا و دیگر بار   ہزار بار ہوا آشنا مرا لیکن
مرا چو بیند و گوید کہ ایں چہ کس باشد   نہیں اُسے مری پہچان یک نفس ہوتی

ازیں سبب کہ مرا دستِ بخت کوتاہ است   نہ دستِ بخت اگر ہوتا اس قدر کوتاہ
کیم بسرو بلندِ تو دسترس باشد   بلند سرو پہ میری بھی دسترس ہوتی

خوش است بادۂ رنگین و صحبتِ جاناں   جو ملتے بادۂ رنگین و قربِ جانانہ
مدام حافظِ بیدل دریں ہوس باشد   نہ اتنی حافظِ بیدل کو پھر ہوس ہوتی

مژدہ ایدل کہ دگر بادِ صبا باز آمد	مژدہ اے دل لئے اک بادِ صبا پھر آئے
ہُدہُد خوش خبر از طرفِ سبا باز آمد	ہُدہُد خوش خبر از طرفِ سبا پھر آئے
برکش اے مرغِ سحر نغمۂ داؤدی را	پھر سنا مرغِ سحر نغمۂ داؤد مجھے
کہ سلیمانِ گل از طرفِ ہوا باز آمد	کہ سلیمانِ گل از طرفِ ہوا پھر آئے
لالہ بوئے مئے نوشیں بشنید از دمِ صبح	بوئے مے لائے اگر بادِ صبا تو لالہ
داغِ دل بود بامید دوا باز آمد	داغِ دل لے کے بہ امیدِ دوا پھر آئے
عارفے کو کہ کند فہم زبانِ سوسن	ایسا عارف کہاں، سمجھے جو زبانِ سوسن
تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد	جو کہے کیوں گئی اور کیوں یہ بلا پھر آئے
مردمی کرد و کرم بختِ خداداد من	دے مری آہ کو اک ایسا اثر پھر یارب
کاں بتِ سنگدل از راہِ وفا باز آمد	سنگدل بت مرا بر راہِ وفا پھر آئے
جانِ من از پئے ایں قافلہ بس آہ کشید	کھینچے آہ کہ اس قافلۂ جاں کے لیے
تا بگوشِ دلم آوازِ درا باز آمد	گوشۂ قلب سے آوازِ درا پھر آئے
گرچہ ما عہد شکستیم وگنہ حافظ کرد	مہرباں تجھ پہ ہے کیسا یہ ذرا حافظ دیکھ
لطفِ او بیں کہ بصلح از درِ ما باز آمد	کہ خطا بخشنے خود یار ترا پھر آئے

فارسی	اردو
نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند	ہر اک جو چہرہ سنوارے نہ دلبری جانے
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند	نہ رکھ کے آئینہ ہر اک سکندری جانے
نہ ہر کہ طرفِ کلہ کج نہاد و تند نشست	ہر اک جو طرفِ کلہ کج کرے ضرور نہیں
کلاہ داری و آئینِ سروری داند	کلاہ داری و آئینِ سروری جانے
ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست	ہزار بال سے باریک ہیں یہاں نکتے
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند	ہر اک نہ سر کو منڈا کر قلندری جانے
در آبِ دیدۂ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم	میں غرقِ اشک ہوا ہوں رہا نہ چارہ کوئی
کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند	نہ غم کے بحر میں ہر اک شناوری جانے
غلامِ ہمتِ آں رندِ عافیت سوزم	ہوں ایسے رندِ سکوں سوز کا غلام کہ جو
کہ در گدا صفتی کیمیاگری داند	گدا صفت ہے مگر کیمیاگری جانے
سوادِ نقطۂ بینش ز خالِ تست مرا	ہے تیرے خال سے خوش میری آنکھ کی پتلی
کہ قدرِ گوہرِ یکدانہ گوہری داند	کہ قدرِ گوہرِ یک دانہ جوہری جانے
بباختم دلِ دیوانہ و ندانستم	نہ ہارتا دلِ دیوانہ گر پتا ہوتا
کہ آدمی بچۂ شیوۂ پری داند	کہ آدمی بچہ بھی شیوۂ پری جانے

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

نہ شرطِ مزد لگا، گر ہے بندگی تجھ کو
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری جانے

بقد و چہرہ ہر آنکس کہ شاہِ خوباں شد
جہاں بگیرد اگر داد گستری داند

بہ قدّ و چہرہ بنا شاہ جو حسینوں کا
جہان گیر ہو گر داد گستری جانے

وفائے عہد نکو باشد ار بیاموزی
وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند

ہو کیا خوب وہ گر سیکھ لے وفاداری
ہر اک حسین وگرنہ ستمگری جانے

ز شعرِ دلکش حافظ کے شود آگاہ
کہ لطفِ طبع و سخن گفتن دری داند

سمجھتا ایک وہی ہے کلام حافظ کا
جو لطفِ طبع و سخن سنجیِ دری جانے

نفسِ بادِ صبا مشک فشاں خواہد شد
عالمِ پیر دگرباره جواں خواہد شد

نفسِ باد اگر مشک فشاں ہو جائے
عالمِ پیر مرا پھر سے جواں ہو جائے

ارغواں جامِ عقیقی بسمن خواہد داد
چشمِ نرگس بشقائق نگراں خواہد شد

ارغواں جام اگر ہاتھ میں ہو لالہ کے
کھول کے آنکھ کو نرگس نگراں ہو جائے

گُل عزیز ست غنیمت شمریدش صحبت
کہ بباغ آمد ازیں راہ و ازاں خواہد شد

دوستی کیسی ہے بلبل تری گل سے جب وہ
آئے اِس راہ سے اُس رہ پہ رواں ہو جائے

زیں تطاول کہ کشید از غمِ ہجراں بلبل
تا سراپردۂ گُل نعرہ زناں خواہد شد

نغمۂ گل آشنا ہے جب غنچۂ گل میں جاکر
بلبلِ زار نہ کیوں نعرہ زناں ہو جائے

ایدل ار عشرتِ امروز بفردا فگنی
مایۂ نقدِ بقا را کہ ضماں خواہد شد

چھوڑ دل! عشرتِ امروز کو فردا پہ نہ تو
کہ یہ مایہ نہ کہیں نذرِ زیاں ہو جائے

ماہِ شعباں مدہ از دست قدح کایں خورشید
از نظر تا شبِ عیدِ رمضاں خواہد شد

چھوڑ شعباں میں نہ خورشیدِ قدح کو کہ کہیں
یہ نہاں تا شبِ عیدِ رمضاں ہو جائے

مُطربا مجلسِ انس ست غزل خوان و سرود
چند گوئی کہ چنیں رفت و چناں خواہد شد

مجلسِ انس ہے مطرب وہ سنا ایک غزل
دل میں اترے جو مرے عشرتِ جاں ہو جائے

گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن
مجلسِ وعظ دراز ست و زماں خواہد شد

مجلسِ وعظ ہے لمبی تو خرابات میں چل
دورِ ساغر نہ کہیں ختم وہاں ہو جائے

حافظ از بہرِ تو آمد سوئے اقلیمِ وجود
قدمے نہ بوداعش کہ رواں خواہد شد

کر سکے دیدار ترا دنیا میں آیا حافظ
بن تجھے دیکھے کہیں وہ نہ رواں ہو جائے

ہر کہ شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند
واں کہ ایں کار ندانست در آں کار بماند

جو رہا محرمِ دل، محرمِ دلدار رہا
دل بنا جس کا حرم، در حرمِ یار رہا

گر از پردہ بروں شد دلِ من عیب مکن
شکرِ ایزد کہ نہ در پردۂ پندار بماند

شکرِ ایزد کہ ہوا مست ہوں مستور نہیں
کہ جو عشق ہوا، در پردۂ پندار رہا

خرقہ پوشانِ دگر مست گذشتند و گذشت
قصۂ ماست کہ در ہر سرِ بازار بماند

گزرے عشاق بھی چرچے بھی گئے اٹھ کر
قصہ میرا ہی فقط برسرِ بازار رہا

داشتم دلقے و صد عیب مرا می پوشید
خرقہ رہنِ مے و مطرب شد و زنار بماند

گرو مطرب و مے کر دیا جب خرقے کو
گئی پوشاک تو پوشیدہ نہ زنّار رہا

از صدائے سخنِ عشق ندیدم خوشتر
یادگارے کہ دریں گنبدِ دوّار بماند

عشق کی داد سے فریاد نہ بہتر تھی کوئی
ورنہ ہر شور سے پُر گنبدِ دوّار رہا

ہر مے لعل کز آں جامِ بلوریں ستدم
آبِ حسرت شد و در چشمِ گہربار بماند

بادۂ لعل جو تھا جامِ بلوریں میں مرے
آبِ حسرت ہوا، در چشمِ گہربار رہا

جز دلم کو ز ازل تا بہ ابد عاشق رفت
جاوداں کس نشنیدم کہ دریں کار بماند

تھا ازل سے مرا دل تیرا ابد تک عاشق
جاوداں ایک ہی تیرا خریدار رہا

گشت بیمار کہ چوں چشمِ تو گردد نرگس
شیوۂ او نشدش حاصل و بیمار بماند

نقل نرگس نے جو کی تیری تو اُس کا دیدہ
بن سکا تجھ سا نہ جب بن کے وہ بیمار رہا

صوفیاں واستدند از گروِ مے ہمہ رخت
خرقۂ ماست کہ در خانۂ خمار بماند

رہن مے سے تو چھڑا لائے ہیں خرقے صوفی
دلق اک میرا ہی در خانۂ خمار رہا

برجمالِ تو چناں صورتِ چیں حیراں شد
کہ حدیثش ہمہ جا بر در و دیوار بماند

دیکھ صورت تری حیراں ہوئی یوں صورتِ چیں
قصہ اُس کا ہمہ جا بر در و دیوار رہا

بتماشا گہِ زلفش دلِ حافظ روزے
شد کہ باز آید و جاوید گرفتار بماند

دلِ حافظ جو گیا جلوہ گہِ کاکل پر
ایسا گرویدہ ہوا بن کے گرفتار رہا

ہر آں کو خاطرِ مجموع و یارِ نازنیں دارد
سعادت ہمدمِ او گشت و دولت ہمنشیں دارد

ہر اک جو خاطرِ مجموع و یارِ نازنیں رکھے
خوشی ہمدم بنائے' مال و دولت ہمنشیں رکھے

جنابِ عشق را درگہ بسے بالاتر از عقل ست
کسے آں آستاں بوسد کہ جاں در آستیں دارد

جنابِ عشق کی درگہ خرد سے ہے کہیں بالا
جو اس کا آستاں چومے وہ جاں در آستیں رکھے

بخواری منگر اے منعم ضعیفان و فقیراں را
کہ صدرِ مسندِ عزت فقیرِ رہ نشیں دارد

حقارت سے نہ دیکھو یوں ضعیفوں کو گداؤں کو
کہ اعلیٰ مسندِ عزت فقیرِ رہ نشیں رکھے

دہانِ تنگِ شیرینش مگر مہرِ سلیمان ست
کہ نقشِ خاتمِ لعلش جہاں زیرِ نگیں دارد

دہانِ تنگِ شیریں ہے ترا' مہرِ سلیمانی
کہ نقشِ لعل گوں اُس کا جہاں زیرِ نگیں رکھے

چو بر روئے زمیں باشی توانائی غنیمت داں
کہ دوراں ناتوانیہا بسے زیرِ زمیں دارد

توانائی ہے جتنی بھی غنیمت جان تو اُس کو
کہ دوراں صد ہزاراں ناتواں زیرِ زمیں رکھے

بلا گردانِ جان و دل دعائے مستمنداں است
کہ بیند خیر ازاں خرمن کہ ننگ از خوشہ چیں دارد

غریبوں کی دعا رکھے بلا سے دُور جان و دل
نہیں ہے خیر خرمن کی پرے سے جو خوشہ چیں رکھے

صبا از عشقِ من رمزے بگو با آں شہِ خوباں
کہ صد جمشید و کیخسرو غلامِ کمتریں دارد

بتا رمزِ محبت اے صبا اُس شاہِ خوباں کو
جو صد جمشید و کیخسرو غلامِ کمتریں رکھے

لبِ لعل و خطِ مشکیں چو آنش ہست و اینش ہست
بنازم دلبرِ خود را کہ حسنش آن و ایں دارد

لبِ لعل و موئے مشکیں وہ رکھے یہ بھی اور وہ بھی
ذرا دیکھو تو وہ دلبر کہ حسنِ آن و ایں رکھے

اگر گوید نمی خواہم چو حافظ بندۂ مفلس
بگوئیدش کہ سلطانی گدائے رہ نشیں دارد

کہے گر وہ' نہیں حافظ سا اچھا بندۂ مفلس
کہو اُس سے کہ سلطانی بہت وہ رہ نشیں رکھے

ہر کرا با خطِ سبزت سرِ سودا باشد
پائے ازیں دائرہ بیروں ننہد تا باشد

جو بھی با حلقۂ گیسو سرِ سودا رکھے
دام سے کیسے بچا کر دلِ شیدا رکھے

در قیامت کہ سر از خاکِ لحد برگیرم
داغِ سودائے توام سرِّ سویدا باشد

اُٹھ سکے گا نہ لحد سے وہ بروزِ محشر
داغِ دل جس کا نہ اسرارِ سویدا رکھے

ظلِّ ممدودِ خمِ زلفِ توام بر سر باد
کاندریں سایہ قرارِ دلِ شیدا باشد

ظلِّ ممدودِ خمِ زلف ہے سر پر میرے
تا کہ یہ سایہ قرارِ دلِ شیدا رکھے

تو کے اے دُرِ گراں مایہ ہوا خواہی داشت
کز غمت دیدۂ مردم ہمہ دریا باشد

دیکھ اے دُرِ گراں مایہ ترا غم کس طرح
چشمِ عاشق سے رواں خون کا دریا رکھے

از بنِ ہر مژہ ام آب روانست بیا
اگرت میلِ لبِ جوی و تماشا باشد

دیکھنے کے لئے آجا کبھی پلکوں کی تڑپ
چشمِ قاتل جو تری ذوقِ تماشا رکھے

چشمت از ناز بہ حافظ نکند میل آرے
سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا باشد

ناز سے دیکھے نہ حافظ کو تری آنکھ کہ وہ
سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا رکھے

ہرگزم مہرِ تو از لوحِ دل و جاں نرود
ہرگز از یادِ من آں سروِ خراماں نرود

چھوڑ کے عشق ترا میرے دل و جاں نہ گیا
تری یادوں سے بھی سروِ خراماں نہ گیا

آں چناں مہرِ توام در دل و جاں جا گرفت
کہ گرم سر برود مہرِ تو از جاں نرود

عشق کچھ ایسے دل و جاں میں سمایا ہے مرے
سر اگر تن سے چھٹا، چھوڑ کے یہ جاں نہ گیا

از دماغِ من سرگشتہ خیالِ رخِ دوست
بجفائے فلک و غصۂ دوراں نرود

چھوڑ میرا دلِ سرگشتہ خیالِ جاناں!
بہ جفائے فلک و غصۂ دوراں نہ گیا

آنچہ از بارِ غمت در دلِ مسکینِ من است
برود دل ز من و از دلِ من آں نرود

تو بنا ایسا مکینِ دلِ غمگیں میرا
دل گیا مجھ سے مگر دل سے تو اے جاں نہ گیا

در ازل بست دلم با سرِ زلفت پیوند
تا ابد سر نکشد وز سرِ پیماں نرود

دل ازل میں مرا باندھا تمھاری زلف سے یوں
تا ابد یہ نہ چھٹا، توڑ کے پیماں نہ گیا

گر رود از پئے خوباں دلِ من معذور است
درد دارد چہ کند گر پئے درماں نرود

پئے خوباں جو گیا دل تو ملا درد، و لے
ہوا معذور کچھ ایسا پئے درماں نہ گیا

ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں
دل بخوباں ندہد وز پئے ایشاں نرود

چاہا جس نے نہ ہو حافظ کی طرح سرگرداں
نہ حسینوں کو دیا دل، پئے خوباں نہ گیا

هر کہ او یک سرِ مو پندِ مرا گوش کند
ہمچو من حلقۂ گیسوئے تو در گوش کند

گر نصیحت پہ مری اپنا کوئی گوش کرے
حلقۂ گیسوئے مشکیں کو وہ در گوش کرے

گرچہ چند دہنِ تنگِ تو معصوم ولے
بادہ بر یادِ لبت ہمچو شکر نوش کند

جا کے میخانے میں دیکھے دہنِ ساقی کو
مے پیے اور لبِ شیریں کی شکر نوش کرے

در چمن سوئے گل و نرگس و سوسن بگذر
کہ زبانِ ہمہ را حسنِ تو خاموش کند

تو گل و نرگس و سوسن کی طرف جائے اگر
حسن تیرا ہر اک آواز کو خاموش کرے

زآں سبب پیچ و خم و تاب دہد گیسو را
تاکہ او قیدِ دلِ عاشقِ مدہوش کند

اس سبب پیچ و خم و تاب ملے کاکل کو
تاکہ وہ قیدِ دلِ عاشقِ مدہوش کرے

گرچہ صد عربدہ کند حافظِ مسکیں ز فراق
چوں بہ بیند رخِ تو جملہ فراموش کند

شکوے حافظ کو ہیں فرقت کے بہت پر تجھے
جب تری ایک جھلک سب وہ فراموش کرے

یاد باد آنکہ نہانت نظرے با ما بود	یاد ہے چھپ کے جو تو آنکھ تو دکھا جاتا تھا
رقمِ مہرِ تو بر چہرۂ ما پیدا بود	آئنہ تیری محبت کا مرا چہرہ تھا
یاد باد آنکہ چو چشمت بعتابم می کشت	یاد ہے جبکہ عتابِ آنکھ میں ہوتا تھا تری
معجزِ عیسویت در لبِ شکّر خا بود	مہرباں اُتنا ہی ہوتا لبِ شکّر خا تھا
یاد باد آنکہ مہِ من چو کُلہ بشکستے	یاد ہے جبکہ مرے ماہ نے کج کی تھی کُلاہ
در رکابش مہِ نو پیکِ جہاں پیما بود	ہم رکاب اُس کا مہِ نوئے جہاں پیما تھا
یاد باد آنکہ رخت شمعِ طرب می افروخت	یاد ہے جبکہ تھی روشن تری شمعِ عارض
ویں دلِ سوختہ پروانۂ بے پروا بود	سوختہ دل مرا پروانۂ بے پروا تھا
یاد باد آنکہ چو یاقوت قدح خندہ زدے	یاد ہے جب ترا یاقوتِ قدح تھا خنداں
درمیانِ من و لعلِ تو حکایتہا بود	کیا لبِ لعل کا سب دُنیا میں اک چرچا تھا
یاد باد آنکہ در آں بزمگہِ خلق و ادب	یاد ہے گرم تھی جب محفلِ اخلاق و ادب
آنکہ او خندۂ مستانہ زدے صہبا بود	عشرت و عیش سے خنداں دہنِ صہبا تھا
یاد باد آنکہ صبوحی زدہ در مجلسِ اُنس	یاد ہے محفلِ اُلفت تھی صبوحی تھی جب
جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود	یار تھا میں تھا مرے ساتھ مرا مولا تھا
یاد باد آنکہ خرابات نشیں بودم و مست	یاد ہے مست و خرابات نشیں تھا جب میں
آنچہ در مجلسِ امروز کم است آنجا بود	گرم تھی بزمِ طربِ عیش وہاں کیسا تھا
یاد باد آنکہ باصلاحِ شما می شد راست	یاد ہے ملتی تھی جب آپ سے اصلاح اُسے
نظمِ ہر گوہرِ ناسفتہ کہ حافظ را بود	موتیوں کی تھی لڑی گفتہ جو حافظ کا تھا

یاری اندر کس نمی بینیم یاراں را چہ شد
دوستی گو آخر آمد دوستداراں را چہ شد

یار کی یاری ہوئی کیا اور یاراں کیا ہوئے
دوستی کا کیا بنا اور دوستداراں کیا ہوئے

آبِ حیواں تیرہ گوں شد خضرِ فرخ پا کجاست
خوں چکید از شاخِ گل بادِ بہاراں را چہ شد

آبِ حیواں کیوں ہے گدلا خضرِ فرخ کیا ہوا
پھول کیوں مرجھا گئے، عیشِ بہاراں کیا ہوئے

صد ہزاراں گل شگفت و بانگِ مرغے بر نخاست
عندلیباں را چہ پیش آمد ہزاراں را چہ شد

صد ہزاراں گل کھلے ہیں، ہے مگر سنساں چمن
عندلیبوں پر بنی کیا اور ہزاراں کیا ہوئے

لعلے از کانِ مروت بر نیامد سالہاست
تابشِ خورشید و سعیِ باد و باراں را چہ شد

لعل و گوہر ہیں کدھر، الماس تاباں ہیں کہاں
تابشِ مہرِ منور، باد و باراں کیا ہوئے

زہرہ سازِ خود نمی گیرد مگر عودش بسوخت
کس ندارد شوقِ مستی میگساراں را چہ شد

نغمۂ زہرہ کہاں ہے ساز کیوں خاموش ہے
شوقِ مستی کا بنا کیا، میگساراں کیا ہوئے

کس نمی گوید کہ یارے داشت حقِ دوستی
حق شناساں را چہ حال افتاد یاراں را چہ شد

کون کرتا ہے ادا دنیا میں حقِ دوستی
حق شناسوں کا ہوا کیا اور یاراں کیا ہوئے

گوئے توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند
کس بہ میداں در نمی آید سواراں را چہ شد

گیند تو میداں میں ہے چوگانِ بازی کیا ہوئی
تیز گھوڑے تو بہت ہیں شہسواراں کیا ہوئے

حافظا اسرارِ الٰہی کس نمی داند خموش
از کہ می پرسی کہ دورِ روزگاراں را چہ شد

حق شناسی جانتا حافظ نہیں ہے اب کوئی
جانتے تھے لوگ جو اسرارِ دوراں کیا ہوئے

یاد باد آنکہ سرِ کوئے توام منزل بود
دیدہ را روشنی از خاکِ درت حاصل بود

یاد ہے جبکہ ترا کوچہ مری منزل تھا
سرمۂ خاکِ درِ پاک مجھے حاصل تھا

راست چوں سوسن و گل از اثرِ صحبتِ پاک
بر زباں بود مرا آنچہ ترا در دل بود

سوسن و گل کی طرح پاک تھا اپنا رشتہ
تھا زباں پر مری جو تیرے درونِ دل تھا

دل چو از پیرِ خرد نقدِ معانی میجست
عشق میگفت بشرح آنکہ برو مشکل بود

ڈھونڈتا پیرِ خرد نقدِ معانی تھا مگر
کرتا حل عشق تھا، ہر مسئلہ جو مشکل تھا

آہ ازیں جور و تظلم کہ دریں دامگہ است
وائے ازاں عیش و تنعم کہ در آں منزل بود

آہ وہ جور و ستم جو شبِ ہجراں میں تھے
واہ وہ عیش جو موجود سرِ منزل تھا

در دلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز
چہ تواں گفت کہ سعیِ من و دل باطل بود

کہتا پھرتا تھا کہ بے دوست رہوں گا نہ کبھی
کتنا بے عقل تھا، نادان یہ کیسا دل تھا

دوش بر یادِ حریفاں بخرابات شدم
خمِ مے دیدم و خوں در دل و پا در گل بود

یادِ مے نوشاں سے کل رات اُداسی تھی بہت
خم لہو سے تھا بھرا، جام میں خونِ دل تھا

بس بگشتم کہ بپرسم سببِ دردِ فراق
مفتیِ عقل دریں مسئلہ لایعقل بود

پوچھا اُن سے تھا کبھی گر غمِ ہجراں کا سبب
مفتی خاموش تھا، حیران بہت عاقل تھا

راستی خاتمِ فیروزۂ بو اسحاقی
خوش درخشید ولے دولتِ مستعجل بود

وہ جو خاتم میں تھا فیروزۂ بو اسحاقی
تھا درخشاں تو مگر جوہرِ ناقابل تھا

دیدی آں قہقہۂ کبکِ خراماں حافظ
کز سرپنجۂ شاہینِ قضا غافل بود

یاد ہے قہقہۂ کبکِ خراماں حافظ
وہ جو از پنجۂ شاہینِ قضا غافل تھا

یاد باد آنکہ ز ما وقتِ سفر یاد نکرد
بوداعے دلِ غمدیدۂ ما شاد نکرد

وہ کرے وقتِ سفر ہم کو ذرا یاد نہیں
دلِ غمدیدہ کی سنتا کوئی فریاد نہیں

آں جواں سرو کہ میزد رقمِ خیر و قبول
بندۂ پیر ندانم ز چہ آزاد نکرد

وہ جواں سال کرے ہے جو زمانے پہ کرم
بندۂ پیر کو کیوں کرتا پھر آزاد نہیں

دل بہ امید صدائے کہ مگر در تو رسد
نالہا کرد دریں کوہ کہ فرہاد نکرد

غمِ فرقت میں تری اے مرے یارِ شیریں
نالہ مجھ جیسا کرے کوئی بھی فرہاد نہیں

ہر شبے جامہ بخونابہ بشویم کہ فلک
رہنمونیم بپائے علمِ داد نکرد

رات بھر خون کے آنسو تو بہاتا ہوں بہت
سنتا بے رحم فلک پر مری فریاد نہیں

سایہ تا باز گرفتی ز چمن مرغِ سحر
آشیاں در شکنِ طرۂ شمشاد نکرد

نہ ملا گر ترا سایہ تو کیا بلبل نے
آشیاں در شکنِ گیسوئے شمشاد نہیں

کلکِ مشاطۂ صنعش نکشد نقشِ مراد
ہر کہ اقرار بدیں حسنِ خداداد نکرد

دے نہ مشاطۂ تقدیر اُسے نقشِ اَمل
جس کا دل معترفِ حسنِ خداداد نہیں

مطربا پردہ بگرداں و بزن راہِ عراق
کہ ازیں راہ بشد یار و ز ما یاد نکرد

آج کچھ ایسا سنا نغمہ مجھے اے مطرب
بھول جاؤں اُسے کرتا جو مجھے یاد نہیں

از غزلہائے عراقیست سرودِ حافظ
کہ شنید ایں رہِ دل سوز کہ فریاد نکرد

ایسی دل سوز ہیں غزلیں تری حافظ کہ نہیں
ہے کوئی یاں جو سنے اور کرے فریاد نہیں

اے وقفِ شہد لعلِ تو در کامِ من لذیذ
حلوائے قند گرسنہ را در دہن لذیذ

وہ شہد لب کرے ہے میرا یوں دہن لذیذ
بھوکے کے منہ میں جیسے ہو قندِ لبن لذیذ

دندانِ یار در دہنِ تنگ خوش نمود
در کامِ حقہ دانۂ دُرِّ عدن لذیذ

دندانِ یار تنگ دہن میں ہیں اس طرح
جیسے صدف کے منہ میں ہو دُرِّ عدن لذیذ

شہد و شکر ہر آنچہ بہ بازارِ عالم ست
شیریں ز دوست در دہنم ایں سخن لذیذ

دنیا جہاں کے شہد و شکر سے ہے بیش تر
شیریں لبوں کا میرے لیے ہر سخن لذیذ

حظّے رسد بعنبرِ زلفت دماغ را
باشد بمغزِ نفخۂ مشکِ ختن لذیذ

ہے تیری زلفِ عنبریں میرے دماغ کو
جیسے ہو مغز کے لیے مشکِ ختن لذیذ

ما را بباغِ دیدہ ز اشکِ سفید و سرخ
حظّے ست چوں بباغ گل و یاسمن لذیذ

سرخ و سفید ہجر میں آنسو ہیں آنکھ کو
جس طرح باغ کو ہوں گلاب و سمن لذیذ

گر خلق را بکام بود لذتِ ازبہی
بیمارِ عشق را شدہ سیبِ ذقن لذیذ

لوگوں کے منہ میں جس طرح ہو لذتِ بہی
بیمارِ عشق کو ہوا سیبِ ذقن لذیذ

عشقِ رخت بخاطرِ حافظ ز جملہ بہ
در مغزِ بلبل از ہمہ بوئے چمن لذیذ

نکہت ہے زلف کی تری حافظ کو جسطرح
ہو مغزِ عندلیب کو بوئے چمن لذیذ

اے گفتگوۓ لعلِ تو در کامِ جاں لذیذ
ذکرِ لبت چو طعمِ شکر در دہاں لذیذ

غنچہ دہن کی گفتگو اندر دہاں لذیذ
شیریں لبوں کا ذکر ترا بر زباں لذیذ

دندانِ تست قطرۂ شیر و شکر لبت
در کامِ ماست شیر و شکر بہرِ آں لذیذ

دنداں ہیں قطرے شیر کے لب ہیں ترے شکر
شیر و شکر ہیں اس لئے اندر دہاں لذیذ

خونِ دل و کبابِ جگر ہر دو بہرِ تست
باشد بہم کباب و مے ارغواں لذیذ

خونِ دل و کبابِ جگر عشق میں ملے
سو ہیں بہم کباب و مے ارغواں لذیذ

گفتم حدیثِ لطفِ تو آمد سخن لطیف
کردم بیانِ وصفِ لبت شد بیاں لذیذ

ہے تیرے لطفِ ذکر سے میرا سخن لطیف
ہوتا بیانِ لب سے ہے میرا بیاں لذیذ

دل ناوکِ تو خواست کہ باشد چاۓ را
نسبت بہ طعمہاۓ دگر استخواں لذیذ

دل کے لئے ہے میرے ترا ناوکِ نظر
جیسے ہُما کے واسطے ہو استخواں لذیذ

اُو راز بسکہ چاشنیِ حسن دلبری ست
پیوستہ حرفِ او گذرد بر زباں لذیذ

ہو جس کے پاس چاشنیِ حسن دلبری
اُس کا بیان پھر نہ ہو کیوں بر زباں لذیذ

حافظ بے ز شیرۂ جاں پخت حلوۂ
در آرزوۓ آں لبم نامد چناں لذیذ

حلوا بنایا جان کے شیرے سے تُو نے گر
حافظ ہوئی نہ پھر بھی اُسے تیری جاں لذیذ

الا اے طوطیِ گویائے اسرار
مبادا از شکر خالیت منقار

سدا اے طوطیِ گویائے اسرار
رہے میٹھی شکر سے تیری منقار

سرت سبز و دلت خوش باد جاوید
کہ خوش نقشے نمودی از خطِ یار

خدا تیرا چمن شاداب رکھے
کہ تیری داستاں میں ہے خطِ یار

سخن سربستہ گفتی با حریفاں
خدارا زیں معمّا پردہ بردار

سخن سربستہ کہہ کر عاقلوں سے
بنایا تو نے ان کو نقشِ دیوار

بروئے ما زن از ساغر گلابے
کہ خواب آلودہ ایم اے بختِ بیدار

چھڑک منہ پر مرے بادہ گلابی
کہ خواب آلود ہوں میں بختِ بیدار

چہ رہ بود ایں کہ زد در پردہ مطرب
کہ می رقصند باہم مست و ہشیار

ہے کیسا پُر فسوں نغمہ یہ مطرب
کہ باہم رقص میں ہیں مست و ہشیار

ازیں افیوں کہ ساقی در مے افگند
حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

ملایا کیا ہے ساقی مے میں تو نے
کہ قائم سر ہیں یاروں کے نہ دستار

خرد ہر چند نقدِ کائنات است
چہ سنجد پیشِ عشقِ کیمیا کار

دو عالم کی ہے دولت عقل لیکن
نہیں کچھ پیشِ عشقِ کیمیا کار

سکندر را نمی بخشند آبے
بزور و زر میسر نیست ایں کار

نہ اسکندر نے پایا آبِ حیواں
کہ زور و زر ہیں سب شاہوں کے بیکار

بیاؤ حالِ اہلِ درد بشنو
بہ لفظِ اندک و معنیٔ بسیار

سن اے بے درد حالِ دردِ عاشق
بہ لفظِ اندک و معنیٔ بسیار

بہ مستوراں مگو اسرارِ مستی
حدیثِ جاں مپرس از نقشِ دیوار

نہ شیخوں سے کہو اسرارِ مستی
کہ بن جائیں گے یہ سب نقشِ دیوار

بتِ چینی عدوِ دین و دل ہاست
خداوندا دل و دینم نگہدار

بتِ چینی عدوِ دین و دل ہے
دل و دیں کا خدایا ہو نگہدار

خداوندی بجائے بندگاں کرد
خداوندا از آفاتش نگہدار

خداوندی کرے وہ بندگاں سے
خداوندا تو اُس کا ہو نگہدار

بہ یمنِ دولتِ منصور شاہی
علم شد حافظ اندر نظمِ اشعار

بہ فیضِ دولتِ منصور شاہی
ہوئے حافظ کے ہیں مشہور اشعار

اے خرم از فروغِ رخت لالہ زارِ عمر
باز آ کہ ریخت بے گلِ رویت بہارِ عمر

خرم تھا نورِ رخ سے ترے لالہ زارِ عمر
آجا کہ تجھ بغیر ہے ویراں بہارِ عمر

از دیدہ گر سرشک چو باراں رود رواست
کاندر غمت چو برق بشد روزگارِ عمر

بارانِ اشکِ غم سے ترے کیوں نہ ہو کہ جب
بے مثلِ برق زود گزر روزگارِ عمر

بے عمر زندہ ام من و زیں بس عجب مدار
روزِ فراق را کہ نہد در شمارِ عمر

بے عمر میں ہوں زندہ تو کوئی عجب نہیں
آتے نہیں فراق کے دن در شمارِ عمر

اندیشہ از محیطِ فنا نیست ہر کرا
بر نقطۂ دہانِ تو باشد مدارِ عمر

ڈرتا نہیں ہے سیلِ محیطِ فنا سے وہ
اُس نقطۂ دہن پہ ہو جس کا مدارِ عمر

در ہر طرف ز خیلِ حوادث کمیں گہ است
زاں رو عناں گسستہ دواند سوارِ عمر

ہوں ہر طرف سے خیلِ حوادث کمیں میں جب
بے باگ کیوں نہ بھاگے وہاں سے سوارِ عمر

ایں یک دو دم کہ دولتِ دیدار ممکن است
دریاب کارِ دل کہ نہ پیداست کارِ عمر

حاصل نہ ہو جو دولتِ دیدار یک نفس
کس طور سے بتا، کہ چلے کاروبارِ عمر

تا کے مے صبوح و شکر خوابِ صبح دم
بیدار گرد ہاں کہ نماند اعتبارِ عمر

کب تک مئے صبوح و شکر خوابِ صبح دم
بیدار ہو کہ کوئی نہیں اعتبارِ عمر

دی در گذار بود و نظر سوئے ما نکرد
بیچارہ دل کہ ہیچ ندید از گذارِ عمر

آجا ادھر بھی اور مری راہ سے گزر
سونی ترے بغیر پڑی ہے گزارِ عمر

حافظ سخن بگوی کہ در صفحۂ جہاں
ایں نقش ماند از قلمت یادگارِ عمر

حافظ سخن ترا ورقِ دہر پہ ہے نقش
ہر نقش کلک کا ہے ترے، روزگارِ عمر

اے صبا نکہتے از خاکِ درِ یار بیار
ببر اندوہِ دل و مژدۂ دلدار بیار

نکہت اے بادِ صبا خاکِ درِ یار سے لا
مژدۂ دل کشا اک کوچۂ دلدار سے لا

نکتۂ روح فزا از دہنِ یار بگوئے
نامۂ خوش خبر از عالمِ اسرار بیار

دہنِ یار کا اک نکتۂ روح افزا دے
نامۂ خوشخبری عالمِ اسرار سے لا

تا معطر کنم از لطفِ نسیمِ تو مشام
شمۂ از نفحاتِ نفسِ یار بیار

تاکہ ہو اس سے معطر اے صبا مغز میرا
خاک کو کر کے معنبر نفسِ یار سے لا

بوفائے تو کہ خاکِ رہِ آں یارِ عزیز
بے غبارے کہ پدید آید از اغیار بیار

ساتھ جب لائے غبارِ درِ جاناں اپنے
تو بچا کے اسے خاکِ رہِ اغیار سے لا

روزگاریست کہ دل چہرۂ مقصود ندید
ساقیا آں قدحِ آئنہ کردار بیار

جلوۂ یار سے محروم ہوں کب سے ساقی
ہو درخشاں جو قدح عکسِ رخِ یار سے لا

گردے از رہگذرِ دوست بکوریِ رقیب
بہرِ آسائشِ ایں دیدۂ خونبار بیار

اے صبا خاکِ رہِ یار، بہ کوریِ عدو
تو لگانے کو مرے دیدۂ خونبار سے لا

شکر آں را کہ تو در عشرتی اے مرغِ چمن
باسیرانِ قفس مژدۂ گلزار بیار

اپنی آزادی کے شکرانے میں اے مرغِ چمن
بہ اسیرانِ قفس مژدہ تو گلزار سے لا

کام جاں تلخ شد از صبر کہ کردم بے دوست
عشوۂ زاں لبِ شیرینِ شکربار بیار

کام جاں تلخ کیا فرقتِ جاناں نے مرا
عشوہ اک اُس لبِ شیریں شکربار سے لا

دلِ دیوانہ ز زنجیر نمی آید باز
حلقۂ از خمِ آں طرۂ طرار بیار

آتا قابو میں نہیں دل مرا زنجیروں کے
حلقہ اب اس کے لئے طرۂ طرار سے لا

خامی و سادہ دلی شیوۂ جانبازاں نیست
خبرے از برِ آں دلبرِ عیار بیار

خامی و سادہ دلی شیوہ دلیروں کا نہیں
آگہی اُن کے لئے دلبرِ عیار سے لا

دلقِ حافظ بچہ ارزد بمیش رنگیں کن
وانگہش مست و خراب از سرِ بازار بیار

رنگ دے خرقۂ حافظ کو مئے احمر سے
مست کر کے اُسے پھر حسن کے بازار سے لا

اے بر امیدِ وصلِ تو موقوف کارِ عمر
عمرِ منی کہ پیر شوی در کنارِ عمر

امیدِ وصل پر ہے جو موقوف کارِ عمر
لمبی ہو عمر، پیر ہو تو در کنارِ عمر

عمرِ عزیز ہمدمِ من باش یک دمے
تا خوش شود بدولتِ وصلِ تو کارِ عمر

جانِ عزیز مجھ کو ابھی چھوڑ کے نہ جا
شاید وہ آئے پوچھنے لائے بہارِ عمر

دانند عاشقاں کہ نیاید بہ ہیچ کار
عمرے کہ بے تو میگذرد در شمارِ عمر

وہ عمر جو گزرتی ہے معشوق کے بدوں
لیتے ہیں عاشقاں نہ اُسے در شمارِ عمر

عمرِ منی اگرچہ کہ عمرست بے وفا
بادا ہزار جانِ گرامی نثارِ عمر

تو عمر ہے مری تو مری جاں ہزار بار
کیوں کر کروں نہ جانِ گرامی نثارِ عمر

ترسم کہ عمر میگذرد در فراقِ تو
از جانِ خود ملول شدم در گذارِ عمر

جب گزر رہی ہے مری عمر ہجر میں
بیزار جان سے ہوں میں اندر گزارِ عمر

چوں بر مدارِ عمر دمے اختیار نیست
حافظ چہ اعتماد کند بر مدارِ عمر

جب بر مدارِ عمر نہیں اختیار کچھ
حافظ تو اعتماد نہ کر بر مدارِ عمر

بعد ازیں ہرگز نہ جوید ہیچ میخوارے دگر
ہمچو من میخوارہ و مثل تو خمارے دگر

گر نہیں دنیا میں کوئی تجھ سا خمار گر
ملنا بھی آساں نہیں مجھ سا بھی میخوارِ دگر

ساقیے داریم ما چندانکہ مے از دست وے
میخوریم و باز میگوئیم یکبارے دگر

ساقی ایسا ہو کہ شب بھر دستِ نازک سے ہمیں
مے پلائے دم بدم اور ہم کہیں "بارِ دگر"

خرقۂ پشمینہ بفروشیم و بفروشیم زہد
در سرِ گیسوئے او پوشیم زنارے دگر

اوڑھنی خرقہ بیچ کر بیٹھے ہیں میخانے میں ہم
اور بنائے زلفِ ساقی سے ہیں زنارِ دگر

ہر کہ عاشق گشت میگوید خونِ دل خورد
پس نمی دانیم ما جز عاشقی کارے دگر

گو نہیں معلوم ہے عاشق پیے ہے خونِ دل
جانتے جز عاشقی کچھ ہم نہیں کارِ دگر

حرمتِ دستارِ حافظ را بدار اے میفروش
کو جزایں کہنہ ندارد ہیچ دستارے دگر

حرمتِ دستارِ حافظ کا لحاظ اے مے فروش!
پاس اب اس کے نہیں ہے کوئی دستارِ دگر

دیگر ز شاخِ سروِ سہی بلبلِ صبور
گلبانگ زد کہ چشمِ بد از روئے گل بدور

گلبانگ شاخِ سرو سے دے بلبلِ صبور
تا کہ بری نگاہ رہے روئے گل سے دور

اے گل بشکر آنکہ شگفتی بکامِ دل
با بلبلانِ بیدلِ شیدا مکن غرور

اے گُل کھلا ہے گر ترا چہرہ ہے شاد دل
با بلبلانِ بیدلِ شیدا نہ کر غرور

زاہد اگر بحور و قصورست امیدوار
مارا شراب خانہ قصورست و یار حور

زاہد امیدوار ہے حور و قصور کا
ہیں میکدے قصور ہمیں اور یار حور

از دستِ غیبتِ تو شکایت نمی کنم
تا نیست غیبتے نبود لذتے حضور

اے دل نہ کر شکایتِ فرقت تو اس قدر
دردِ فراق ہی سے تو ہے لذتِ حضور

گر دیگراں بعیش و طرب خرم اند و شاد
مارا غمِ نگار بود مایۂ سرور

ہیں مجلسِ طرب میں اگر شادمان غیر
ہم کو غمِ نگار میں ہے مایۂ سرور

مے خور ببانگِ چنگ و مخور غصہ ور کسے
گوید ترا کہ بادہ مخور گو ہو الغفور

پی مے ببانگِ چنگ نہ کر فکر و غم ذرا
کوئی کہے شراب نہ پی کہہ ہو الغفور

حافظ شکایت از غمِ ہجراں چہ می کنی
در ہجر وصل باشد و در ظلمت ست نور

حافظ شکایتِ غمِ ہجراں نہ کیجیے
پنہاں ہے وصل ہجر میں اور تیرگی میں نور

روئے بنما و وجودِ خودم از یاد ببر
خرمنِ سوختگاں را ہمہ گو باد ببر

ایک دن جلوہ گری گر مرا شہزاد کرے
خرمنِ سوختگاں ایسا جلے، یاد کرے

ماکہ دادیم دل و دیدہ بہ طوفانِ بلا
گو بیا سیلِ غم و خانہ ز بنیاد ببر

دیدیا جبکہ دل و دیدہ بہ طوفانِ بلا
سیلِ غم کیوں نہ تہ بھر مری بنیاد کرے

سینہ گو شعلۂ آتشکدۂ پارس بکش
دیدہ گو آبِ رُخِ دجلۂ بغداد ببر

سینہ ایسا کہ جو آتش کدۂ پارس ہو
آنکھ وہ مات کہ جو دجلۂ بغداد کرے

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی
مزد اگر می طلبی طاعتِ استاد ببر

مکتبِ عشق میں پڑھ لکھنا کچھ آساں نہیں
کامراں وہ ہے کہ جو طاعتِ استاد کرے

دوش می‌گفت بمژگانِ درازت بکشم
یارب از خاطرش اندیشۂ بیداد ببر

لمبی پلکوں سے کیا قتل کا قصد اُس نے مگر
کاش ظالم نہ کوئی حیلۂ بیداد کرے

روزِ مرگم نفسے وعدۂ دیدار بدہ
وانگہم تا بہ لحد فارغ و آزاد ببر

موت کا وقت ہے آپاس کہ دیدار ترا
روح کو تن سے مرے فارغ و آزاد کرے

دولتِ پیرِ مغاں باد کہ باقی سہل ست
دیگرے گو برو و نامِ من از یاد ببر

عمر لمبی ہو تری خوش ہے تو پیرِ مغاں
اور خدا تیرے خرابات کو آباد کرے

بعد ازیں چہرۂ زرد من و خاکِ درِ دوست	خاکِ در مل کے چھپاتا ہوں میں زردی مکھ کی
بادہ پیش آر و بیک جا غمم از یاد ببر	ایسی دے مے جو غمِ عشق سے آزاد کرے
زلف چوں عنبرِ خامش کہ ببوید ہیہات	عنبرِ خام سی زلفوں کی جو بو تک نہ ملی
ای دلِ خام طمع ایں سخن از یاد ببر	اے دلِ خام طمع اُن کو تو کیوں یاد کرے
حافظ اندیشہ کن از نازکیِ خاطرِ یار	جانے حافظ تو ہے جب نازکیِ خاطر کو
برو از درگہش ایں نالہ و فریاد ببر	اُس کی درگاہ میں کیوں نالہ و فریاد کرے

ساقیا مایۂ شباب بیار
یک دو ساغر شرابِ ناب بیار

ساقیا مایۂ شباب تو لا
یک دو ساغر شرابِ ناب تو لا

داروئے دردِ عشق یعنی مے
کوست درمانِ شیخ و شاب بیار

داروئے دردِ عشق، یعنی مے
جو ہے درمانِ شیخ و شاب تو لا

آفتاب ست و ماہ بادہ و جام
درمیانِ مہ آفتاب بیار

جام ہے ماہ، آفتاب ہے مے
چاند کے بیچ آفتاب تو لا

غمِ دوراں مخور کہ رفت و رفت
نغمۂ بربط و رباب بیار

غمِ دوراں نہ جائے تو نہ سہی
نغمۂ بربط و رباب تو لا

می کند عقل سرکشی تمام
گردنش را ز مے طناب بیار

عقلِ سرکش کو باندھنے کے لئے
مے میں بھیگی ہوئی طناب تو لا

بزن ایں آتشِ مرا آبے
یعنی آں آتشِ چو آب بیار

آتشِ عشق پر چھڑک پانی
یعنی آتش بشکلِ آب تو لا

گل اگر رفت گو بہ شادی رو
بادۂ ناب چوں گلاب بیار

گل چمن سے گئے تو کیا ساقی!
رنگِ گل کی طرح شراب تو لا

غلغلِ قمری ار نماند رواست
قلقلِ شیشۂ شراب بیار

غلغلِ قمریاں نہیں، نہ سہی
قلقلِ شیشۂ شراب تو لا

یا صوابست یا خطا خوردن   بادہ جائز ہو یا کہ ناجائز
گر خطا ہست و گر صواب بیار   کوئی عنواں سہی، شراب تو لا

وصل او جز بخواب نتواں دید   شرط دیدار یار، خواب سہی
داروئے کوست اصل خواب بیار   ایک دارو برائے خواب تو لا

گرچہ مستم سہ چار جام دگر   گرچہ ہوں مست یک دو جام دگر
تا بکلی شوم خراب بیار   جو کریں سر بسر خراب، تو لا

یک دو رطل گراں بہ حافظ دہ   یک دو رطل گراں شے حافظ کو
گر گناہ است و گر ثواب بیار   یہ گنہ بخش یہ ثواب تو لا

سروِ بالا بلندِ خوش رفتار　　　سروِ بالا بلندِ خوش رفتار
دلبرِ نازنینِ خوش گفتار　　　دلبرِ نازنینِ خوش گفتار

دلِ ما بردهٔ بہ عیاری　　　لے گیا دل جو تو بہ عیاری
از برائے خدا نگاہش دار　　　بن خدارا اب اِس کا ذمّہ دار

زلفِ سنبل اگر برافشانی　　　زلفِ سنبل جو کھول دے اپنی
نبود مشک را دگر مقدار　　　نہ رہے مشک کی کوئی مقدار

بیوفائی مکن دگر پیشہ　　　بے وفائی کو پھر نہ کر پیشہ
بوفا کوش اے بتِ عیار　　　کر وفا اختیار اے عیّار

گاہ گاہے بہ بوسہ ام بنواز　　　گاہے گاہے جو دے مجھے بوسہ
تا بگردی ز عمر برخوردار　　　خوب پھولے پھلے تو برخوردار

تا بدیدم دو چشمِ جادویت　　　جادو آنکھوں کا جب سے دیکھا ہے
در دلِ من نماند صبر و قرار　　　رہے دل میں مرے نہ صبر و قرار

حافظِ دردمند حیران ست　　　حافظِ دردمند حیران ہے
بندۂ تست بے زر و مقدار　　　تیرا بندہ ہے بے زر و مقدار

صبا ز منزلِ جاناں گذر دریغ مدار
وزو بعاشقِ مسکیں خبر دریغ مدار

صبا بہ منزلِ جاناں گزر، دریغ نہ کر
دے ہم کو لا کے کچھ اُس کی خبر، دریغ نہ کر

بشکرِ آنکہ شگفتی بکامِ دل اے گُل
نسیمِ وصل ز مرغِ سحر دریغ مدار

صبا نے چھیڑ کے اے گُل کھلا دیا جو تجھے
دے بوئے وصل بہ مرغِ سحر، دریغ نہ کر

مرادِ ما ہمہ موقوفِ یک کرشمہ تست
ز دوستانِ قدیم ایں قدر دریغ مدار

مراد اُس کی ہے موقوف اک ادا پہ تری
قدیم یار ہے تو اِس قدر دریغ نہ کر

جہان و ہر چہ درو ہست سہل و مختصر ست
ز اہلِ معرفت ایں مختصر دریغ مدار

قلیل و عارضی ہر شے جب اِس جہان میں ہے
وہاں بھی ہے اگر مختصر، دریغ نہ کر

مکارمِ تو بآفاق می برد شاعر
ازو وظیفہ و زادِ سفر دریغ مدار

جہاں میں گُن ترے گاتا پھرے ہے جو شاعر
عطا اُسے بھی ہو زادِ سفر، دریغ نہ کر

چو ذکرِ خیر طلب میکنی سخن این ست
کہ در بہائے سخن سیم و زر دریغ مدار

اگر ہے تجھ کو طلبِ ذکرِ خیر کی تو میاں!
بہائے شعر میں دے سیم و زر، دریغ نہ کر

کنوں کہ چشمۂ نوش ست لعلِ شیرینت
سخن بگوی و ز طوطی شکر دریغ مدار

جو شہد چشمہ ترے سُرخ ہونٹ ہیں تو پھر
چکھا دے ہم کو بھی تھوڑی شکر، دریغ نہ کر

مسافراں کہ بہ جنت کنند سیر بسیط — کریں ہیں سیر فلک میں جو زمانے کی
برائے مقدمِ ایشاں سفر دریغ مدار — کر اُن کے ساتھ بھی تھوڑا سفر دریغ نہ کر

حریفِ بزمِ تو بودم چو ماہِ نو بودی — شریکِ بزم تھا میں جبکہ ماہِ نو تھا تو
کنوں کہ ماہِ تمامی نظر دریغ مدار — مہِ تمام! توجہِ نظر، دریغ نہ کر

غبارِ غم برود حال بہ شود حافظ — دبانا چاہیے غبارِ الم اگر حافظ
تو آبِ دیدہ ازیں رہگذر دریغ مدار — تو آبِ دیدہ سے کر رہگذر، دریغ نہ کر

عید ست و موسمِ گل و یاراں در انتظار
ساقی بروئے شاہ ببیں ماہ و مے بیار

ہے وقتِ عید، موسمِ گل، مہ جبین یار
لا بادہ ساقیا! نہ دکھا اتنا انتظار

دل برگرفتہ بودم از ایامِ گل و لے
کارے بکرد ہمتِ پاکانِ روزگار

توبہ تو کی تھی ہم نے مگر دل بہار میں
سنتا ہے کب نصیحتِ پاکانِ روزگار

جز نقدِ جاں بدست ندارم شراب کُو
کاں نیز بر کرشمۂ ساقی کنم نثار

جز نقدِ جاں بچا ہی نہیں اپنے پاس کچھ
وہ بھی ادائے ساقی پہ کرتے ہیں ہم نثار

خوش دولتے ست خرّم و خوش خسروِ کریم
یارب ز چشم زخمِ زمانش نگاہ دار

ہے خوش نصیب، خرّم و خوش خسروِ زماں
اُس کو نگاہِ بد سے بچا اے نگاہ دار!

مے خور بشعرِ بندہ کہ زیبے دگر دہد
جامِ مرصع تو بدیں دُرِ شاہوار

مے پی بہ شعرِ بندہ کہ رونق ہو بزم میں
جامِ نگینِ شاعری ہو دُرِ شاہوار

دل در جہاں مبند و ز مستے سوال کن
از فیضِ جام و قصۂ جمشیدِ کامگار

دل کو لگا نہ دہر سے اور پوچھ مست سے
تفسیرِ جام و قصۂ جمشیدِ کامگار

اے دل جنابِ عشق بلند ست ہمتے
نیکو شنو حدیث و تو ایں قصہ گوش دار

بالا جنابِ عشق تو ہے، یاد رکھ کہ واں
ہمت جو ہارتے نہیں، ہوتے ہیں کامگار

ترسم کہ روزِ حشر عناں بر عناں رود
تسبیحِ شیخ و خرقۂ رندِ شراب خوار

محشر کے روز ہوں گے برابر حساب میں
تسبیحِ شیخ و خرقۂ رندِ شراب خوار

حافظ چو رفت روزہ و گُل نیز میرود
ناچار بادہ نوش کہ از دست رفت کار

عید آئی اور چلی گئی حافظ، چلا گیا
شورِ شراب خانہ و ہنگامۂ بہار

گر بود عمر بمیخانه روم بارِ دگر
بجز از خدمتِ رنداں نکنم کارِ دگر

زندگی ہو تو بہ میخانہ چلیں بارِ دگر
اور بجز خدمتِ رنداں نہ کریں کارِ دگر

خرم آں روز کہ با دیدۂ گریاں بروم
تا زنم آبی درِ میکدہ یکبارِ دگر

خوش نصیبی ہو اگر دیدۂ خونبار سے ہم
خون چھڑکیں درِ میخانہ پہ یکبارِ دگر

معرفت نیست دریں قوم خدایا مددے
تا برم گوہرِ خود را بہ خریدارِ دگر

جبکہ اس قوم کو پہچان نہیں گوہر کی
کیوں نہ لے جائیں اسے ہم بہ خریدارِ دگر

عافیت می طلبد خاطرم ار بگذارند
غمزۂ شوخش و آں طرۂ طرارِ دگر

تجھ سا ملتا نہیں اے یار کوئی دنیا میں
غمزۂ شوخ دگر، طرۂ طرارِ دگر

گر مساعد شودم دائرۂ چرخ کبود
ہم بچنگ آورمش باز بہ پرکارِ دگر

ہو مددگار ذرا دائرۂ چرخ اگر
لائیں ہم گھیر کے وہ یار بہ پرکارِ دگر

رازِ سربستۂ ما بیں کہ بدستاں گفتند
ہر زماں با دف و نے بر سرِ بازارِ دگر

رازِ الفت جو کھلا، با دف و نے دل بھر کے
رسوا لوگوں نے کیا بہ سرِ بازارِ دگر

یار اگر رفت و حقِ صحبتِ دیریں نشناخت
حاش للہ کہ روم من ز پئے یارِ دگر

وہ وفادار نہیں، مونس و غمخوار نہیں
ہے نہ دنیا میں مگر اس سا کوئی یارِ دگر

ہر دم از درد بنالم کہ فلک ہر ساعت
کندم قصدِ دلِ زار بآزارِ دگر

غم سے معمور ہے دل، گردشِ دوراں لیکن
درپئے ہر دم ہے اسے ڈھونڈ کے آزارِ دگر

باز گویم نہ دریں واقعہ حافظ تنہاست
غرقہ گشتند دریں بادیہ بسیارِ دگر

اک نہیں تو ہی جسے ہے غمِ الفت حافظ
یہ وہ دریا ہے جہاں غرق ہیں بسیارِ دگر

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
ہر آنچہ ناصحِ مشفق بگویدت بپذیر

جواں لوگو! سنو میرا قصۂ دل گیر
ہے ناؤ نوش تمہیں گر سنو نصیحتِ پیر

ز وصلِ روے جواناں تمتعے بردار
کہ در کمینگہِ عمر ست مکرِ عالمِ پیر

جہانِ شوق و تمنا میں ہیں فریب بہت
کمین گاہِ ہوس میں ہے مکرِ عالمِ پیر

نعیمِ ہر دو جہاں پیشِ عاشقاں بجوے
کہ ایں متاعِ قلیل ست و آں بہاے حقیر

نعیمِ ہر دو جہاں پیشِ عاشقاں یک جو
ہے یہ متاعِ قلیل اور وہ بہاے حقیر

معاشرے خوش و رودے بساز میخواہم
کہ دردِ خویش بگویم بنالۂ بم و زیر

ہو چارہ ساز اگر یار، سوز و ساز سے میں
سناؤں درد کا قصہ بنالۂ بم و زیر

بر آں سرم کہ ننوشم مے و گنہ نکنم
اگر موافقِ تدبیرِ من شود تقدیر

شراب سے کروں توبہ گنہ سے منہ موڑوں
اگر موافقِ تدبیر ہو مری تقدیر

دلِ رمیدۂ ما را کہ پیش می گیرد
خبر دہید بہ مجنونِ بستہ در زنجیر

ہے کون روکے جو میرے دلِ رمیدہ کی راہ
نہیں ہے یہ دلِ مجنونِ بستۂ زنجیر

چو قسمتِ ازلی بے حضورِ ما کردند
گر اندکے نہ بوفقِ رضاست خردہ مگیر

ازل کے فیصلے سارے ہوئے بغیر مرے
قصور میرا ہو کیوں ہو اگر کوئی تقصیر

بعزمِ توبہ نہادم قدح ز کف صد بار
ولے کرشمۂ ساقی نمی کند تقصیر

ہزار بار کی توبہ شراب نوشی سے
ولے کرشمۂ ساقی کرے نہ جو تقصیر

چو لالہ در قدحم ریز ساقیا مے ناب
کہ نقشِ خالِ نگارم نمی رود ز ضمیر

قدح میں ڈال مرے ساقیا مے مشکیں
کہ خالِ ہندوئے جاناں بنا ہے نقشِ ضمیر

مے دو سالہ و محبوبِ چاردہ سالہ
ہمیں بس است مرا صحبتِ صغیر و کبیر

مے دو سالہ و معشوقِ چاردہ سالہ
عجیب چیز ہے یہ صحبتِ صغیر و کبیر

نگفتمت کہ حذر کن ز زلفِ او اے دل!
کہ می کشند درآں حلقہ باد در زنجیر

اُلجھ نہ جائیو گیسوئے یار میں اے دل!
کہ تنگ حلقہ ہے اِس کا دراز ہے زنجیر

بیار ساغرِ یاقوت و فیضِ درِّ خوش آب
حسود گو کرمِ آصفی ببیں و بمیر

دے ایک ساغرِ یاقوت میں مے رنگیں
ہوں دیکھ تا کرمِ آصفی 'حسود' حقیر

بنوش بادہ و عزمِ وصالِ جاناں کن
سخن شنو کہ زندت ز بامِ عرش صفیر

پیو شراب کرو عزمِ وصلِ جانانہ
یہ بامِ عرش سے آئی ہے آج ایک صفیر

حدیثِ توبہ دریں بزمگہ مگو واعظ
کہ ساقیانِ کماں ابرویت زنند بہ تیر

سنے گا کون تری ایسی بزم میں واعظ!
کمانِ ابروئے ساقی جہاں چلائے تیر

چہ جائے گفتۂ خواجو و شعرِ سلماں ست
کہ شعرِ حافظِ شیراز بہ ز شعرِ ظہیر

کلامِ خواجو و سلماں کا ذکر ہی کیا ہے
کہ پیشِ گفتۂ حافظ ہے ماند شعرِ ظہیر

یوسفِ گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور

یوسفِ گم گشتہ لوٹ آئے گا کنعاں غم نہ کر
تیرا ویرانہ بنے گا پھر گلستاں غم نہ کر

ایں دلِ غمدیدہ حالش بہ شود دل بد مکن
ویں سرِ شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

اس دلِ غمگیں کی حالت ہو گی بہتر جی نہ چھوڑ
یہ سرِ شوریدہ پھر ہو گا بہ ساماں غم نہ کر

گر بہارِ عمر باشد باز بر طرفِ چمن
چترِ گل بر سر کشی اے مرغِ خوشخواں غم مخور

پھر بہار آئے گی اس اُجڑے گلستاں میں ترے
سر پہ ہو گا چترِ گل اے مرغِ خوش خواں غم نہ کر

دورِ گردوں گر دو روزے بر مرادِ ما نگشت
دائماً یکساں نماند کارِ دوراں غم مخور

دَورِ گردوں آجکل دیتا ہے غم تو کیا ہوا
دائماً یکساں نہیں ہے کارِ دَوراں غم نہ کر

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِّ غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

دل نہ کر تھوڑا جو رازِ غیب سے واقف نہیں
ہیں درونِ پردہ بازیہائے پنہاں غم نہ کر

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخوارے نیافت
آخر الامر او بہ غمخوارے رسد ہاں غم مخور

آجکل غمخوار دنیا میں نہیں ملتا اگر
ایک دن تیرے بھی ہوں گے غم گساراں غم نہ کر

در بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

شوقِ کعبہ کو بیاباں میں لے جاتا ہے تو
سرزنش کرتے ہیں گر خارِ مغیلاں غم نہ کر

حالِ ما در فرقتِ جاناں و ابرامِ رقیب — حالِ درد و فرقتِ جاناں و ابرامِ عدو
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور — جانتا ہے سب خدائے حال گرداں غم نہ کر

ایدل ار سیلِ فنا بنیادِ ہستی برکند — مانا یہ سیلِ فنا اے دل مٹاتا ہے تجھے
چوں ترا نوح ست کشتی باں ز طوفاں غم مخور — نوحؑ جب ہے ناخدا پھر کیا ہے طوفاں غم نہ کر

گرچہ منزل بس خطرناک ست و مقصد ناپدید — گرچہ مقصد ہے نہاں منزل ہے تیری پر خطر
ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور — راہ ایسی ہے کوئی جو ہو نہ پایاں غم نہ کر

حافظا در کنجِ فقر و خلوتِ شبہائے تار — حافظا! کنجِ فقیری اور شبِ تاریک میں
تا بود وردت دعا و درسِ قرآں غم مخور — پڑھ وظیفہ کر دعا لے درسِ قرآں غم نہ کر

اے سرونازِ حسن کہ خوش میروی بناز
عشاق رابنازِ تو ہر لحظہ صد نیاز

اے سرونازِ حسن جو چلتا ہے تو بناز
دیوے ہے عاشقوں کو ترا ناز صد نیاز

فرخندہ باد طالعِ نازت کہ در ازل
ببریدہ اند بر قدِ سروت قبائے ناز

تو خوش نصیب ہے کہ ازل میں ترے لیے
رکھی گئی تھی قد کے مطابق قبائے ناز

آنرا کہ بوئے عنبرِ زلفِ تو آرزوست
چوں عود گو بر آتشِ سوزاں بسوز و ساز

جس کو ہو بوئے عنبرِ کاکل کی آرزو
مانندِ عود رات گزارے بسوز و ساز

پروانہ راز شمع بود سوزِ دل ولے
بے شمعِ عارضِ تو دلم را بود گداز

پروانے کو تو شمع نے بخشا ہے سوزِ دل
بے شمعِ روئے یار ہوا دل مرا گداز

دل کز طوافِ کعبۂ کویت وقوف یافت
از شوقِ آں حریم ندارد سرِ حجاز

جب سے حریمِ یار کا دل نے کیا طواف
رکھتا ہے یہ نہ فکرِ حرم نے سرِ حجاز

ہر دم بخونِ دیدہ چہ حاصل وضو چو نیست
بے طاقِ ابروئے تو نمازِ مرا جواز

کیسے بخونِ دیدہ کروں میں وضو کہ جب
ابرو کے طاق کے بدوں جائز نہیں نماز

صوفیِ ما کہ توبہ ز مے کردہ بود دوش
بشکست عہد چوں درِ میخانہ دید باز

صوفی نے کل شراب سے توبہ تو کی مگر
توڑی قسم، ہوا درِ میخانہ جونہی باز

چوں بادہ مست بر سرِ خم رفت کف زناں
حافظ کہ دوش از لبِ ساغر شنید راز

حافظ بھی جا کے بیٹھا سرِ خم، ہوا جو مست
کل رات اُس نے جام کے لب سے سنا جو راز

براہِ میکدہ عشاق راست در تگ و تاز
ہماں نیاز کہ حجاج را براہِ حجاز

براہِ میکدہ عشاق کو ہے یوں تگ و تاز
نیاز جیسے ہو حجاج کو براہِ حجاز

چہ گویمت کہ ز سوزِ دروں چہ می بینم
ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز

بتاؤں کس طرح میں اپنا رازِ سوزِ دروں
ان آنسوؤں سے مرے پوچھ میں نہیں غماز

غرض کرشمۂ حسن است ورنہ حاجت نیست
جمالِ دولتِ محمود را بزلفِ ایاز

کرشمہ حسن کا ہے ورنہ کیا تعلق تھا
جمالِ دولتِ محمود کو بزلفِ ایاز

ز ہیچ در زدم ابعاد ای ز حضرتِ دوست
چو کعبہ یافتم آیم ز بت پرستی باز

ملا ہے کعبہ مجھے آستانِ یار میں جب
میں بت پرستی سے آیا ہوں دیکھ کر یہ باز

شبے چنیں بسحر گر ز بخت می خواہم
کہ با تو شرحِ سر انجامِ خود کنم آغاز

ہے نورِ صبح میں تو تیرگیِ شب میں تو
ہے تو ہی اک مرا انجام تو ہی اک آغاز

تنم ز ہجرِ تو چشم از جہاں فرو می بست
امیدِ دولتِ وصلِ تو داد جانم باز

فراقِ یار سے ملتا ہے دل کو سوزِ دروں
امیدِ وصل پہ قائم ہے میری جاں کا ساز

چہ حلقہ ہا کہ زدم بر درِ دل از سرِ سوز
بہ بوے روزِ وصالِ تو در شبانِ دراز

نہ روزِ وصل کی امید ہو اگر دل میں
کٹیں یہ کیسے ترے ہجر میں شبانِ دراز

چو غنچہ سرِّ نہفتہ نہاں کجا ماند
دل مرا کہ نسیمِ صباست محرمِ راز

رکھوں میں کیسے نہاں رازِ غنچۂ دل میں
نسیم کو چہ صبا ہاں اگر ہو محرمِ راز

ز شوقِ مجلسِ آں ماہِ خرگہی حافظ
گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

جفائیں مجلسِ جاناں میں گر ملیں حافظ
مثالِ شمع تو جل رات بھر بسوز بساز

بیا و کشتیِ ما در شطِ شراب انداز
خروش و ولولہ در جانِ شیخ و شاب انداز

سفینۂ غمِ دل موجۂ شراب میں ڈال
امنگ و ولولہ پھر جانِ شیخ و شاب میں ڈال

مرا بکشتیِ بادہ در افکن اے ساقی
کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز

خمِ شراب میں کر غرق ساقیا مجھ کو
کہا یہ جاتا ہے کر نیکی اور آب میں ڈال

بیار زاں مۓ گلرنگِ مشکبو جامے
شرارِ رشک و حسد در دلِ گلاب انداز

ایاغ میں مۓ گلرنگ ڈال کے ساقی
شرارِ رشک و رقابت دلِ گلاب میں ڈال

اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفے کن
نظر بریں دلِ سرگشتۂ خراب انداز

کبھی تو چشمِ کرم مجھ پہ ڈال کے جانم
ذرا سی جاں دلِ سرگشتۂ خراب میں ڈال

بنیم شب اگرت آفتاب می باید
ز روئے دخترِ گل چہرِ رز نقاب انداز

اگر ہو دیکھنا خورشیدِ نیم شب میں کبھی
تو عکسِ روئے درخشاں شرابِ ناب میں ڈال

مہل کہ روزِ وفاتم بخاک بسپارند
مرا بمیکدہ بر در خمِ شراب انداز

اے گورکن مری میت سپردِ خاک نہ کر
مجھے بہ میکدہ لے چل، خمِ شراب میں ڈال

گر از تو یک سرِ مو سرکشد دلِ حافظ
بگیر و در خمِ زلفش بہ پیچ و تاب انداز

جو سرکشی کرے تجھ سے کبھی دلِ حافظ
لے اور اسے خمِ گیسو کے پیچ و تاب میں ڈال

روزِ عیش و طرب و ماہِ صیام است امروز
کامِ دل حاصل و ایام بکام است امروز

روزِ عیش و طرب عیدِ صیام آج کے دن
کامِ دل حاصل و ایام بکام آج کے دن

گو عروسِ فلکی رُخ ننماے از شرق
کہ مرا دیدنِ آں ماہِ تمام است امروز

کہہ دو سورج سے نہ امروز ہو مشرق سے طلوع
جلوہ گر ہوگا مرا ماہِ تمام آج کے دن

زاہدے را کہ بنوشے چو صوامع جائے
ہیں کہ در کنجِ خرابات مقام است امروز

رہتا مسجد میں شب و روز تھا جو شیخ اُس کا
بن گیا کنجِ خرابات مقام آج کے دن

صبح دم بلبلِ مست از چہ سبب می نالد
کارِ او چوں ز بہاراں بہ نظام است امروز

بلبلِ مست ہے کیوں نالہ کناں وقتِ سحر
کام ہے جبکہ بہاروں کا نظام آج کے دن

محتسب بیہدہ گو پند مدہ رنداں را
کا نکہ با شاہد و مے نیست کدام است امروز

محتسب سے کہو تنبیہ نہ کرے رندوں کی
کون ہے جو نہیں باشاہد و جام آج کے دن

شیخ و واعظ کہ مرا منع ز زلفش کردے
دیدمش باز کہ چوں مرغ بدام است امروز

شیخ و واعظ جو کہا کرتا تھا زلفوں سے بچو
دیکھو کیسے وہ بنا مرغ بدام آج کے دن

گو بگوئید خلائق کہ کنوں حافظ را
چشم بر روئے نگار و لبِ جام است امروز

کہہ دو جا کر یہ زمانے سے کہ ہے حافظ کی
چشم بر روئے نگار و لبِ جام آج کے دن

صبا بمقدمِ گل راحِ روح بخشد باز
کجاست بلبلِ خوشگوے گو برآر آواز

بہار آئی ہے گلشن میں پھر بصد انداز
ہے عندلیب کہاں؟ دو اسے ذرا آواز

دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم
غم است و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

دلا! نہ ہجر میں رو اس طرح کہ عالم میں
ہیں رنج و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

دوتا شدم چو کماں از غم و نمی گویم
ہنوز ترکِ کمانِ ابروانِ تیرانداز

کمان جیسا خمیدہ ہوا ہوں پر نہ کبھی
کروں گا ترکِ کمانِ ابروانِ تیر انداز

حکایتِ شبِ ہجراں بدشمناں مکنید
کہ نیست سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

حکایتِ شبِ ہجراں نہ کہہ رقیبوں سے
کہ ہے نہ سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

ز طرۂ تو پریشانیِ دلم شد فاش
ز مشک نیست عجب آنکہ او بود غماز

ہوا ہے فاش پریشانیوں کا راز مرا
کہ تیرے کاکلِ مشکیں کا مشک ہے غماز

ہزار دیدہ بروئے تو ناظرند و تو خود
نظر بروئے کسے بر نمی کنی از ناز

نظر ہے سارے زمانے کی تجھ پہ لیکن تو
نظر نہ ڈالے کسی پر، کرے ہے ایسا ناز

اگر بسوزدت اے دل ز درد نالہ مکن
دم از محبتِ او مے زن و بدرد بساز

ہے سوزِ جاں غمِ جاناں اگر نہ رو اے دل
ہے اُسکے عشق سے جاں دل یہی جہاں میں ہے ساز

غبارِ خاطرِ ما چشمِ خصم کور کند
تو رخ بمال کہ اے حافظ از مقامِ نیاز

غبارِ خاطرِ حافظ سے ہیں عدو اندھے
کہ اُس کا خاکِ درِ یار ہے مقامِ نیاز

منم کہ دیدہ بدیدارِ دوست کردم باز
چہ شکر گویمت اے کارسازِ بندہ نواز

ہوئی ہے دید سے پُر نور میری چشمِ نیاز
ہزار شکر ترا کارسازِ بندہ نواز

نیازمندِ بلا گو رُخ از غبار مشوی
کہ کیمیائے مراد است خاکِ کوئے نیاز

غبارِ رخ سے نہ دھولے نیازمندِ بلا
کہ ہے مراد کو اکسیر خاکِ کوئے نیاز

بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی اے خواجہ
بسا کہ در رخِ دولت کنی کرشمہ و ناز

دو ایک قطرے گریں آنکھ سے تو اے خواجہ!
کریں وہ بر رُخِ الفت ہزار غمزہ و ناز

طہارت ار نہ بخونِ جگر کند عاشق
بقولِ مفتیٔ عشقش درست نیست نماز

کرے نہ خونِ جگر سے وضو اگر عاشق
قبول در گہِ الفت میں ہو نہ اُس کی نماز

ز مشکلاتِ طریقت عناں متاب اے دل
کہ مردِ راہ نیندیشد از نشیب و فراز

نہ مشکلات میں مایوس اتنا ہو اے دل!
کہ پیشِ راہِ طریقت میں ہیں نشیب و فراز

دریں مقامِ مجازی بجز پیالہ مگیر
دریں سراچۂ بازیچہ غیرِ عشق مباز

سوائے عشق نہیں اور کچھ حقیقت میں
بجز پیالہ و مے کچھ نہیں مقامِ مجاز

من از نسیمِ سخن چیں چہ طرف بربندم
چو سروِ راست دریں باغ نیست محرمِ راز

میں اس نسیمِ سخن چیں سے کیا اُمید رکھوں
نہ سروِ راست ہے جب اس چمن میں محرمِ راز

اگرچہ حسنِ تو از عشقِ غیر مستغنی ست
من آں نیم کہ ازیں عشقبازی آیم باز

یہ مانا حسن ترا بے نیاز ہے لیکن
رکھوں میں یہ دلِ دیوانہ کیسے عشق سے باز

غزل سرائیِ ناہید صرفہ نبرد
دراں مقام کہ حافظ برآورد آواز

نوائے نغمۂ ناہید ماند پڑ جائے
غزل سرا ہو جو اک رات حافظِ شیراز

ہزار شکر کہ دیدم بکام خویشت باز
ترا بکام خود و با تو خویش را دمساز

مناؤ جشن کہ آئے ہے وہ بصد انداز
مناؤ نغمہ کہ ہوتا ہے آج وہ دمساز

روندگانِ حقیقت رہِ بلا سپرند
رفیقِ عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز

رہِ بلا سے ڈریں کیوں روندگاں حق کے
رفیقِ عشق کو کیوں ہو غمِ نشیب و فراز

غمِ حبیب نہاں بہ ز جستجوئے رقیب
کہ نیست سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

غمِ حبیب چھپا کے رکھو رقیبوں سے
نہیں ہے سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت
کہ کرد نرگسِ مستش سیہ بسرمۂ ناز

یہ کیا ستم ہے کہ مشاطۂ قضا و قدر
سیاہ کر گئی مست آنکھ کو بہ سرمۂ ناز

بدیں سپاس کہ مجلس منور است بدوست
گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

برائے شکر کہ مجلس ہے یار سے روشن
مثالِ شمع خموشی سے جل بسوز بساز

ملامتے کہ بروئے من آمد از غمِ عشق
ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز

ملامت آئے غمِ عشق کی بدولت کیوں
حکایت اشک سے پوچھو کہ میں نہیں غماز

امیدِ قدِ تو می داشتم ز بختِ بلند
نسیمِ زلفِ تو می خواستم ز عمرِ دراز

امید ہے قدِ بالا کی تجھ سے بختِ بلند
نسیمِ زلف کی تجھ سے طلب ہے عمرِ دراز

زہائے ہائے شبانہ گذشتہ ام واقف
بحالِ من ز ترحم بہ نیم شب پرواز

تو ہائے ہائے شبانہ سے ہو نجات مجھے
جو آئے پاس مرے نیم شب وہ بندہ نواز

فگند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق
نوائے بانگِ غزلہائے حافظِ شیراز

بنی ہے زمزمۂ عشق در عراق و عجم
نوائے بانگِ غزلہائے حافظِ شیراز

اے صبا گر بگذری بر ساحلِ رودِ ارس
بوسہ زن بر خاکِ آں وادی و مشکیں کن نفس

اے صبا جائے اگر بر ساحلِ جوئے ارس
خاکِ وادی چوم کے مشکیں کر اپنا نفس

منزلِ سلمیٰ کہ بادش ہر دم از ما صد سلام
بر صدائے سارباں بینی و آہنگِ جرس

منزلِ سلمیٰ کو جا کے میری تسلیمات دے
چل صدائے سارباں پر سن کے آہنگِ جرس

محملِ جاناں ببوس آنگہ بزاری عرضہ دار
کز فراقت سوختم اے مہرباں فریاد رس

محملِ جاناں کو چوم اور رو کے اُس سے عرض کر
جل گیا میں ہجر میں اے مہرباں فریاد رس!

عشرتِ شبگیر کن مے نوش کاندر راہِ عشق
شبرواں را آشنائیہاست با میرِ عسس

عشرتِ شبگیر کر مے پی کہ راہِ عشق میں
آشنائی شب کے رہزن کو ہے با میرِ عسس

دل برغبت می سپارد جاں بچشمِ مستِ یار
گرچہ ہشیاراں ندادند اختیارِ خود بکس

دل خوشی سے جان دیوے چشمِ مستِ یار پہ
گرچہ ہشیاراں نہ دیویں اختیارِ خود بہ کس

منکہ قولِ ناصحاں را خواندمے بانگِ رباب
گوشمالے خوردم از ہجراں کہ اینم پند بس

گرچہ قولِ ناصحاں گو بانگ تھا میرے لیے
گوشمالی کی مری ہجراں نے کچھ ایسی کہ بس

طوطیاں در شکرستاں کامرانی می کنند
وز تحسر دست بر سر می زند مسکیں مگس

شکرستاں میں کرے ہیں عیش جیسے طوطیاں
آرزو میں کیوں نہ پیٹے اپنا سر مسکیں مگس

عشقبازی کارِ بازی نیست اے دل سر بباز
زانکہ گوئے عشق نتواں زد بچوگانِ ہوس

سر کی بازی عشق ہے یہ کھیل بچوں کا نہیں
گوئے الفت کو نہ ماریں ہیں بچوگانِ ہوس

نامِ حافظ گر برآید بر زبانِ کلکِ دوست
از جنابِ حضرتِ شاہم بس است ایں ملتمس

نامِ حافظ ایک دن آئے زبانِ کلک پر
بس یہی اے بادشہ تجھ سے ہے میری ملتمس

فارسی	اردو
جاناں ترا کہ گفت کہ احوالِ ما مپرس	معصوم بن کے قصۂ جور و جفا نہ پوچھ
بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس	بیگانگی ہے حالِ دلِ آشنا نہ پوچھ
ز انجا کہ لطفِ شامل و خلقِ کریم تست	تو مہرباں کریم ہے، تو ہے خلیق جب
جرمِ گذشتہ عفو کن و ماجرا مپرس	میری خطائیں بخش دے، کچھ ماجرا نہ پوچھ
خواہی کہ روشنت شود احوالِ سرِ عشق	چاہے اگر کہ تجھ پہ کھلے رازِ عاشقی
از شمع پرس قصہ ز بادِ صبا مپرس	از شمع قصہ پوچھ، زبادِ صبا نہ پوچھ
از دلق پوشِ صومعہ نقدِ طلب مجوی	شیخوں سے مانگ دولتِ شوق و طلب نہ پوچھ
یعنی ز مفلسانِ سخن کیمیا مپرس	یعنی ز مفلساں سخنِ کیمیا نہ پوچھ
در دفترِ طبیبِ خرد بابِ عشق نیست	ہے دفترِ طبیبِ خرد میں نہ بابِ عشق
اے دل بدرد خو کن و نامِ دوا مپرس	خو ڈال درد و رنج کی، نامِ دوا نہ پوچھ
نقشِ حقوقِ خدمت و اخلاص و بندگی	نقشِ حقوقِ خدمت و تسلیم و بندگی
از لوحِ سینہ محو کن و نامِ ما مپرس	سب دل سے دور کر، مرا نام اور پتا نہ پوچھ
ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم	ہم قصۂ سکندر و دارا کا کیا کریں
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس	ہم سے بجز حکایتِ مہر و وفا نہ پوچھ
من ذوقِ دردِ عشقِ تو دانم نہ مدعی	ہم کو ہے ذوقِ دردِ دل و رنجِ عاشقی
از شعلہ پرس حال ز پروانہ وا مپرس	بے واسطہ رقیب کا الفت سے کیا، نہ پوچھ
حافظ رسید موسمِ گل معرفت مخواں	حافظ بہار آگئی، نہ کر ذکرِ معرفت
دریاب نقدِ عمر ز چون و چرا مپرس	لے نقدِ عمر، قصۂ چوں و چرا نہ پوچھ

دارم از زلفِ سیاہت گلہ چنداں کہ مپرس
کہ چناں زو شدہ ام بے سر و ساماں کہ مپرس

ہے گلہ زلف سے ایسا تری جاناں کہ نہ پوچھ
اس قدر اس نے کیا بے سر و ساماں کہ نہ پوچھ

کس بامیدِ وفا ترکِ دل و دیں مکناد
کہ چنانم من ازیں کردہ پشیماں کہ مپرس

کر دیے ترک دل و دین بہ امیدِ وفا
بعد اس کے ہوا ایسا ہوں پشیماں کہ نہ پوچھ

بہرِ یک جرعہ کہ آزار کسش در پے نیست
زحمتے می کشم از مردمِ ناداں کہ مپرس

دل کی تسکیں کے لیے پیتا ہوں لیکن ہر دم
یوں ستاتے ہیں مجھے مردمِ ناداں کہ نہ پوچھ

گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود ولے
فتنہ می کند آں نرگسِ فتاں کہ مپرس

گوشہ گیری و سلامت کی طلب تھی لیکن
حشر کرتی ہے بپا نرگسِ جاناں کہ نہ پوچھ

زاہد از ما بسلامت بگذر کاں مے لعل
دل و دیں می برد از دست بداں ساں کہ مپرس

شیخ وہ بادۂ احمر سے دمک کر لیجے
دل و دیں لوٹے ہے اک وسمۂ درخشاں کہ نہ پوچھ

گفتمش زلف بکیں کہ کشادی گفت
حافظ ایں قصہ دراز است بقرآں کہ مپرس

پوچھا حافظ نے کہ کیوں کھولی ہیں زلفیں تو کہا
اس قدر طول یہ قصہ ہے بہ قرآں کہ نہ پوچھ

گلعذارے ز گلستانِ جہاں مارا بس
زیں چمن سایۂ آں سروِ رواں مارا بس

ایک گل رخ ہی مجھے باغِ جہاں کافی ہے
ہو اگر اُس سا تو اک سروِ رواں کافی ہے

من و ہمصحبتی اہلِ ریا دورم باد
از گرانانِ جہاں رطلِ گراں مارا بس

اے خدا مجھ کو ریاکاروں کی صحبت سے بچا
بزمِ رنداں کا مجھے رطلِ گراں کافی ہے

نقدِ بازارِ جہاں بنگر و آزارِ جہاں
گر شمارا نہ بس ایں سود و زیاں مارا بس

نقدِ بازارِ جہاں سے ملے آزارِ جہاں
نفع ہوتا تو ہے پر اس میں زیاں کافی ہے

یار باماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم
دولتِ صحبتِ آں مونسِ جاں مارا بس

صحبتِ یار کہاں ملتی ہے بد بختوں کو
تیرا وعدہ ہی ہمیں مونسِ جاں کافی ہے

از درِ خویش خدا را بہ بہشتم مفرست
کہ سرِ کوئے تو از کون و مکاں مارا بس

بھیج جنت میں نہ ہم کو تو اُٹھا کے دَر سے
تیرا کوچہ ہمیں اے جانِ جہاں کافی ہے

نیست مارا بجز از وصلِ تو در سر ہوسے
دیں تجارت نہ متاعِ دو جہاں مارا بس

ہو اگر وصلتِ دلدار نہ اس میں شامل
کون کہتا ہے متاعِ دو جہاں کافی ہے

خلوتِ اُنس و صالش کہ بعمرے جستم
دست اورست بما وز دو جہاں مارا بس

وصل سے اُنس کی خلوت ملی اک عمر کے بعد
ایک پل اس کا مجھے اے مری جاں کافی ہے

باغ و عشرت گر دہند بملوک ارزانی
ما فقیریم و گدا کوئے بتاں مارا بس

باغ و عشرت گرِ دنیا ہو مبارک شہ کو
ہم فقیروں کے لئے کوئے بتاں کافی ہے

قصرِ فردوس بپاداشِ عمل می بخشند
ما کہ رندیم و گدا دیرِ مغاں مارا بس

قصرِ فردوس ہو زاہد کو مبارک ساقی!
ہم سے رندوں کو تو بس دیرِ مغاں کافی ہے

بنشیں برلبِ جوی و گذرِ عمر ببیں
کایں اشارت زجہانِ گذراں مارا بس

لبِ جو بیٹھ کے عمرِ گزراں پہ بھی غور
اِک اشارہ ہی جہانِ گزراں کافی ہے

حافظا از مشربِ قسمت گلہ بے انصافی ست
طبع چوں آب و غزلہائے رواں مارا بس

شکوۂ بخت نہ کر، ہم کو تو حافظ تیری
طبع مثلِ آب و غزلہائے رواں کافی ہے

اگر رفیقِ شفیقی درست پیماں باش
حریفِ حجرہ و گرمابہ و گلستاں باش

اگر رفیقِ شفیقی درست پیماں ہو
وہ یارِ حجرہ و گرمابہ و گلستاں ہو

شکنجِ زلفِ پریشاں بدستِ باد مدہ
مگو کہ خاطرِ عشاق گو پریشاں باش

شکنجِ زلفِ پریشاں کو کھول دے تُو اگر
پریشاں خاطرِ عشاق اور پریشاں ہو

گرت ہواست کہ با خضر ہمنشیں باشی
نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیواں باش

ہے آرزو کہ خضر کا تو ہمنشین بنے
نہاں بچشمِ سکندر جوں آبِ حیواں ہو

رموزِ عشق نوازی نہ کارِ ہر مرغیست
بیا و نوگلِ ایں بلبلِ غزل‌خواں باش

رموزِ عشق ہے بنا عشق گُل نہیں کھلتے
تُو چاہے کتنا بھی اِک بلبلِ غزل‌خواں ہو

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کردن
خدائے را کہ رہا کن بیا و سلطاں باش

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کب تک
غلامی ترک کر، آجا اور آ کے سلطاں ہو

دگر بصیدِ حرم تیغ برمکش زنہار
وز آنچہ با دلِ ما کردہ پشیماں باش

کیا شکار مرا دل، مگر نہ بھول اے جاں
شکارِ صیدِ حرم جو کرے پشیماں ہو

تو شمعِ انجمنی یک زباں و یک دل شو
خیال و کوششِ پروانہ بین و خنداں باش

اے شمعِ انجمنی ناز ہے روا لیکن
تو دیکھ سوزشِ پروانہ، یوں نہ خنداں ہو

کمالِ دلبری و حسن در نظربازیست
بشیوۂ نظر از ناظرانِ دوراں باش

کمالِ دلبری و حسن در نظربازی
بشیوۂ نظر از ناظرانِ دوراں ہو

خموش حافظ و از جورِ یار نالہ مکن
ترا کہ گفت کہ بر روئے خوب حیراں باش

ہو جورِ یار سے نالاں نہ اس قدر حافظ
نہ شورِ شاہدِ شیریں پہ اتنا حیراں ہو

باز آی و دلِ تنگ مرا مونسِ جاں باش
ویں سوختہ را محرمِ اسرارِ نہاں باش

آ اور دلِ تنگ کا پھر مونسِ جاں ہو
کر چارہ گری، محرمِ اسرارِ نہاں ہو

زاں بادہ کہ در میکدۂ عشق فروشند
ما را دو سہ ساغر بدہ و گو رمضاں باش

پھر جا کے پیو میکدۂ عشق میں بادہ
مست الفتِ حق میں ہو جو ماہِ رمضاں ہو

در خرقہ چو آتش زدی اے عارفِ سالک
جہدے کن و سرحلقۂ رندانِ جہاں باش

خرقے کو جلا ڈال تو اے عارفِ سالک!
پی عشق کی مے قائدِ رندانِ جہاں ہو

آں یار کہ گفتا بتوام دل نگرانست
گو میرسم اکنوں بسلامت نگراں باش

کیوں باتوں میں آیا ہے تو اک عہد شکن کی
اے دل نہ لگا آس نہ اُس کا نگراں ہو

خوں شد دلم از حسرتِ آں لعلِ رواں بخش
آں درجِ محبت بہماں مُہر و نشاں باش

صد بار کرے خون اگر حسرتِ جاناں
عاشق کا ہے دل کیسے یہ بے مُہر و نشاں ہو

تا بر دلش از غصہ غبارے ننشیند
اے سیلِ سرشک از عقبِ نامہ رواں باش

تا اُس کا نہ آلودہ ہو دل غصہ و غم سے
اے سیلِ سرشک از عقبِ نامہ رواں ہو

اے زاہد اگر وصلتِ مینا دہدت دست
از ہمتِ پیرانِ دو عالم باماں باش

زاہد کو اگر وصلِ صراحی ہو میسر
وہ ہمتِ پیرانِ جہاں سے بہ اماں ہو

حافظ کہ ہوس میکند از جامِ جہاں بیں
گو در نظرِ آصفِ جمشید مکاں باش

طلب ہے فقط حافظ لئے جامِ جہاں میں
جس پر نظرِ آصفِ جمشید مکاں ہو

باغباں گر پنج روزے صحبتِ گل بایدش
بر جفائے خارِ ہجراں صبرِ بلبل بایدش

باغباں گر تجھ کو کچھ دن صحبتِ گل چاہیے
بر جفائے خارِ ہجراں صبرِ بلبل چاہیے

اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال
مرغِ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

بندِ کاکل میں تجھے اے دل پریشانی ہے کیا
دام میں اک مرغِ زیرک کو تحمل چاہیے

با چنیں زلف و رخے بادش نظر بازی حرام
ہر کہ روئے یاسمین و جعدِ سنبل بایدش

جب میسّر زلفِ یار اور دولتِ رخسار ہو
کس کو روئے یاسمین و زلفِ سنبل چاہیے

رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کارِ ملک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

رندِ عالم سوز کا ہے مصلحت سے کام کیا
مانا سلطانی کو تدبیر و تحمل چاہیے

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافریست
راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

عقل و تقویٰ پہ بھروسہ معرفت میں کفر ہے
سو ہنر بھی ہوں تو رہرو کو توکل چاہیے

نازہا زاں نرگسِ مستانہ می باید کشید
ایں دلِ شوریدہ گر آں زلف و کاکل بایدش

ناز و غمزہ چشمِ مستانہ کے ہیں اکسیرِ جاں
پر دلِ شوریدہ کو آشفتہ کاکل چاہیے

ساقیا در گردشِ ساغر تعلل تا بچند
دور چوں با عاشقاں افتد تسلسل بایدش

لیت و لعل گردشِ ساغر میں اے ساقی نہ کر
دَور جب عشاق تک پہنچے تسلسل چاہیے

کیست حافظ تا ننوشد بادہ بے آوازِ چنگ
عاشقِ مسکیں چرا چندیں تجمل بایدش

بادہ بے آوازِ بربط پیتا حافظ کیوں نہیں
عاشقِ مسکیں کو اتنا کیوں تجمل چاہیے

ببرد از من قرار و طاقت و ہوش
بتِ سنگیں دلِ سیمیں بناگوش

گیا لے کر قرار و طاقت و ہوش
بتِ سنگیں دل و سیمیں بناگوش

نگارے چابکے شوخے پری وش
حریفے مہوشے ترکِ قباپوش

نگار چابک و شوخ پری وش
حبیب مہوش و ترکِ قباپوش

ز تابِ آتشِ سودائے عشقش
بسانِ دیگ دائم می زنم جوش

بہ تابِ آتشِ سودائے الفت
بشکلِ دیگ دائم دل میں ہے جوش

اگر پوسیدہ گردد استخوانم
نگردد مہرش از جانم فراموش

ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں
کرے لیکن نہ دل اسکو فراموش

دل و دینم، دل و دینم، ببردست
برودوشش، برودوشش، برودوشش

دل و دیں لے گئے میرے دل و دیں
بر و دوشش، بر و دوشش، بر و دوشش

دوائے تو دوائے تست حافظ
لبِ نوشش، لبِ نوشش، لبِ نوشش

دوا تیری، دوا تیری ہے حافظ
لبِ نوشش لبِ نوشش لبِ نوشش

بہ دورِ لالہ قدح گیر و بے ریا میباش
بہ بوئے گل نفسے ہمدمِ صبا میباش

بہ دورِ لالہ قدح گیر و بے ریا بن جا
بہ بوئے گل نفسے ہمدمِ صبا بن جا

نگویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن
سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسا میباش

کہا یہ کس نے کہ مے نوش سال بھر ہو تو
سہ ماہ شراب پی، نو ماہ پارسا بن جا

چو پیرِ سالکِ عشقت بہ مے حوالہ کند
بنوش و منتظرِ رحمتِ خدا میباش

جو پیرِ سالکِ الفت عطا کرے بادہ
تو پی کے منتظرِ رحمتِ خدا بن جا

گرت ہواست کہ چوں جم بہ سرِ غیب رسی
بیا و ہمدمِ جامِ جہاں نما میباش

جو چاہے جم کی طرح تجھ پہ رازِ غیب کھلیں
تو پی کے ہمدمِ جامِ جہاں نما بن جا

چو غنچہ گرچہ فروبستگی ست کارِ جہاں
تو ہمچو بادِ بہاری گرہ کشا میباش

ہے مثلِ غنچہ لگاتا گرہ جو کارِ جہاں
تو مثلِ بادِ بہاری گرہ کشا بن جا

وفا مجوی ز کس ور سخن نمی شنوی
بہرزہ طالبِ سیمرغ و کیمیا میباش

طلب میں عمر اگر رائیگاں ہی کرنی ہے
بشوقِ طالبِ سیمرغ و کیمیا بن جا

مریدِ طاعتِ بیگانگاں مشو حافظ
ولے معاشرِ رندانِ آشنا میباش

مریدِ طاعتِ بیگانگاں نہ ہو حافظ
چل اور معاشرِ رندانِ آشنا بن جا

چو برشکست صبا زلفِ عنبر افشانش
بہر شکستہ کہ پیوست تازہ شد جانش

ہوا بکھرتی جب زلفِ عنبر افشاں ہے
دلِ شکستۂ عاشق میں ڈالتی جاں ہے

کجاست ہم نفسے تا کہ شرح عرضہ دہم
کہ دل چہ میکشد از روزگارِ ہجرانش

اگر ملے وہ کہیں ایک دن تو اُس سے کہوں
کہ خونِ دل کا کرے روزگارِ ہجراں ہے

نسیمِ صبح وفا نامۂ کہ بر دید دوست
زخونِ دیدۂ ما بود مہرِ عنوانش

دے اُس کو بہرِ خدا اے صبا! وفا نامہ
کہ خونِ دل کی لگی اِس پہ مہرِ عنواں ہے

زمانہ از ورقِ گُل مثالِ روئے تو بست
ولے ز شرمِ تو در غنچہ کرد پنہانش

بنا جو پھول کی پتی سے یار کا چہرہ
ہوا وہ غنچے میں شرمندگی سے پنہاں ہے

بے شدیم و نشد عشق را کرانہ پدید
تبارک اللہ ازیں رہ کہ نیست پایانش

یہ بحرِ عشق کہ اس کا نہیں کراں کوئی
یہ راہِ اُلفت کہ اس کا کہیں نہ پایاں ہے

جمالِ کعبہ مگر عذرِ رہرواں خواہد
کہ جانِ زندہ دلاں سوخت در بیابانش

جمالِ کعبہ کرے عذر رہرواں سے بہت
جلا کے خاک کرے جب انھیں بیاباں ہے

دلم کہ مہرِ تو از غیرِ تو نہاں میداشت
ببیں کہ دیدہ کند فاش پیشِ یارانش

نہ جانتا تھا کوئی راز جو سوا تیرے
وہ چشمِ نم سے ہوا فاش پیشِ یاراں ہے

بدیں شکستۂ بیت الحزن کہ می آرد
نشانِ یوسفِ دل از چہِ زنخدانش

نشانِ کلبۂ احزاں میں کوئی دے اُس کا
جو ایک یوسفِ دل درچہِ زنخداں ہے

سحر بطرفِ چمن می شنیدم از بلبل
نوائے حافظِ خوش لہجۂ غزل خوانش

سمجھتے ہو جسے گلبانگِ عندلیب وہ اک
نوائے حافظِ خوش لہجہ غزل خواں ہے

چو جام لعل تو نوشم کجا بماند ہوش
چو چشم مست تو بینم بجا نماند گوش

ملا جو جام لب لعل دل میں آیا جوش
جو چشم مست کو دیکھا تو ہو گیا مدہوش

منم غلام تو در رز انگہ از سن آزادی
مرا بکوزہ فروشیں شرابخانہ فروش

ترا غلام ہوں میں اور تو مجھ سے ہے آزاد
دے مجھ کو بیچ سرِ میکدہ بہ کوزہ فروش

بجوئے آنکہ زمیفانہ کوزۂ یابم
روم بسوئے خراباتیاں کشم بر دوش

اُمید تھی کہ ملے میکدے میں کوزۂ مے
گیا سبوئے خراباتیاں لیے بر دوش

مرا مگوی کہ خاموش باش ودم درکش
کہ در چمن نتواں یافت مرغ را خاموش

یہ کیسا طورِ خموشی ہے تیری محفل میں
کب عندلیب چمن میں ہوا ہے یوں خاموش

اگر نشانِ تو جویم کدام صبر و قرار
وگر حدیث تو گویم کدام طاقت و ہوش

تلاش میں تری صبر و قرار کھو بیٹھے
نشان تیرا ملا جب رہے نہ طاقت و ہوش

شراب پختہ بخاماں دلِ فسردہ مدہ
کہ بادہ آتش تیز است و پختگاں را جوش

شراب پختہ نہ کچے دلوں کو دے ساقی!
ہے بادہ آتش تیز اور پختگاں میں ہے جوش

نعیم روضۂ جنت بذوق آں نرسد
کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش

نہیں بہشت میں ایسا مزہ جو آتا ہے
ہو یار بزم میں جب بزم میں ہو ناؤ نوش

مرا چو خلعتِ سلطانِ عشق میدادند
ندا زدند کہ حافظ خموش باش خموش

یہ کہہ کے بخشی ہے سلطانِ عشق نے خلعت
کہ حافظ اس کو لے اور رہ خموش رہ خاموش

در عہدِ بادشاہِ خطا بخش جرم پوش	خوش عہدِ بادشاہِ خطا بخش و جرم پوش
حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش	حافظ قرابہ کش ہوا مفتی پیالہ نوش
صوفی ز کنجِ صومعہ در پائے خُم نشست	صوفی بھی آ کے بیٹھا ہے مٹکے کی چھاؤں میں
تا دید محتسب کہ سبو میکشد بدوش	دیکھا کہ محتسب بھی پھرے ہے سبو بدوش
احوالِ شیخ و قاضی و شربِ الیہودشاں	شربِ نہانِ قاضی و مفتی کا حال جب
کردم سوال صبحدم از پیرِ مے فروش	پوچھا تو مجھ سے کہنے لگا پیرِ مے فروش
گفتا نہ گفتنی ست سخن گرچہ محرمی	محرم ہے رازداں ہمارا ہے تو، و لے
درکش زباں و پردہ نگہدار و مے بنوش	کہنے کی بات یہ نہیں، خاموش بادہ نوش
ساقی بہار میرسد و جامِ مے نماند	ساقی بہار آئی ہے تھوڑی شراب دے
فکرے بکن کہ خونِ دل آمد زغم بجوش	آیا ہے سوزِ غم سے میرا خونِ دل بہ جوش
عشق ست و مفلسی و جوانی و نوبہار	ہے عشق و مفلسی و جوانی و فصلِ گل
عذرم پذیر و جرم بذیلِ کرم بپوش	کر معذرت قبول چھپا جرم عیب پوش!
اے بادشاہِ صورت و معنی کہ مثلِ تو	اے بادشاہِ صورت و سیرت ترا مثیل
نادیدہ ہیچ دیدہ و نشنیدہ ہیچ گوش	دیکھا نہ آنکھ نے نہ کسی نے سنا بہ گوش

چنداں بماں کہ خرقۂ ازرق کند قبول	لمبی ہو عمر اتنی کہ دے بخت کو ترے
بختت جوان از فلکِ پیر ژندہ پوش	اِک خرقہ ازرقی فلکِ پیرِ ژندہ پوش
تا چند ہمچو شمع زباں آوری کنی	کب تک زباں درازی کرے گا خیالِ شمع
پروانۂ مراد رسید اے محب خموش	پروانۂ مراد ملا ہے تو رہ خموش
دی شب ندا ز غیب بگوش دلم رسید	حافظؔ پیو شراب، غم و غصہ کم کرو
حافظؔ تو غصہ کم خورو بنشین و مے بنوش	آئی ہے شب میں غیب سے یہ اک ندا بگوش

دلم رمیدہ شد و غافلم من درویش
کہ آں شکاریِ سرگشتہ را چہ آمد پیش

اڑا لیا مرا دل، سوچتا ہوں میں درویش
کہ اس شکاری کو کیا مشکلات آئیں پیش

چو بید بر سرِ ایمانِ خویش می لرزم
کہ دل بدستِ کماں ابروئیست کافرکیش

بہت ہی خطرے میں ایمان کانپتا ہوں میں
ہے دل بدستِ کماں ابروانِ کافرکیش

خیالِ حوصلۂ بحر می پزم ہیہات
چہاست در سرِ ایں قطرۂ محال اندیش

خیالِ حوصلۂ بحرِ عشق ہے دل کو
ہوا ہے قطرہ یہ اک کس قدر محال اندیش

بکوئے میکدہ گریان و سرفگندہ روم
چرا کہ شرم ہمی آیدم ز حاصلِ خویش

بسوئے میکدہ جاتا ہوں سر جھکائے ہوئے
کہ آتی دیکھ کے مجھ کو ہے شرم حالتِ خویش

نہ عمرِ خضر بماند نہ ملکِ اسکندر
نزاع بر سرِ دنیائے دوں مکن درویش

نہ عمرِ خضر ہمیشہ، نہ ملکِ اسکندر
نزاع بر سرِ دنیائے دوں نہ کر درویش

بنازم آں مژۂ شوخِ عافیت کش را
کہ موج میزندش آبِ نوش بر سرِ نیش

ہے ناز اک مژۂ شوخِ عافیت کش کو
کہ آبِ نوش کرے رقص اسکے بر سرِ نیش

ز آستینِ طبیباں ہزار خوں بچکد
گرم بہ تجربہ دستے نہند بر دلِ ریش

ٹپکتا خوں ہے طبیبوں کی آستینوں سے
جو ہاتھ رکھتے ہیں تشخیص کا وہ بر دلِ ریش

تو بندہ گلہ از پادشہ مکن اے دل
کہ شرطِ عشق نباشد شکایت از کم و بیش

طلب میں اتنا گلہ یار سے نہ کر اے دل
نہیں ہے عشق میں جائز شکایتِ کم و بیش

بداں کمر نرسد دستِ ہر گدا حافظ
خزینہ بکف آور ز گنجِ قاروں بیش

وہ ہاتھ پا نہ سکا یار کی کمر حافظ
خزینہ رکھتا نہ تھا جو زِ گنجِ قاروں بیش

دوش با من گفت پنہاں راز دانے تیز ہوش
کز شما پنہاں نشاید داشت رازِ مے فروش

مجھ سے کل کہنے لگا یہ راز دانِ تیز ہوش
رکھ نہیں سکتا نہاں تجھ سے میں رازِ مے فروش

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع
سخت میگیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

ڈھونڈ آسائش یہاں کارِ جہاں آسان کر
کرتے آساں کام بھی مشکل ہیں جو ہیں سخت کوش

وانگہم در داد جامے کز فروغش بر فلک
زہرہ در رقص آمد و بربط زناں میگفت نوش

جام ساقی نے دیا ایسا ہوا روشن فلک
رقص زہرہ نے کیا، کہنے لگی پی بادہ نوش

تا نگردی آشنا زیں پردہ رمزے نشنوی
گوشِ نامحرم نباشد جائے پیغامِ سروش

گر ہے جویا راز کا بن آشنائے راز داں
گوشِ نامحرم نہیں ہے جائے پیغامِ سروش

در حریمِ عشق نتواں زد دم از گفت و شنید
زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش

کچھ حریمِ عشق میں ہوتی نہیں گفت و شنید
خامشی لازم سب اعضا کو بنالے چشم و گوش

در بساطِ نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست
یا سخن دانستہ گو اے مردِ بخرد یا خموش

خود نمائی نکتہ دانوں کی نظر میں ہے غلط
بات کر معقول اے مردِ خرد یا رہ خموش

با دلِ خونیں لبِ خنداں بیاور ہمچو جام
نے گرت زخمے رسد آئی چو نے اندر خروش

گرچہ اس میں خونِ دل ہے لب میں خنداں جام کے
ہو اگر بسمل تو ہو پر دل میں ہو جوش و خروش

گوش کن پند اے پسر از بہرِ دنیا غم مخور
گفتمت چوں دُر حدیثے گر توانی دار گوش

پند میری گراں گوہر ہیں اے جانِ پدر!
غم نہ کھا دنیائے دوں کا یہ نصیحت سن بگوش

ساقیا مے دہ کہ رندیہائے حافظ عفو کرد
خسروِ صاحبقراں جرم بخش و عیب پوش

ساقیا مے دے کہ حافظ پر ہوا ہے مہرباں
خسروِ صاحب قراں جرم بخش و عیب پوش

سحر ز ہاتفِ غیبم رسید مژدہ بگوش
کہ دورِ شاہِ شجاع ست مے دلیر بنوش

یہ لایا غیب سے اک مژدہ آج صبح سروش
کہ دورِ شاہِ شجاع اب ہے ڈر نہ بادہ نوش

شد آنکہ اہلِ نظر برکنارہ میرفتند
ہزار گونہ سخن بر دہان و لب خاموش

گیا زمانہ کہ محتاط تھے سب اہلِ نظر
زباں پہ لفظ تھے بیتاب اور تھے لب خاموش

بہ بانگِ چنگ بگوئیم آں حکایت ہا
کہ از نہفتن او دیگِ سینہ میزد جوش

بہ بانگِ چنگ حکایات وہ کریں گے بیاں
کہ آج جن کو چھپانے سے دیگِ سینہ بجوش

شرابِ خانگی از بیم محتسب خوردن
بروئے یار بنوشیم و بانگِ نوشانوش

چھپا کے پیتے تھے کل " محتسب کے ڈر سے مگر
ہم آج پیتے ہیں کھل کے بہ بانگِ نوشانوش

ز کوئے میکدہ دوشش بدوش می بردند
امامِ شہر کہ سجادہ می کشید بدوش

ہم آج جاتے ہیں اسکو اٹھائے کندھے پر
امامِ شہر جو پھرتا تھا کل مصلیٰ بدوش

ولا دلالتِ خیرت کنم براہِ نجات
مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش

تری نجات اسی میں ہے سن مری اے دل!
نہ فخر زہد پہ کر اور نہ بن تو " تقویٰ فروش

محلِ نورِ تجلی ست رائے انورِ شاہ
چو قربِ او طلبی در صفائے نیت کوش

مقامِ نورِ تجلی ہے رائے انورِ شاہ
جو قرب چاہیے اس کا صفائے نیت کوش

بجز ثنائے جلالش مساز وردِ ضمیر
کہ ہست گوشِ دلش محرمِ پیامِ سروش

مقامِ سدرہ ہے عرشِ بریں مکان اس کا
وہ گوشِ دل جو ہے محرمِ پیامِ سروش

رموزِ مصلحتِ ملک خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

رموزِ مصلحتِ ملک " خسرواں جانیں
فقیرِ سادہ ہے حافظ " نہ کر تو اتنا خروش

صوفی گلے بچین و مرقع بخار بخش
ویں زہدِ خشک را بمے خوشگوار بخش

صوفی گلوں کو دیکھ، مرقع بہ خار بخش
تقویٰ و زہد سب بمے خوشگوار بخش

طامات و زرق در رہِ آہنگِ چنگ نہ
تسبیح و طیلساں بمے و میگسار بخش

ذکر و بیانِ عشق بہ آہنگِ چنگ کر
فکر اور معرفت بمے و میگسار بخش

زاہد گراں کہ ساقی و شاہد نمی خرند
در حلقۂ چمن بہ نسیمِ بہار بخش

زہد گراں کہ ساقی و شاہد پہ ہے گراں
حلقے میں باغ کے بہ نسیمِ بہار بخش

راہم شرابِ لعل زد اے میرِ عاشقاں
خونِ مرا بچاہِ زنخدانِ یار بخش

گو لب نے خوں کیا ہے مرے میرِ خوں بہا
خوں بلکہ یہ بہ چاہِ زنخدانِ یار بخش

یارب بوقتِ گل گنہِ بندہ عفو کن
ویں ماجرا بسرو لبِ جوئبار بخش

یارب بوقتِ گل گنہِ بندہ عفو کر
ہو جو خطا بہ سرو لبِ جوئبار بخش

اے آنکہ رہ بمشربِ مقصود بردۂ
زیں بحر قطرۂ بمنِ خاکسار بخش

بخشا خدا نے مشربِ مقصود گر تجھے
اک قطرہ بحر کا بہ دلِ خاکسار بخش

شکرانہ کہ روئے ترا چشمِ بد ندید
مارا بعفو و لطفِ خداوندگار بخش

تا کہ خدا رکھے تجھے ہر چشمِ بد سے دور
ہم کو تو بہرِ لطفِ خداوندگار بخش

ساقی چو شاہ نوش کند بادۂ صبوح
گو جامِ زر بحافظِ شب زندہ دار بخش

جب شاہ کرتے نوش صبوحی ہیں ساقیا
اک جامِ زر بہ حافظِ شب زندہ دار بخش

کنارِ آب پائے بید و طبعِ شعر و یارے خوش
معاشر دلبرِ شیریں ساقی گلعذارے خوش

کنارِ آب و پائے بید و طبعِ شعر و یارِ خوش
ہے ساتھی دلبرِ شیریں و ساقی گلعذارِ خوش

الا اے دولتِ طالع کہ قدرِ وصل میدانی
گوارا بادت ایں عشرت کہ داری روزگارے خوش

اے میری دولتِ طالع! مجھے دے وصل کی دولت
مبارک ہو تجھے عشرت ترا ہو روزگارِ خوش

عروسِ طبع را زیور ز فکرِ بکر می‌بندم
بود کز نقشِ ایامم بدست افتد نگارے خوش

عروسِ طبع کو میں فکرِ تازہ سے سجاتا ہوں
سمٹ آئے مرے آغوش میں تا کہ نگارِ خوش

شبِ صحبت غنیمت دان و دادِ خوشدلی بستاں
کہ مہتابِ دل افروز است و طرفِ لالہ زارے خوش

ملی ہے یار کی صحبت چراغاں آج محفل ہے
ہے تاباں ماہتابِ دل، ہے طرفِ لالہ زارِ خوش

مے در کاسۂ چشمِ مست ساقی را بنام ایزد
کہ مستی میکند با عقل و می آرد خمارے خوش

خدایا ہے یہ مے کیسی مرے ساقی کی آنکھوں میں
کہ کرتی عقل کو ہے مست لائے ہے خمارِ خوش

ہر آنکس را کہ بر خاطر ز عشقِ دلبرے باریست
سپندے گو بر آتش نہ کہ داری کاروبارے خوش

ہوا ہے آتشِ الفت سے گر عاشق کا دل بیکل
سپند اک اس پہ ڈالو تا بنے یہ کاروبارِ خوش

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانہ
کہ شنگولانِ سرمست بیاموزند کارے خوش

ہے تجھ کو گر غمِ فرقت تو میخانے میں چل حافظ
کہ معشوقاں وہاں رندوں کو سکھلاتے ہیں کارِ خوش

ما آزمودہ ایم دریں شہر بختِ خویش
باید بروں کشید ازیں ورطہ رختِ خویش

ہے آزمایا ہم نے یہاں بیش بختِ خویش
چل اور شہر میں کسی لے کر تو رختِ خویش

ازبسکہ دست می گزم و آہ می کشم
آتش زدم چو گل بتنِ لخت لختِ خویش

الفت ہے کون سی مجھے کیسا یہ عشق ہے
کیوں میں جلا رہا ہوں دلِ لخت لختِ خویش

دوشم ز بلبلے چہ خوش آمد کہ می سرود
گل گوش پہن کردہ ز شاخِ درختِ خویش

گلبانگِ عندلیب ہے ایسی کہ آج گل
سننے میں کان لگا کے بہ شاخِ درختِ خویش

کاے دل صبور باش کہ آں یار تندخو
بسیار تندخوے نشیند ز بختِ خویش

اے دل نہ کر شکایتِ معشوقِ تند خو
بسیار تندخو کرے اسکو ہے بختِ خویش

گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند
عارف بآب تر نکند رختِ بختِ خویش

کتنا بھی موج خیز ہو چاہے یہ بحرِ غم
عارف بہ آب تر نہ کرے رختِ بختِ خویش

خواہی کہ سخت و سستِ جہاں بر تو بگذرد
بگذر ز عہدِ سست و سخن ہائے سختِ خویش

چاہو جو سخت و سستِ جہاں سے بچے رہو
چھوڑو یہ عہدِ سست و سخن ہائے سختِ خویش

اے حافظ ار مراد میسر شدے مدام
جمشید نیز دور نماندے ز تختِ خویش

حافظ مراد کو ہے میسر دوام گر
جمشید چھوڑ کے گیا کیوں تاج و تختِ خویش

مرا کاریست مشکل با دلِ خویش
کہ گفتن می نیارم مشکلِ خویش

مجھے ایسی ہے مشکل با دلِ خویش
کہ مشکل ہے بتانا مشکلِ خویش

خیالت داند و جانِ من از غم
کہ ہر شب در چہ کارم با دلِ خویش

نہیں ہے عشق میں کچھ بھی بجز غم
کہوں یہ بات کیسے با دلِ خویش

ز واپس ماندگاں یادے کن آخر
چو رانی تند یارا محملِ خویش

نہ پیچھے چھوڑ ان پس ماندگاں کو
نہ جا یوں تیز لے کر محملِ خویش

بسے گشتم چو مجنوں کوہ و صحرا
مگر یابم سراغ از منزلِ خویش

میں خاکِ کوہ و صحرا چھانتا ہوں
ملے شاید سراغِ منزلِ خویش

مرا در اولِ منزل رہ افتاد
کہ آمد کشتیم در ساحلِ خویش

بچے طوفانِ غم سے آئے کیسے
سفینہ دل کا اندر ساحلِ خویش

چہ فرصتہا کہ گم کردم دریں راہ
ز بختِ خوابناکِ غافلِ خویش

مواقع راہ میں کھوتا ہوں ہر دم
ز بختِ خوابناکِ غافلِ خویش

کم از جولانے آخر در رہِ ما
چو حافظ خاک کرد آب و گلِ خویش

تو آ اُس راہ پر حافظ نے جس کی
بنائی خاک ہے آب و گلِ خویش

من خرابم ز غمِ یارِ خراباتیِ خویش
می‌زند غمزۂ او ناوکِ غم بر دلِ ریش

ہے مری جاں کو غمِ یارِ خراباتی بیش
ناوکِ غمزہ سے کرتا ہے بہت وہ دل ریش

با تو پیوستم و از غیرِ تو دل ببریدم
آشنائے تو ندارد سرِ بیگانہ و خویش

آشنا تیرا ہوا جب سے مرا دل اس کو
نہیں اندیشۂ بیگانہ، نہیں فکرِ خویش

بہ عنایت نظرے کن کہ من دل شدہ را
نرود بے مددِ لطفِ تو کارے از پیش

اے مرے دوست تری چشمِ عنایت کے بغیر
حل ہو کیسے یہ مشکل جو ہے مجھ کو درپیش

آخر اے پادشہِ حسن و ملاحت چہ شود
گر لبِ لعلِ تو ریزد نمکے بر دلِ ریش

دُور سے اپنا دکھا کے لبِ شیریں مجھ کو
یوں نمک شاہِ ملاحت! نہ چھڑک بر دلِ ریش

رخِ تو صبرِ من سوختہ دل داد بباد
چشمِ مستِ تو کہ بکشاد کمیں از چپ و پیش

تابِ رخ سے ہے جلا صبر کا میرے خرمن
مست آنکھوں نے لگایا ہے کمیں از چپ و پیش

گر چلیپائے سرِ زلف ز ہم بکشاید
بس مسلماں کہ شود کشتۂ آں کافر کیش

کھول دے گر وہ کبھی اپنی صلیبِ کاکل
مار ڈالے ہے مسلمانوں کو وہ کافر کیش

چونکہ ایں کوشش بے فائدہ سودے ندہد
پس میازار دلِ خود ز غم اے دور اندیش

جبکہ کچھ فائدہ ہوتا نہیں اس کوشش سے
نہ جلا دل کو غمِ یار سے اے دُور اندیش

پرسشِ حالِ دلِ سوختہ کن بہرِ خدا
نیست از شاہ عجب گر بنوازد درویش

پرسشِ حالِ دلِ سوختہ کر بہرِ خدا
ہے عجب کچھ نہیں گر شاہ نوازے درویش

حافظ از نوشِ لبِ لعلِ تو کامے نگرفت
کہ زند بر دلِ ریشش دو ہزاراں سرِ نیش

ملتی اس کو نہیں نوشِ لبِ لعل اے حافظ
نہ ہو خوں جس کے جگر کا نہ ہو جس کا دل ریش

ہاتفے از گوشۂ میخانہ دوش	آئی میخانے میں آواز سروش
گفت ببخشند گنہ مے بنوش	بخش دیں گے ہم تجھے اے بادہ نوش
عفوِ الٰہی بکند کارِ خویش	کام کرتی ہیں خدا کی بخششیں
مژدۂ رحمت برساند سروش	مژدۂ رحمت سناتا ہے سروش
عفوِ خدا بیشتر از جرمِ ماست	ہے گناہوں سے سوا عفوِ خدا
نکتۂ سربستہ چہ گوئی خموش	نکتۂ سربستہ یہ ہے رہ خموش
گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند	وصل کوشش سے نہیں ملتا کبھی
ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش	پھر بھی کوشش اے مرے دل تا بہ توش
ایں خردِ خام بمیخانہ بر	لے کے عقلِ خام میخانے میں چل
تا مے لعل آوردش خوں بجوش	تا کہ مے سے آئے اس کا خوں بجوش
گوشِ من و حلقۂ گیسوئے یار	حلقۂ زلفِ یار کا ہو کان میں
روئے من و خاکِ درِ مے فروش	ہو جبیں بر خاکِ کوئے مے فروش
داورِ دیں شاہِ شجاع آنکہ کرد	دین کا حاکم ہے وہ شاہِ شجاع
روحِ قدس حلقۂ امرش بگوش	جس کا ہے جبریل بھی حلقہ بگوش
اے ملک العرش مرادش بدہ	بادشاہِ عرش! مجھ پر رحم کر
وز خطرِ چشمِ بدش دار گوش	چشمِ بد کو دور رکھ دے گوشِ ہوش
رندیِ حافظ نہ گناہیست صعب	رندیِ حافظ نہیں ایسا گناہ
با کرمِ پادشہِ عیب پوش	پیشِ چشمِ لطفِ شاہِ عیب پوش

بیا کہ می شنوم بوئے جاں از آں عارض — کچھ ایسی آج ملی بوئے جان اُس رُخ سے
کہ یافتم دلِ خود را نشاں از آں عارض — ملا نشانِ دلِ بے نشان اُس رُخ سے

خجل بماند قدِ سروِ ناز از آں قامت — زمیں میں گڑ گیا ہر سرو دیکھ اُس قد کو
خجل شدہ است گلِ گلستاں ازاں عارض — ہے شرمسار گلِ گلستان اُس رُخ سے

معانیِ کہ ز حوراں بشرح می گویند — بیانِ خوبیِ حوراں سُنا بہت ہے مگر
ز حسن و لطف بپرسایہ بیاں از آں عارض — نہ خوب تر ہے کوئی بھی بیان اُس رُخ سے

گرفتہ نافۂ چیں بوئے مشک از آں گیسو — ہے بوئے نافۂ چیں اُس کی زلفِ مشکیں میں
گلاب یافتہ بوئے چناں از آں عارض — ملا گلاب کو حسنِ جوان اُس رُخ سے

بشرم رفتہ تنِ یاسمن از آں اندام — خجل کرے ہے تنِ یاسمیں کو تن اُس کا
بخوں نشستہ گلِ ارغواں از آں عارض — ہوا ہے خونِ گلِ ارغوان اُس رُخ سے

ز مہرِ روئے تو خورشید گشتہ غرقِ عرق — عرق عرق ہے رُخِ یار دیکھ کر سورج
نزار ماندہ مہِ آسماں از آں عارض — ہوا خمیدہ مہِ آسمان اُس رُخ سے

ز نظمِ دلکشِ حافظ چکید آبِ حیات — ہے ٹپکے آبِ بقا یوں سخن سے حافظ کے
چنانکہ خوی شدہ جاناں چکاں از آں عارض — گرے ہے جوں عرقِ ارغوان اُس رُخ سے

حسن و جمالِ تو جہاں جملہ گرفت طول و عرض
شمسِ فلک خجل شدہ از رُخِ خوب ماہِ ارض

روشن ہیں حسنِ یار سے دنیا جہاں کے طول و عرض
شمسِ فلک خجل ہوا دیکھا جو روئے ماہِ ارض

زِ رُخِ تست مقتبس خور ز چہارم آسماں
ہچو زمینِ ہفتمیں ماندہ بزیرِ بارِ قرض

روشن ہے نور سے ترے مہرِ چہارم آسماں
مثلِ زمینِ ہفتمیں ہے ترا زیرِ بارِ قرض

دیدنِ حسنِ روئے تو بر ہمہ خلق واجب است
سجدۂ درگہِ تو شد بر ہمہ شاہ و ارض فرض

جلوۂ حسنِ یار ہے لازمی ساری خلق پر
سجدۂ بارگاہِ دوست ہے بہ گدا و شاہ فرض

لبِ رُوح پرورت گلشکرے بہ بخشدم
کہ تنِ دردمندِ من رستہ شود ازیں مرض

مجھ کو دے جانِ من کبھی اپنے لبوں کی گُل شکر
کہ تنِ دردمند کی ہے یہی اک دوائے مرض

سر بخاکِ پائے او دست کجا دہد ترا
قصۂ شوق حافظا خود کہ رسانہ شش بعرض

اپنہ خاکِ پا تجھے اپنا کبھی وہ بخش دے
قصۂ شوق و آرزو حافظؔ اگر کرے تو عرض

ز چشمِ بد رخِ خوبِ ترا خدا حافظ
کہ کرد جملہ نکوئی بجائے ما حافظ

بُری نظر سے بچائے اُسے خدا حافظ
وہ شخص تجھ پہ بہت مہرباں رہا حافظ

اگرچہ خونِ دلت خورد لعلِ او بستاں
بکامِ دل ز لبش بوسہ خوں بہا حافظ

وہ لعلِ لب کے جو پیتے ہیں خونِ دل تیرا
جو دیں بوسہ تو مل جائے خوں بہا حافظ

بزلف و خالِ بتاں دل مبند دیگر بار
اگر بجستی ازیں بند و ایں بلا حافظ

بزلف و خالِ بتاں دل لگا نہ بارِ دگر
یہ بندِ عشق نہیں ہے یہ ہے بلا حافظ

بیا کہ نوبتِ صلح ست و دوستی و صفا
کہ با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ

خلوص و اُنس کا ہے وقت کر قرارِ صلح
کہ تجھ سے اس کو نہیں جنگ و ماجرا حافظ

تو از کجا و امیدِ وصالِ او ز کجا
بدامنش نرسد دستِ ہر گدا حافظ

کہاں تو اور امیدِ وصالِ یار کہاں
نہیں ہے اتنا رسا دستِ ہر گدا حافظ

چو ذوق یافت دلِ من ز وصلِ آں محبوب
مراست تحفۂ جاں بخش دلربا حافظ

ہوا ہے جب اس طرح وہ جلوہ گر کہ آج مجھے
ملا ہے تحفۂ جاں بخش دلربا حافظ

بیا بخواں غزلِ خوب و طرفہ و پرسوز
کہ شعرِ تست فرح بخش و جاں فزا حافظ

سنا تو ایک غزل درد سے بھری کہ بہت
ہیں شعر تیرے سکوں بخش و جاں فزا حافظ

سحر چو بلبلِ بیدل مے شدم در باغ
کہ تا چو بلبلِ بیدل کنم علاجِ دماغ

مثالِ بلبلِ بیدل گیا میں اندر باغ
کہ بوئے گل سے ہو شاید مرا علاجِ دماغ

بچہرۂ گلِ سوری نگاہ مے کردم
کہ بود در شبِ تارے بروشنی چو چراغ

ہو چہرۂ گلِ سوری نگاہ میں میری
مثالِ تیرگیِ غم بروشنی چراغ

چناں بحسن و جوانی خویشتن مغرور
کہ داشت از دلِ بلبل ہزار گونہ فراغ

بنایا حسن و جوانی نے اس قدر مغرور
کہ عندلیب کے دل سے رہا ہے اس کو فراغ

کشادہ نرگسِ رعنا بحسرت آب از چشم
نہادہ لالۂ حمرا بجان و دل صد داغ

ہیں کس قدر گلِ نرگس کی آنکھ میں آنسو
ہیں دیکھ لالۂ حمرا کے دل میں کتنے داغ

زباں کشیدہ چو تیغے بسرزنش سوسن
دہاں کشادہ شقائق چو مردمانِ بلاغ

زباں کی تیغ سے کرتی ہے سرزنش سوسن
دہن کشادہ ہوئی یاسمین اندر باغ

یکے چو بادہ پرستاں صراحی اندر دست
یکے چو ساقیِ مستاں بکف گرفتہ ایاغ

ہو شکلِ بادہ پرستاں صراحی اندر دست
مثالِ ساقیِ مستاں بکف ہو ایک ایاغ

نشاط و عیشِ جوانی چو گل غنیمت داں
کہ حافظا نبود بر رسول غیر بلاغ

نشاط و عیشِ جوانی ہے خوش رہو حافظ
بہار آئی ہے روشن ہوا ہے گل کا چراغ

زبانِ خامہ ندارد سرِ بیانِ فراق
وگرنہ شرح دہم با تو داستانِ فراق

زباں کو ہو اگر طاقتِ بیانِ فراق
سنائیں ہم تمہیں تفسیرِ داستانِ فراق

رفیقِ خیلِ خیالیم و ہمرکابِ شکیب
قرینِ محنت و اندوہ و ہمقرانِ فراق

رفیقِ خیلِ خیال اور شکیب فطرت ہیں
قرینِ محنت و اندوہ و ہمقرانِ فراق

دریغ مدتِ عمرم کہ بر امیدِ وصال
بسر رسید و نیامد بسر زمانِ فراق

کسی طرح سے امیدِ وصال آئے نظر
کسی طرح نہیں ہوتا بسر زمانِ فراق

سرے کہ بر سرِ گردوں بفخر می سودم
ز روئے عجز نہادم بر آستانِ فراق

وہ سر جو گنبدِ گردوں سے تھا مرا اونچا
میں آج رکھتا ہوں اس کو بر آستانِ فراق

چگونہ باز کنم بال در ہوائے وصال
کہ ریخت مرغِ دلم پر در آشیانِ فراق

ہوائے وصل میں کیسے اڑے گا مرغِ دل
جب اس نے کر دیے پر نذرِ آشیانِ فراق

بسے نماند کہ کشتیِ عمر غرقہ شود
ز موجِ شوقِ تو در بحرِ بیکرانِ فراق

ہے ڈر کہ موجِ تمنا سے ڈوب جائے گا
سفینہ عمر کا لے بحرِ بیکرانِ فراق

فلک چو دید سرم را اسیرِ چنبرِ عشق
ببست گردنِ صبرم بہ ریسمانِ فراق

ہو اضطراب تجھے عشق میں نہ کیوں اے دل!
جو باندھے صبر کی گردن بہ ریسمانِ فراق

کنوں چہ چارہ کہ در بحرِ غم بگردابے
فتادہ کشتیِ صبرم ز بادبانِ فراق

بچے یہ کیسے، جو گرداب بحرِ غم میں مرا
سفینہ صبر کا لے آیا بادبانِ فراق

چگونہ دعوئے وصلت کنم بجاں کہ شدست
تنم وکیلِ قضا و دلم ضمانِ فراق

بجان و دل میں کروں کیسے وصل کا دعویٰ
ہے تن وکیلِ قضا جب، ہے دل ضمانِ فراق

فراق و ہجر کہ آورد در جہاں یارب
کہ روئے ہجر سیہ باد و خانمانِ فراق

فراق و ہجر ہیں دنیا میں جو تری یارب
ہو ہجر روسیہ، برباد خانمانِ فراق

ز سوزِ شوقِ دلم شد کباب دُور از یار
مدام خونِ جگر میخورم ز خوانِ فراق

کباب دل کو بناتا ہے سوزِ شوق مرا
رکھے ایاغ میں خونِ جگر ہے خوانِ فراق

بپائے شوق گر ایں رہ بسر شدے حافظ
بدستِ ہجر ندادے کسے عنانِ فراق

بپائے شوق جو کرتا ہے راہ طے حافظ
نہ دستِ ہجر میں ہرگز دے تو عنانِ فراق

مبادکس چو من خستہ مبتلائے فراق
کہ عمرِ من ہمہ بگذشت در بلائے فراق

نہ ہو کبھی کوئی مجھ جیسا مبتلائے فراق
رہی ہے ساتھ مرے عمر بھر بلائے فراق

غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگرداں
کشیدہ محنتِ ایام و درد ہائے فراق

غریب عاشق و بیدل فقیر و سرگرداں
ہیں سب کو محنتِ ایام و درد ہائے فراق

اگر بدستِ من افتد فراق را بکشم
بآب دیدہ دہم باز خونبہائے فراق

لگے جو ہاتھ مرے ہجر قتل اس کو کروں
خوشی کے اشک سے بھر دوں میں خوں بہائے فراق

کجا روم چہ کنم حالِ دل کرا گویم
کہ دادِ من بستاند دہد جزائے فراق

کہاں میں جاؤں کروں کیا میں حال کس سے کہوں
سناؤں کس کو میں جا کر یہ ماجرائے فراق

ز دردِ ہجر و فراقم دمے خلاصی نیست
خدائے را بستاں داد و دہ سزائے فراق

ذرا سی فرقتِ جاناں سے دے مجھے فرصت
الٰہی! مجھ پہ کرم کر نہ دے سزائے فراق

فراق را بفراقِ تو مبتلا سازم
چناں کہ خوں بچکانم ز دیدہ ہائے فراق

فراقِ یار میں ہو مبتلا فراق اگر
بہائیں خون کے دریا یہ دیدہ ہائے فراق

من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا
مگر کہ زاد مرا مادر از برائے فراق

میں اور میرے غمِ عشق و سوزشِ ہجراں
کیا ہے پیدا مجھے کیا خدا برائے فراق

بداغِ عشقِ تو حافظ چو بلبلِ سحری
زند بروز و شباں خوں فشاں نوائے فراق

خزاں میں روتا ہے بلبل کہ عشق میں حافظ
جو آج آئی ہے پھر خوں فشاں نوائے فراق

مقامِ امن و مئے بے‌غش و رفیقِ شفیق
گرت مدام میسر شود زہے توفیق

مقامِ امن و مئے خالص و رفیقِ شفیق
رہیں مدام میسر اگر، زہے توفیق

جہان و کارِ جہاں جملہ ہیچ در ہیچ ست
ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق

جہان و کارِ جہاں جملہ ہیچ ہیں سارے
ہزار بار کی نکتہ میں نے یہ تحقیق

دریغ و درد کہ تا ایں زماں ندانستم
کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق

یہ راز کھل نہ سکا مجھ پہ ہائے کیوں یارب
کہ کیمیائے سعادت تھے وہ رفیق رفیق

بمامنے رو و فرصت شمر غنیمتِ وقت
کہ در کمینگہِ عمر ند قاطعانِ طریق

جو وقتِ فرصت و مہلت ملے غنیمت ہے
کہ راہِ عمر میں حائل ہیں مشکلاتِ دقیق

کجاست اہلِ دلے تا کند دلالتِ خیر
کہ ما بدوست نبردیم رہ بہیچ طریق

ہیں اہلِ دل وہ کہاں جن کی رہنمائی سے
وصالِ یار کا مل جائے مجھ کو ایک طریق

فدائے غمزۂ ساقی ہزار جاں آدم
کہ تر کند لبِ لعل از شرابِ ہمچو عقیق

فدائے غمزۂ ساقی میں کیوں نہ ہوں یارب
کرے ہے تر یہ مئے لعلِ فام لب کے عقیق

حلاوتے کہ ترا در چہِ زنخدان ست
بکنہِ او نرسد صد ہزار فکرِ عمیق

وہ چاشنی جو ہے تیرے چہِ زنخداں میں
نہ پائیں اس کی حقیقت ہزار فکرِ عمیق

بیا کہ تو بہ ز لعلِ نگار و خندۂ جام
تصوریست کہ عقلش نمی کند تصدیق

تبسمِ لبِ شیریں و خندۂ ساغر
ہے بات ایسی نہ جس کی ہو عقل سے تصدیق

اگرچہ موے میانت بچوں منے نرسد
خوش ست خاطرم از فکرِ ایں خیالِ دقیق

اگرچہ ریشمیں کاکل نہ دسترس میں مرے
رکھے ہے خوش مری خاطر خیالِ زلفِ دقیق

ازاں برنگِ عقیق ست اشکِ من ہمہ وقت
کہ مُہرِ خاتمِ چشمِ من ست ہمچو عقیق

ملا ہے رنگِ عقیقی جو آنسوؤں کو مرے
ہے مُہرِ خاتمِ چشم پہ آب مثلِ عقیق

بخندہ گفت کہ حافظ غلامِ طبعِ توام
ببیں کہ تا بچہ حدّم ہمی کند تحمیق

جو ہنس کے کہتا ہے حافظ غلام ہوں تیرا
وہ دیکھو کیسے کرے شوخ ہے مری تحمیق

ہزار دشمنم ار میکنند قصدِ ہلاک
گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک

کریں رقیب ہزاروں اگرچہ قصدِ ہلاک
ہو یار جب تو مجھے کیوں ہو دشمنوں سے باک

مرا امید وصالِ تو زندہ میدارد
وگرنہ ہر دمم از ہجرِ تست بیم ہلاک

ترے وصال کی امید پر رہا زندہ
وگرنہ ہجر کرے تھا ہزار بار ہلاک

نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت
زماں زماں کنم از غم چو گل گریباں چاک

نفس نفس نہ اگر بوئے یار لائے صبا
زماں زماں کروں گل کی طرح گریباں چاک

رود بخواب دو چشم از خیالِ تو ہیہات
بود صبور دل اندر فراقِ تو حاشاک

ترے خیال میں ہو نیند آنکھ میں ہے ہے
ترے فراق میں اس دل کو صبر ہو خاشاک

اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم
وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک

جو زخم تو نے دیا کیوں لوں غیر سے مرہم
جو زہر تو نے دیا لوں نہ غیر سے تریاک

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند
بقدرِ بینشِ خود ہر کسے کند ادراک

ہر ایک کو نہیں قدر و شناس گوہر کی
ترے جمال کا کیسے کریں عدو ادراک

عناں مپیچ اگر می زنی بشمشیرم
سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

یہ جان بوجھ کے آ آ ہے دام میں تیرے
پسند دل کو ہے کچھ اس قدر ترا فتراک

بچشم خلق عزیز آنچنان شوی حافظ
کہ بر درش نہی روئے مسکنت برخاک

ہے سرفراز زمانے میں اک وہی حافظ
جبیں پہ جس کے لگے اسکے آستاں کی خاک

اگر بکوئے تو باشد مرا مجالِ وصول
رسد ز دولتِ وصلِ تو کارِ من بحصول

مجھے ہو کوچے میں تیرے اگر مجالِ وصول
ہو میرے دل کو بہت دولتِ وصال حصول

قرار بردہ ز من آں دو سنبلِ مشکیں
خراب کردہ مرا آں دو نرگسِ مکحول

قرار لے گئی وہ زلفِ سنبلِ مشکیں
تباہ کر گئی وہ چشمِ نرگسیں مکحول

دل از جواہرِ مہرِ تو صیقلے دارد
بود ز زنگِ حوادث ہر آئینہ مصقول

ترے جواہرِ الفت سے دل میں ہے صیقل
ہے اور یہ زنگِ حوادث سے آئینہ مصقول

من شکستۂ بدحال زندگی یابم
دراں زماں کہ بہ تیغِ غمت شوم مقتول

دلِ شکستۂ بدحال زندگی پائے
اگر بہ تیغِ غمِ عشقِ یار ہو مقتول

چہ جرم کردہ ام اے جان و دل بحضرتِ تو
کہ طاعتِ منِ بیدل نمی شود مقبول

یہ کیا ستم ہے مری جان! تیری محفل میں
کہ طاعتِ دلِ بیدل وہاں نہیں مقبول

چو بر درِ تو منِ بینوائے بے زر و زور
بہیچ باب ندارم رہِ خروج و دخول

میں بے نوا بے زر و زور جب گیا در پر
مجھے ملی نہ کوئی واں رہِ خروج و دخول

کجا روم چہ کنم حالِ دل کرا گویم
کہ گشتہ ام ز غم و جورِ روزگار ملول

کہاں میں جاؤں کروں کیا میں حال کس سے کہوں
کسے بتاؤں کہ کیسے کیا ہے کس نے ملول

خراب تر ز دلِ من غمِ تو جائے نیافت
کہ ساخت در دلِ تنگم قرارگاہِ نزول

بسا ہے کیوں تو دلِ تنگ میں غمِ جاناں
ملی نہ اور کوئی کیا قرارگاہِ نزول

بدردِ عشق بساز و خموش شو حافظ
رموزِ عشق مکن فاش پیشِ اہلِ عقول

ہزار غم ہیں مگر تو خموش رہ حافظ
رموزِ عشق نہ کر فاش پیشِ اہلِ عقول

اے رُخت چوں خُلد و لعلت سلسبیل
سلسبیلت کرد جان و دل سبیل

رُخ ترا جنت ہے لب ہیں سلسبیل
خون کی سینے میں ہے میرے سبیل

سبز پوشانِ خطت بر گردِ لب
ہمچو حورانند گردِ سلسبیل

رونگٹے ایسے ہیں گردِ لب ترے
جس طرح حوریں ہوں گردِ سلسبیل

ناوکِ چشمِ تو در ہر گوشۂ
ہمچو من افتادہ دارد صد قتیل

مت چلا یوں ہر طرف تیرِ نظر
دیکھ ہر گوشے میں کتنے ہیں قتیل

یارب ایں آتش کہ در جانِ منست
سرد کن زاں ساں کہ کردی بر خلیل

آتشِ نمرود ہے دل میں مرے
سرد کر اُس کو خداوندِ خلیل

من کمی یابم مجال اے دوستاں
گرچہ او دارد جمالے بس جمیل

دوستو! میں اُس کو چھو سکتا نہیں
وہ حسیں اِتنا ہے ایسا ہے جمیل

حسنِ ایں نظم از بیاں مستغنی است
بر فروغِ خور کسے جوید دلیل

میرا حسنِ نظم مثلِ آفتاب
چاہیے اِس کو نہیں کوئی دلیل

معجز است ایں شعر یا سحرِ حلال
ہاتف آورد ایں سخن یا جبرئیل

شعر میں میرے ہے ایسا معجزہ
جیسے لایا ہو اُسے خود جبرئیل

کس نداند گفت شعرے زیں نمط　　لفظ جڑتا ہوں میں یوں اشعار میں
کس نیارد سُفت دُرّے زیں قبیل　　جیسے گوہر در گلو بندِ شکیل

پائے مالنگ ست و منزل بس دراز　　دُور منزل اور میرا پاؤں لنگ
دستِ ما کوتاہ و خرما بر نخیل　　دست کوتہ اور خرما بر نخیل

آفریں بر کلکِ نقاشے کہ داد　　واہ اے نقاش تو نے دے دیا
بکرِ معنے را چنیں حسنِ جمیل　　صورتِ معنی کو کیا حسنِ جمیل

حافظا گر معنے داری بیار　　قوتِ معنی ہے تجھ میں گر، دکھا
ورنہ دعویٰ نیست غیر از قال و قیل　　دعویٰ تیرا ورنہ حافظ قال و قیل

بہ عہدِ گل شدم از توبۂ شراب خجل
کہ کس مباد ز کردارِ ناصواب خجل

کیا ہے تو نے یوں اے توبۂ شراب خجل
کہ ہے نہ مجھ سا کوئی رندِ ناصواب خجل

صلاحِ من ہمہ جامِ مے ست و من زیں بحث
نیم ز شاہد و ساقی بہیچ باب خجل

صلاح میری نہ گر ہوتی ساغر و مے
میں ہوتا شاہد و ساقی سے بے حساب خجل

ز خوں کہ رفت مرا دوش در سراچۂ چشم
شدیم در نظرِ رہروانِ خواب خجل

بہایا دیدۂ بیدار سے جو شب بھر خوں
ہوا میں در نظرِ رہروانِ خواب خجل

تو خوبروئے تری ز آفتاب شکرِ خدا
کہ نیستم ز تو در روئے آفتاب خجل

نکلتا شام میں ہے ماہتاب رُخ جو ترا
ہزار دیکھ کے ہوتا ہے آفتاب خجل

بود کہ یار نپرسد گنہ ز خلقِ کریم
کہ از سوال ملولیم و از جواب خجل

نہ پوچھ حشر میں یارب مرے گناہوں کو
سوال دیوے ہے رنجیدگی جواب خجل

بزیرِ لب زچہ رُو جام زہر خندہ و زند
اگر نہ از لبِ لعلِ تو شد شراب خجل

لگایا منہ سے ہے جب اُس نے جامِ زریں کو
ہوئی ہے دیکھ لبِ لعل کو شراب خجل

از آں خجستہ رُخِ خویش در نقابِ صدف
کہ شد ز نظمِ خوشش لؤلؤے خوشاب خجل

نکلتا وہ نہیں باہر صدف کے پردے سے
ہے تجھ کو دیکھ کے یوں گوہرِ خوشاب خجل

حجابِ ظلمت از آں بست آبِ خضر کہ گشت
ز نظمِ حافظ و از طبعِ ہمچو آب خجل

فلک میں گونجی ہے خوش بانگِ نظمِ حافظ یوں
ہوا ہے زہرۂ شب تاب و لاجواب خجل

بسحرِ چشمِ تو اے لعبتِ خجستہ خصال
برمزِ خطِ تو اے آیتِ ہمایوں فال

بہ سحرِ چشمِ تو اے شاہدِ خجستہ خصال
بہ رمزِ غمزۂ تو دلبرِ ہمایوں فال

بجوشِ لعلِ تو اے آبِ زندگانیِ من
برنگ و بوئے تو اے نو بہارِ حسن و جمال

بہ جوشِ لعلِ لب اے آبِ زندگانیِ من
بہ رنگ و بوئے تو اے نو بہارِ حسن و جمال

بآں صحیفۂ عارض کہ گشت گلشنِ چشم
بآں حدیقۂ بینش کہ رشتہ مثالِ خیال

بہ آبِ عارضِ گلرنگ ہے جو گلشنِ چشم
بہ قولِ شیریں دہن جو بنا مثالِ خیال

بآں عقیق کہ ہاراست مہرِ خاتمِ چشم
بآں گہر کہ شمارست در بلیغ مقال

بہ رنگِ لعل جو ہم کو ہے مہرِ خاتمِ چشم
دُرِ آب ہے یہ تمہارا ہے جو بلیغ مقال

بجلوہائے تو و شیوہائے رفتنِ چشم
بعشوہائے تو و غمزہائے چشمِ غزال

بہ جلوہائے تو و شیوہائے گردشِ چشم
بہ عشوہائے تو و غمزہائے چشمِ غزال

بطیبِ خُلقِ تو و نفحۂ شمامۂ گل
ببوئے زلفِ تو و نکہتِ نسیمِ شمال

بہ خیرِ خُلقِ تو و خوشبو و شمامۂ گل
بہ بوئے زلفِ تو و نکہتِ نسیمِ شُمال

بگردِ راہِ تو یعنی بسایۂ امید
بخاکِ پائے تو یعنی برشکِ آبِ زلال

بہ گردِ راہِ تو یعنی بہ سایۂ امید
بہ خاکِ پائے تو یعنی بہ رشکِ آبِ زُلال

بسروِ باغ نہایت بآفتاب بلند
بآستانِ رفیعت بآسمانِ جلال

بہ سروِ قامتِ تو و بہ آفتاب بلند
بہ شانِ رفعتِ تو و بہ آسمانِ جلال

کہ بے رضائے تو حافظ گر التفات کند
بعمرِ باز نماند چہ جائے مال و منال

کہ بے رضا تری حافظ کی جاں کو چین نہیں
نہیں ہیں تیرے سوا اُسکے کوئی مال و منال

دارائے جہاں نصرتِ دیں خسروِ کامل
یحییٰ بن مظفر ملکِ عالم و عادل

دارائے جہاں نصرتِ دیں خسروِ کامل
ہے ابنِ مظفر ملکِ عالم و عادل

اے آنکہ در اسلام پناہِ تو گشودہ
بر روئے جہاں روزنۂ جانِ تن و دل

اسلام کا اے شاہ ترے دم سے کھلا ہے
بر روئے جہاں روزنۂ جان و تن و دل

تعظیمِ تو بر جان و خرد واجب و لازم
انعامِ تو بر کون و مکاں فائض و شامل

تعظیم تری جان و خرد پر ہوئی لازم
انعام ترا کون و مکاں میں ہوا شامل

روزِ ازل از کلکِ تو یک قطرہ سیاہی
بر روئے مہ افتاد کہ شد حلِ مسائل

خامے سے ازل میں ترے اک قطرہ سیاہی
گر کے رخِ مہ پر ہے بنا حلِ مسائل

خورشید چو آں خالِ سیہ دید بدل گفت
اے کاش کہ من بودمے آں بندۂ مقبل

دیکھے رخِ روشن پہ سیہ خال جو تیرا
خورشید بھی کہتا ہے کہ میں بندہ و سائل

شاہا فلک از بزمِ تو در رقص و سماع است
دستِ طرب از دامنِ ایں سلسلہ مگسل

جب دیکھ کے محفل کو فلک ہوتا ہے رقصاں
اے دستِ طرب چھوڑ نہ دامانِ فضائل

مے نوش و جہاں بخش کہ از زلفِ کمندت
شد گردنِ بدخواہ گرفتارِ سلاسل

پی بادۂ جاں بخش، کمیں گاہ میں اپنی
کر گردنِ بدخواہ گرفتارِ سلاسل

چوں دورِ فلک یکسرہ بر منہجِ عدل است
خوش باش کہ ظالم نبرد راہ بمنزل

لذت نہ رہی ظلم میں بیدادگروں کو
خوش باش کہ ہے دورِ فلک عدل پہ مائل

حافظ قلمِ شاہِ جہاں مقسمِ رزق است
از بہرِ معیشت مکن اندیشۂ باطل

حافظ جو کرے رزق کی تقسیم شہنشاہ
تو بہرِ معیشت نہ کر اندیشۂ باطل

رہرواں را عشق بس باشد دلیل
آبِ چشم اندر رہش کردم سبیل

آنسوؤں کی جب لگائی ہے سبیل
رہرواں نے عشق کی دی ہے دلیل

موجِ اشکِ ما کے آرد در حساب
آنکہ کشتی راند بر خونِ قتیل

اشکِ عاشق مژہ کو کافی نہیں
مانگتی قاتل ہے وہ خونِ قتیل

بے مے و مطرب بفردوسم مخواں
رَاحَتِیْ فِی الرَّاحِ لَا فِی السَّلْسَبِیْل

بے مے و مطرب نہ جا فردوس میں
چاہیے واں جتنا ہو آبِ سلسبیل

آتشِ روئے بتاں بر خود مزن
ورنہ از آتش گذر کن چوں خلیل

آتشِ روئے بتاں سے کر حذر
ورنہ آتش سے گزر مثلِ خلیل

یا مکن با پیلباناں دوستی
یا بنا کن خانۂ درخورد پیل

پیل بانوں سے اگر ہے دوستی
گھر بھی ہونا چاہیے درخوردِ پیل

یا بنہ بر خود کہ مقصد گم کنی
یا منہ پائے دریں رہ بے دلیل

طے نہیں ہوتی ہے رہبر کے بدوں
عشق کی پُر پیچ و خم راہِ طویل

شاہِ عالم را بقا و عز و مال
باد و ہر چیزے کہ خواہد زیں قبیل

شاہِ عالم کو بقا و عز و مال
شوکتِ دارا و جم شانِ جلیل

عقل در حسنش نمی یابد بدل
طبع در لطفش نمی یابد بدیل

حسنِ صورت یار کا ہے بے بدل
خوبیِ سیرت بھی اُس کی بے بدیل

حافظ از سر پنجۂ عشقِ نگار
ہمچو مور افتادہ زیرِ پائے پیل

پنجۂ الفت میں حافظ یوں ہے بچھے
چیونٹی جیسے ہو زیرِ پائے پیل

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمانِ گل
تا بشکنیم توبہ دگر در میانِ گل

لا ساقیا شراب کہ آیا زمانِ گل
توبہ کو توڑیں بیٹھ کے ہم درمیانِ گل

کوری خار غنچہ زناں تا چمن رویم
چوں بلبلاں نزول کنیم آشیانِ گل

دامن بچا کے خار سے جائیں چمن میں ہم
بلبل سنائے نغمے لیے آشیانِ گل

در صحنِ بوستاں قدحِ بادہ نوش کن
کآیاتِ خوشدلی برسید از زبانِ گل

صحنِ چمن میں مستیِ میخوار دیکھ کر
آیاتِ خوش دلی کی سنائے زبانِ گل

گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق
بادہ شراب خواہ و سرا بوستانِ گل

آ یار گلشن آرا! کہ تیرے بدوں نہیں
آراستہ بہار میں یہ بوستانِ گل

حافظ وصالِ گل طلبی ہمچو بلبلاں
جان کن فدائے خاکِ رہِ باغبانِ گل

حافظ تو مثلِ بلبل اگر گل پہ ہے فدا
جاں کر فدائے خاکِ رہِ باغبانِ گل

...عمت مروح وداد و قت بروق وصال	اُڑے کے آئی بوئے عاشقی و برقِ وصال
...یا کہ بوئے تو آمیسم اے نسیم شمال	کروں نثار میں جاں تجھ پہ اے نسیمِ شمال
...احادیا بالجمالِ الحبیب قف وانزل	اے ساربانِ محبت ٹھہر کہ ساتھ ترے
...نیست صبرِ جمیلم در اشتیاقِ جمال	گیا ہے لُوٹ کے صبرِ جمیل شوقِ جمال
...شکایتِ شبِ ہجراں فرو گذار اے دل	شکایتِ شبِ ہجراں نہ کر کہ آئے گا
...بشکر آنکہ برافگند پردہ روزِ وصال	پھر آفتابِ رُخِ یار لے کے روزِ وصال
...چو یار بر سرِ صلح ست و عذر میخواہد	ہوا ہے صلح پہ تیار جب سے یار میرا
...توان گذشت ز جورِ رقیب در ہمہ حال	گوارا مجھ کو ستم ہے رقیب کا ہر حال
...بیا کہ پردۂ گل زیرِ ہفت خانۂ چشم	تو آ کہ راہ میں تیری بکھیرتا ہوں میں
...کشیدہ ایم بہ تحریرِ کارگاہِ خیال	بنا کے پھول بہ تحریرِ کارگاہِ خیال
...بجز خیالِ دہانِ تو نیست در دلِ تنگ	بجز خیالِ لبِ یار کچھ نہیں دل میں
...کہ کس مباد چو من در پئے خیالِ محال	ہوا ہوں اس طرح میں درپئے خیالِ محال
...را لیست پریشاں بدستِ غم پامال	ہوا ہے رنج سے پامال دل مرا اے
...تاں کہ ہیچ کس نیست واقفِ احوال	کہ کوئی ہونا نہیں چاہتا ہے واقفِ حال

اسیر و بیدل و بیجاں شدم ازآں سرِ زلف | اسیر و بیدل و بیجاں ہے بندِ زلف میں دل
بماندہ والہ و شیدا چو مرغِ بے پر و بال | ہوا ہے والہ و شیدا پرندِ بے پر و بال

ملالِ مصلحتے می نمایم از جاناں | مجھے ہے مصلحتاً عشق میں غمِ جاناں
کہ کس بعہد نماند ز جانِ خود بملال | و گرنہ شوق سے کرتا ہے کون رنج و ملال

قتیلِ عشقِ تو شد حافظِ غریب ولے | قتیلِ عشق ہو تو اے غریب دل حافظؔ
بخاکِ ما گذرے کن کہ خونِ مات حلال | کہ تیغ کے لیے اس کی ہے تیرا خون حلال

ہر کس کہ ندارد بجہاں مہرِ تو در دل
حقا کہ بود طاعت او ضائع و باطل

دنیا میں نہ ہو عشق و محبت کا جو قائل
پرہیز ہے بیکار تو زہد اُس کا ہے باطل

برداشتن از عشقِ تو دل فکرِ محالست
از جانِ خود آساں بود از عشقِ تو مشکل

ممکن نہیں الفت کو تری دل سے مٹانا
مٹ جانا ہے آسان مٹا دینا ہے مشکل

از عشقِ تو ناصح چہ مرا منع نماید
اے دوست مگر ہم تو کنی حلِ مسائل

کرتا ہے مجھے منع یہ ناصح کو پتہ کیا
بے دوست نہیں کوئی مرا حلِ مسائل

گشتیم جہاں را کہ بہ بینیم و ندیدیم
ہمچوں تو کسے زیبا در شکل و شمائل

میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں انہیں دنیا جہاں میں
ملتے نہیں کہیں بھی نہ ترے شکل و شمائل

اے زاہد خود بیں بدرِ میکدہ مگذر
آں دلبرِ من بیں کہ بود میرِ قبائل

میخانے میں جا دیکھ تو اے زاہد خود بیں!
کس شان سے دلبر ہے مرا میرِ قبائل

از وصلِ تو شستند رقیباں ز طمع دست
چوں گشت مرا کامِ دل از لعلِ تو حاصل

جلتے ہیں بہت دیکھ کے مجھ کو مرے دشمن
جس دن سے مجھے لعل لبِ یار ہے حاصل

حافظ تو برو بندگیِ پیرِ مغاں کن
بردار ازیں او دست زن و از ہمہ بگسل

حافظ درِ میخانہ پہ جا چھوڑ کے دنیا
بن پیرِ خرابات کا تو بندہ و سائل

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم
ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

تجھ میں کیا حشر بپا دورِ قمر ہوتا ہے
کامراں دنیا میں کیوں فتنہ و شر ہوتا ہے

ہر کسے روز بہی می طلبد از ایام
مشکل اینست کہ ہر روز بتر می بینم

ہے یہ امید کہ کل آج سے بہتر ہوگی
حال ہر روز مگر بد سے بتر ہوتا ہے

ابلہاں را ہمہ شربت ز گلاب و قند است
قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم

عرقِ شیریں ہے ناداں کے لیے روحِ گلاب
اور عاقل کے لیے خونِ جگر ہوتا ہے

اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں
طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خر می بینم

اسپ تازی کو لگا زخم ہے زیرِ پالاں
طوقِ زریں مگر زیورِ خر ہوتا ہے

دختراں را ہمہ جنگ است و جدل با ماد
پسراں را ہمہ بدخواہِ پدر می بینم

بیٹیاں ہیں کہ کریں جنگ و جدل مادر سے
اور بیٹا ہے کہ بدخواہِ پدر ہوتا ہے

ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد
ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر می بینم

بھائی بھائی کو نہیں پوچھتا دنیا میں کوئی
چاہنے والا پسر کا نہ پدر ہوتا ہے

پندِ حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن
زانکہ ایں پند بہ از دُرّ و گہر می بینم

پندِ حافظ کو تو اے خواجہ ذرا غور سے سُن
اُس کی ہر بات میں پوشیدہ گہر ہوتا ہے

برخیز تا طریقِ تکلف رہا کنیم　　　　آؤ کہ ترکِ رسمِ فریب و ریا کریں
دکانِ معرفت بدو جَو پُر بہا کنیم　　　　دکانِ معرفت کو یونہی پُر بہا کریں

بر دیگراں نگارِ قبا پوشش بگذرد　　　　غیروں کو قربِ یارِ قبا پوش و عیشِ دل
ما نیز جامہ ہائے صبوری قبا کنیم　　　　ہم ہیں کہ جامہ ہائے صبوری قبا کریں

ہفتاد ذلت از نظرِ خلق در حجاب　　　　بہتر ہیں رند، چاہے وہ کیسے حقیر ہوں
بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنیم　　　　ان زاہدوں سے چھپ کے جو مکر و ریا کریں

آنکو بغیرِ سابقہ چندیں نواخت کرد　　　　رحمت کی کچھ خزینۂ حق میں کمی نہیں
ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم　　　　بندوں کو بخشتا ہے وہ، جتنی خطا کریں

گر یک شبے بدستِ من افتد نگارِ من　　　　لگ جائے یار ہاتھ ہمارے جو ایک رات
مشکل بود کہ دامنش از کف رہا کنیم　　　　دامن کبھی نہ ہاتھ سے اس کا رہا کریں

گفتم گذشت کام دلم حاصل از لبت　　　　پوچھا کہ بوسہ تیرے لبوں کا ملے گا کب
گفتا تو صبر کن کہ مرادت روا کنیم　　　　بولا یہ نعمتیں نہ ہر اک کو عطا کریں

حافظ وفا نمی کند ایامِ سست عہد　　　　حافظ زمانہ گرچہ ہے بے مہر و بے وفا
ایں پنج روزہ عمر بیا تا وفا کنیم　　　　لازم مگر ہے آپ پہ مہر و وفا کریں

بعزمِ توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
بہارِ توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم

بعزمِ توبہ تھا سوچا کہ استخارہ ہو
بہارِ توبہ شکن آ گئی کیے چارہ ہو

سخن درست بگویم نمی توانم دید
کہ مے خورند حریفاں و من نظارہ کنم

رقیب مے پئیں بیٹھا میں دور سے دیکھوں
خدا کرے نہ کبھی ایسا اک نظارہ ہو

بدورِ لالہ دماغ مرا علاج کنید
گر از میانۂ اہلِ طرب کنارہ کنم

علاج مغز کرو میرا موسمِ گل میں
جو مجھ کو اہلِ طرب سے کبھی کنارہ ہو

اگر شبے بہ زبانم حدیثِ توبہ رود
ز بے طہارتی آں را بمے غرارہ کنم

جو لفظِ توبہ سے میری زبان ہو گندی
تو کلیاں ہوں مئے ناب سے غرارہ ہو

بہ تختِ گل بنشانم بتے چو سلطانے
ز سنبل و سمنش سازِ طوق و یارہ کنم

ہو شاہ کی طرح بیٹھا وہ تختِ گل پہ بُت
ہوں پھول بالیں، ماتھے پہ اک ستارہ ہو

مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
ہماں بہ است کہ میخانہ را اجارہ کنم

نہیں ہے جب مری پرہیزگاری سے رہ و رسم
شراب خانے کا مجھ کو نہ کیوں اجارہ ہو

ز روے دوست مرا چوں گلِ مراد شگفت
حوالۂ سرِ دشمن بہ سنگِ خارہ کنم

نسیمِ یار کھلا دے گلِ مراد مرا
حوالۂ سرِ دشمن بہ سنگِ خارہ ہو

گدائے میکده ام لیک وقت مستی بیں
که ناز بر فلک و حکم بر ستاره کنم

فقیر میکده ایسا که جس کو مستی میں
ہو ناز بر فلک اور حکم بر ستاره ہو

اگر ز لعل لب یار بوسۂ یابم
جواں شوم ز سر و زندگی دوباره کنم

جو مجھ کو لعل لب یار کا ملے بوسہ
جوانی از سر نو زندگی دوبارہ ہو

چو غنچه با لب خنداں بیاد مجلس شاه
پیاله گیرم و از شوق جامه پاره کنم

مثال غنچہ ہوں خنداں بیاد مجلس شاہ
پیالہ ہاتھ میں ہو جامہ پارہ پارہ ہو

نه قاضیم نه مدرس نه محتسب نه فقیه
مرا چه سود که منع شراب خواره کنم

نہ شیخ ہوں نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ
سو منع کس لیے شغل شراب خوارہ ہو

ز باده خوردن پنہاں ملول شد حافظ
به بانگ بربط و نے رازش آشکاره کنم

مزہ کوئی نہیں حافظ ہے چھپ کے پینے میں
بہ بانگ بربط و نے راز آشکارہ ہو

بے تو اے سروِ رواں با گل و گلشن چہ کنم
زلفِ سنبل چہ کشم عارضِ سوسن چہ کنم

بے ترے اے سروِ رواں باغ و گلشن کیا ہو
زلفِ سنبل کا ہو کیا، عارضِ سوسن کیا ہو

آہ کز طعنۂ بدخواہ ندیدم رویت
نیست چوں آئینہ ام روئے ز آہن چہ کنم

گر گرے طعنۂ بدخواہ مکدر صورت
آب شیشے کی ہو کیا، صیقلِ آہن کیا ہو

بروا زاہد و بر دُرد کشاں خردہ مگیر
کارفرمائے قدر میکند ایں من چہ کنم

نہ لگا عیب تو ان دُردی کشوں پر زاہد
حکمِ تقدیر ہو جب، نیتِ آہن کیا ہو

برقِ غیرت چو چنیں می جہد از مکمنِ غیب
تو بفرما کہ من سوختہ خرمن چہ کنم

نہ گرے اس پہ اگر برقِ تجلی تیری
تو بتا حالِ دلِ سوختہ خرمن کیا ہو

مدے گر بچراغے نکند آتشِ طور
چارۂ تیرہ شبِ وادیِ ایمن چہ کنم

نہ جلیں شاخ و شجر طور کے گر آتش سے
چارۂ تیرہ شبِ وادیِ ایمن کیا ہو

شاہِ ترکاں چو پسندید و بچاہم انداخت
دستگیر ار نشود دستِ تہمتن چہ کنم

شاہ نے چاہ میں بیژن کو ہے ڈالا لیکن
ہو مددگار نہ گر دستِ تہمتن کیا ہو

خونِ من ریختی از ناوکِ دلدوزِ فراق
خود بگو با تو من اے دیدۂ روشن چہ کنم

خونِ دل کرتا ہے جب ناوکِ دلدوز ترا
چارہ پھر اس کا بتا دیدۂ روشن کیا ہو

حافظا خلدِ بریں خانۂ موروثِ من است
اندریں منزلِ ویرانہ نشیمن چہ کنم

حافظا خلدِ بریں خانۂ موروث ہو جب
آگے اس کے یہ ترا فانی نشیمن کیا ہو

بروائے طبیبم از سر کہ خبر ز سر ندارم
بخدا رہا کنم جاں کہ زجاں خبر ندارم

اے طبیب درد دل ہے مجھے درد سر نہیں ہے
جو مرض ہے مجھ کو اس کی تجھے کچھ خبر نہیں ہے

بعیادتم قدم نہ کہ زبیخودی شوم بہ
مے ناب نوش وہم دہ کہ غم دگر ندارم

کرے گر میری عیادت تو لے آ شراب تھوڑی
میرے غم کی یہ دوا ہے مجھے غم دگر نہیں ہے

غم ار خوری ازیں بیش کنم ز غم خوری بیں
نظرے بجز تو با کس بجہے دگر ندارم

تو ہی غمگسار میرا، تو ہی چارہ ساز میرا
کہ علاج میرے دل کا بہ کسی دگر نہیں ہے

ز درت کشند زیور ز درت کشند در بر
منِ بے نوائے مضطر چہ کنم کہ زر ندارم

ملے زر سے تیری قربت بنے زر سے تیرا زیور
میں ہوں بے نوائے مضطر میرے پاس زر نہیں ہے

دگرم مگو کہ خواہم کہ ز در گسست پایم
تو برین درم بیا کن کہ دل از تو بر ندارم

نہ اٹھا مجھے خدارا کہ برائے سجدہ سر کو
بجز آستاں کے تیرے کوئی اور در نہیں ہے

من اگرچہ پر ستم ز حبیبے بہ ستم
مبر دل ز دستم کہ دلِ دگر ندارم

تو مرے دلِ حزیں کو گیا لوٹ کے ہے پھر کیوں
میرے پاس جانتا ہے کہ دلِ دگر نہیں ہے

دلِ حافظ ار بجوئی غم دل بہ تنہ خوئی
چہ بگویمت بگوئی سرِ درد سر ندارم

نہ ہے درد مند کوئی، نہ ہے غمگسار کوئی
ترے درد دل کا حافظ کوئی چارہ گر نہیں ہے

چرا نہ در پئے عزمِ دیارِ خود باشم
چرا نہ خاکِ کفِ پائے یارِ خود باشم

میں کاش در پئے عزمِ دیارِ خود ہوتا
میں کاش خاکِ کفِ پائے یارِ خود ہوتا

غمِ غریبی و غربت چو بر نمی تابم
بشہرِ خود روم و شہریارِ خود باشم

مجھے غریبی و غربت کی اپنی تاب نہیں
اے کاش شہر میں میں شہریارِ خود ہوتا

ز محرمانِ سراپردۂ وصال شوم
ز بندگانِ خداوندگارِ خود باشم

ہوا ہوں محرمِ قصرِ وصال تو کیا ہے
اے کاش بندۂ پروردگارِ خود ہوتا

چو کارِ عمر نہ پیداست بارے آں اولیٰ
کہ روزِ واقعہ پیشِ نگارِ خود باشم

نہ عاقبت کا پتہ جب ہے کتنا اچھا تھا
کہ وقتِ مرگ میں پیشِ نگارِ خود ہوتا

ز دستِ بختِ گراں خواب و کارِ بے ساماں
اگر کنم گلہ، رازدارِ خود باشم

بہ دستِ بختِ گراں خواب و کارِ بے ساماں
گلہ میں کرتا اگر رازدارِ خود ہوتا

ہمیشہ پیشۂ من عاشقی و رندی بود
دگر بکوشم و مشغولِ کارِ خود باشم

نہ ہوتا پیشہ اگر عاشقی و رندی کا
میں جد و جہد سے مشغولِ کارِ خود ہوتا

بود کہ لطفِ ازل رہنموں شود حافظ
وگرنہ تا بہ ابد شرمسارِ خود باشم

نہ ملتے گر مجھے حافظ خدا کے لطف و کرم
میں روزِ حشر بہت شرمسارِ خود ہوتا

حاشا کہ من بموسمِ گل ترک مے کنم
من لافِ عقل مے زنم ایں کار کے کنم

میں کس طرح بموسمِ گل ترکِ مے کروں
بلبل کی بانگِ مست سنوں پر نہ مے کروں

مطرب کجاست تا ہمہ محصولِ زہد و علم
در کارِ بانگِ بربط و آوازِ نے کنم

مطرب بلاؤ تا کہ میں محصولِ زہد کو
قربانِ بانگِ بربط و آوازِ نے کروں

از قال و قیلِ مدرسہ حالے دلم گرفت
یک چند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم

مکتب کی قال و قیل سے تنگ آ گیا ہوں میں
اب چاہتا ہوں خدمتِ معشوق و مے کروں

کو پیکِ صبح تا گلہ ہائے شبِ فراق
باآں خجستہ طالعِ فرخندہ پے کنم

آئے جو پیکِ صبح تو میں شکوہ ہجر کا
باآں خجستہ طالع و فرخندہ پے کروں

کے بود در زمانہ وفا جامِ مے بیار
تا من حکایتِ جم و کاؤس و کے کنم

ہے بے وفا زمانہ پلا ساقیا کہ میں
تجھ سے بیاں حکایتِ کاؤس و کے کروں

از نامۂ سیاہ نترسم کہ روزِ حشر
با فیضِ لطفِ او صد ازیں نامہ طے کنم

گو نامۂ عمل ہے سیہ پل صراط سب
برکت سے فیضِ حق کی میں بے باک طے کروں

خاکِ مرا چو در ازل از مے سرشتہ اند
تا مدعی مگو کہ چرا ترکِ مے کنم

ڈالا ہے بادہ روزِ ازل جب سرشت میں
اے مدعی اسے کیسے بھلا ترکِ مے کروں

ایں جانِ عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست
روزے رخش بہ بینم و تسلیم وے کنم

جلوہ اگر دکھائے وہ حافظ تو زندگی
قربان جس قدر بھی مرے پاس ہے کروں

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم و ز پے جاناں بروم

ایک دن چھوڑ کے یہ خانۂ ویراں جاؤں
پاؤں میں راحتِ جاں، در پئے جاناں جاؤں

گرچہ دانم کہ بجائے نبرد راہِ غریب
من ببوئے خوشِ آں زلفِ پریشاں بروم

جان کر بھی کہ نہ منزل ہے کوئی اس رہ میں
میں دروں پیچ و خمِ زلفِ پریشاں جاؤں

چوں صبا با دلِ بیمار و تنِ بے طاقت
بہواداریِ آں سرو خراماں بروم

جوں صبا با دلِ بیمار و تنِ بے طاقت
بہ ہواداریِ آں سروِ خراماں جاؤں

دلم از وحشتِ زندانِ سکندر بگرفت
رخت بربندم و تا ملکِ سلیماں بروم

تنگ ہے وحشتِ زندانِ سکندر سے دل
یا خدا کس طرح در ملکِ سلیماں جاؤں

در رہِ او چو قلم گر بسرم باید رفت
با دلِ درد کش و دیدۂ گریاں بروم

جو بُلائے مرا معشوق تو میں سر کے بل
با دلِ درد کش و دیدۂ گریاں جاؤں

نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے
تا در میکدہ شاداں غزل خواں بروم

غم سے فرصت ہو تو میں عیش سے کیسے دیکھیو
درِ میخانہ پہ شاداں و غزل خواں جاؤں

بہواداری او ذرہ صفت رقص کناں
تا لبِ چشمۂ خورشیدِ درخشاں بروم

رقص کرتا ہوا ذرے کی طرح کرنوں میں
چومنے کو وہ رخِ مہرِ درخشاں جاؤں

نازکاں را چو غمِ حالِ گرفتاراں نیست
سارباناں مددے تا خوش و آساں بروم

نازنیں کرتے نہیں رحم گرفتاروں پہ
سارباں کر تو مدد تا خوش و آساں جاؤں

ور چو حافظ نبرم رہ ز بیاباں بیروں
ہمرہِ کوکبۂ آصفِ دوراں بروم

اُڑن حافظ سے اگر دشت نوردی تو میں
ہمرہِ قافلۂ آصفِ دوراں جاؤں

خیالِ روئے تو گر بگذرد بگلشنِ چشم
دل از پئے نظر آید بسوئے روزنِ چشم

خیالِ روئے نگار آئے گر بگلشنِ چشم
برائے دید چلے دل بسوئے روزنِ چشم

بیا کہ لعل و گہر در نثارِ مقدمِ تو
ز گنجِ خانۂ دل میکشم بمخزنِ چشم

تُو آ کہ گنج سے دل کے نثار کرنے کو
میں لے کے آؤں ہزاروں گہر بمخزنِ چشم

سزائے تکیہ گہت منظرے نمی بینم
منم بہ عالم و ایں گوشۂ معینِ چشم

ہے تکیہ گاہ اگر کوئی تیرے منظر کی
ہے ایک میرا ہی بس گوشۂ معینِ چشم

سحر سرشکِ روانم سرِ خرابی داشت
گرم نہ خونِ جگر می گرفت دامنِ چشم

بہاتا یاد میں ہوں تیری خون کے آنسو
کہ چھوٹتا نہیں خونِ جگر سے دامنِ چشم

نخست روز کہ دیدم رُخِ تو دل می گفت
اگر رسد ضررے خونِ من بگردنِ چشم

کہا تھا دیکھتے ہی دل نے چہرۂ جاناں
ضرر ہے اس میں تو ہے خوں مرا بگردنِ چشم

بہ بوئے مژدۂ وصلِ تو تا سحر ہمہ شب
براہِ باد نہادم چراغِ روشنِ چشم

سُنی ہے جب سے خبر شب میں تیرے آنے کی
بھڑک بھڑک کے جلا ہے چراغِ روشنِ چشم

بمردمی کہ دلِ دردمندِ حافظ را
مزن بناوکِ دلدوزِ مردم افگنِ چشم

ہے کرنی گر تجھے دلداریِ دلِ حافظ
چلا نہ ناوکِ دلدوزِ مردم افگنِ چشم

در خرابات مغاں نورِ خدا می بینم
وین عجب بین کہ چہ نورے ز کجا می بینم

بادہ خانے میں عجب نورِ خدا دیکھا ہے
کیا نظر آیا مجھے میں نے یہ کیا دیکھا ہے

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو
خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم

خود نمائی نہ کر اے شیخ مرے آگے یوں
تو نے خانہ بخدا میں نے خدا دیکھا ہے

سوزِ دل اشکِ رواں آہِ سحر نالۂ شب
ایں ہمہ از اثرِ لطفِ شما می بینم

سوزِ دل اشکِ رواں آہِ سحر نالۂ شب
ہیں یہ سب جب سے پری چہرہ ترا دیکھا ہے

خواہم از زلفِ بتاں نافہ کشائی کردن
فکرِ دور است ہمانا کہ خطا می بینم

طلبِ نافہ کشائی ہے مجھے جس دن سے
میں نے وہ پیچ و خمِ زلفِ دوتا دیکھا ہے

ہر دم از روئے تو نقشے زندم راہِ خیال
با کہ گویم کہ دریں پردہ چہا می بینم

رہزنِ فکر و خیال اُس کا ہر اک نقش ہوا
کیا کہوں میں نے ترے چہرے میں کیا دیکھا ہے؟

کس ندیدست ز مشکِ ختن و نافۂ چیں
آنچہ من ہر سحر از بادِ صبا می بینم

نافۂ چیں میں نہیں مشکِ ختن میں بھی نہیں
ہر سحر میں نے جو اندازِ صبا دیکھا ہے

نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش
کہ من ایں مسئلہ بے چون و چرا می بینم

بے کم و بیش چلا دورِ فلک اور میں نے
سارا یہ مسئلہ بے چون و چرا دیکھا ہے

منصب عاشقی و رندی و شاہد بازی
ہمہ از تربیتِ لطفِ شما می بینم

منصبِ عاشقی و رندی و شاہد بازی
مہربانی سے تری سب یہ روا دیکھا ہے

کیست دُردی کشِ این میکدہ یارب کہ درش
قبلۂ حاجت و محرابِ دعا می بینم

میکدے میں کوئی ایسا ہے کہ جس کے در پہ
قبلۂ حاجت و اسلوبِ دعا دیکھا ہے

دوستاں عیبِ نظر بازیِ حافظ مکنید
کہ من او را ز محبانِ خدا می بینم

عیب کیوں کہتے ہو حافظ کی نظربازی کو
اُس نے تو رُخِ صنم میں بھی خدا دیکھا ہے

دوش سودائے رخش گفتم ز سر بیروں کنم
گفت کو زنجیر تا تدبیر ایں مجنوں کنم

کیسے میں سر سے خیالِ عاشقی بیروں کروں
زلف سے اُس کی رِہا اپنا دلِ مجنوں کروں

قامتش را سرو گفتم سرکشید از من بخشم
دوستاں از راست میرنجد نگارم چوں کنم

سرو قد کہتا ہوں اُس کو سرکشی کرتا ہے وہ
ناپسند اتنی اگر ہے بات سچ میں کیوں کروں

نکتہ ناسنجیدہ گفتم دلبرا معذور دار
عشوۂ فرمائی تا من طبع را موزوں کنم

بات ناموزوں کہی میں نے تو مجھ کو کر معاف
عشوۂ موزوں دکھا تا طبع میں موزوں کروں

زرد روئی میکشم زاں طبع نازک بیگناہ
ساقیا جامے بدہ تا چہرہ را گلگوں کنم

کر دیا ہے زرد رُو مجھ کو فراقِ یار نے
ساقیا دے مے کہ چہرہ اپنا میں گلگوں کروں

من کہ رہ بردم بگنجِ حسن بے پایانِ دوست
صد گدائے ہمچو خود را بعد ازیں قاروں کنم

جب سے پایا اُس کا گنجِ حسن بے پایان ہے
باوجود بے نوائی میں خجل قاروں کروں

اے نسیم حضرتِ سلمیٰ خدارا تا بکے
ربع را برہم زنم اطلال را جیحوں کنم

اے نسیمِ درگہِ جاناں بتا میں کب تلک
گھر کروں برباد، اور ٹیلوں کو میں جیحوں کروں

اے مہِ نامہرباں از بندہ حافظ یاد کن
تا دعائے دولتِ آں حسنِ روز افزوں کنم

وہ مہِ نامہرباں حافظ اگر ہو مہرباں
میں دعاؤں سے فزوں تر حسنِ روز افزوں کروں

در نہاں خانۂ عشرت صنمے خوش دارم
کز سرِ زلف و رخش نعل در آتش دارم

ہے نہاں خانۂ عشرت میں بتِ خوش مجھ کو
شعلۂ رخ نے کیا نعل در آتش مجھ کو

گر بکاشانۂ رنداں قدمے خواہی زد
نقلِ شعرِ شکریں و مئے بیغش دارم

خم بدوش آکے کاشانۂ رنداں ساقی
شیریں اشعار سنا دے مئے بے غش مجھ کو

ور تو زیں دست مرا بے سر و ساماں داری
من بآہِ سحرت زلف مشوش دارم

باندھ کے دل رکھے گر پیچ و خمِ گیسو میں
زلف سے تیری نہ ہو اتنی کشاکش مجھ کو

عاشق و رندم و میخوارہ بآوازِ بلند
وینہمہ منصب از آں شوخِ پریوش دارم

عاشق و رند ہوں آوارہ و میخوارہ ہوں
دیکھ کیا تو نے کیا شوخ پری وش مجھ کو

گر چنیں جلوہ نماید خطِ زنگاریِ دوست
من رخِ زرد بخونابہ منقش دارم

ہے برنگِ گل و نسریں رخِ گلنار تجھے
ہے بخوناب بھی رخسارِ منقش مجھ کو

ناوکِ غمزہ بیاور زرہِ زلف کہ من
جنگہا با دلِ مجروحِ بلاکش دارم

تیر گر ترچھی نظر کے نہ کریں خوں اس کا
جنگ ہو با دلِ مجروحِ بلاکش مجھ کو

یک سرِ مو بدستِ من و یک سر با دوست
سالہا بر سرِ ایں موے کشاکش دارم

رشتۂ زلف اگر ہوتا نہ اُلجھا ایسا
ہوتی اتنی نہ کبھی تجھ سے کشاکش مجھ کو

حافظا چوں غم و شادیِ جہاں در گذر است
بہتر آنست کہ من خاطرِ خود خوش دارم

جبکہ حافظ غم و شادیِ جہاں فانی ہیں
شکر ایزد کہ ملا ایک دلِ خوش مجھ کو

دی شب بسیلِ اشک رہِ خواب میزدم
نقشے بیادِ خطِ تو بر آب میزدم

سیلابِ اشک سے شبِ بے خواب ہے مجھے
نقشِ دہان و رُخ ترا بر آب ہے مجھے

روئے نگار در نظرم جلوہ می نمود
وز دور بوسہ بر رُخِ مہتاب میزدم

روئے نگار کے لیے تڑپا ہے دل بہت
آیا نظر جو ہجر میں مہتاب ہے مجھے

ابروئے یار در نظر و خرقہ سوختہ
جامے بیادِ گوشۂ محراب میزدم

ابروئے یار دیکھ کے، خرقے کو بیچ کے
پینا بیادِ گوشۂ محراب ہے مجھے

چشمم بروئے ساقی و گوشم بقولِ چنگ
فالے بچشم و گوش دریں باب میزدم

آنکھیں ہیں روئے یار پہ ہیں کان چنگ پر
یوں میکدے میں طلق مئے ناب ہے مجھے

نقشِ خیالِ روئے تو تا وقتِ صبحدم
برکارگاہِ دیدۂ بیخواب میزدم

نقشِ خیالِ رُخ ترا تا وقتِ صبح دم
برکارگاہِ دیدۂ بے خواب ہے مجھے

ہر مرغِ فکر کز سرِ شاخِ طرب بجست
بازش ز طرۂ تو بمضراب میزدم

مرغِ خیال میرا جو شاخِ طرب پہ ہے
پھر چین کیوں نہ لے دلِ بیتاب ہے مجھے

ساقی بصوتِ ایں غزلم کاسہ میگرفت
می گفتم ایں سرود و مئے ناب میزدم

ساقی ہوا ہے میری غزل سن کے مہرباں
دیتا پیالہ بھر کے مئے ناب ہے مجھے

خوش بود وقتِ حافظ و فالِ مراد و کام
بر نامِ عمر و دولتِ احباب میزدم

حافظ ملی مراد، اگر وقتِ خوش ملا
حاصل یہ سب بدولتِ احباب ہے مجھے

دیدار شد میسر و بوس و کنار ہم
از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

دیدار بھی نصیب ہے بوس و کنار بھی
قسمت بھی مہرباں ہے بہت روزگار بھی

زاہد برو کہ طالع اگر طالعِ من ست
جامم بدست باشد و زلفِ نگار ہم

زاہد نہ روک مجھ کو کہ یاریِ بخت سے
ساغر ہے ہاتھ میں مرے زلفِ نگار بھی

ما عیبِ کس برندی و مستی نمی کنیم
لعلِ بتاں خوش ست و مے خوشگوار ہم

پرہیز بادہ خواری و مستی سے کیوں ہو جب
ملتے ہیں لب بتوں کے مے خوشگوار بھی

اے دل بشارتے دہمت محتسب نماند
وز مے جہاں پُرست و بتِ میگسار ہم

اے دل خبر سنی ہے کہ تحریم مے گئی
ہے میکدے میں مے بھی بتِ میگسار بھی

آں شد کہ چشمِ بد نگراں بود از کمیں
خصم از میاں برفت و سرشک از کنار ہم

بے خوف دشمنوں کا نہ اندیشۂ عدو
آباد شاہدوں سے ہے دل بھی کنار بھی

خاطر بدست تفرقہ دادن نہ زیرکی ست
مجموعۂ بخواہ و صراحی بیار ہم

اے دل نہ ہو ملول چل ایسی جگہ جہاں
ہو ساغر و شراب بھی مطرب بھی یار بھی

بر خاکیانِ عشق فشاں جرعۂ لبش
تا خاک لعل گوں شود و مشکبار ہم

دے خاکسارِ عشق کو اک جرعۂ لب بھی
تا خاک لعل گوں ہو مری مشکبار بھی

چوں آبروئے لالہ و گل فیضِ حسنِ تست
اے ابرِ لطف برمنِ خاکی ببار ہم

ہے آبروئے لالہ و گل فیض سے ترے
طالب ہے ابرِ لطف کا یہ خاکسار بھی

چوں کائنات جملہ بروئے تو زندہ اند
اے آفتاب سایہ زمن برمدار ہم

وہ آفتاب تو ہے کہ جو سب کو زندگی
رخشندگی پہ اس کی ہے میرا مدار بھی

اہل نظر اسیرِ تو اند از خدا بترس
وز انتصافِ آصفِ جم اقتدار ہم

اہلِ نظر اسیر نہ کر اور ڈر کہ ہیں
عادل خدا بھی آصفِ جم اقتدار بھی

بر یادِ روئے انورِ تو آفتابِ صبح
جاں می‌کند فداء و کواکب نثار ہم

میں ہی نہ روئے انورِ جاناں پہ ہوں فدا
ہوتے ہیں آفتاب و کواکب نثار بھی

گوئے زمیں ربودۂ چوگانِ عدلِ تست
ویں برکشیدہ گنبدِ نیلی حصار ہم

جیتے ہیں ایک چوٹ سے چوگان نے تیرے
گوئے زمین و گنبدِ نیلی حصار بھی

تا از نتیجۂ فلک و طورِ دورِ اوست
تبدیلِ سال و ماہ و خزان و بہار ہم

جب تک کہ ہے طریقِ فلک اور اُس کا دور
تبدیلِ ماہ و سال و خزان و بہار بھی

خالی مباد کاخِ جلالت ز سروراں
وز ساقیانِ سرو قدِ گلعذار ہم

کاخِ جلال میں ترے سردار جمع ہوں
اور ساقیانِ سرو قدِ گلعذار بھی

برہانِ ملک و دیں کہ ز دستِ وزارتش
ایامِ کاں یمین شد و دریا یسار ہم

برہانِ دین جس کی وزارت میں خوش ہیں سب
امن و اماں سے ہو گیا بحر یہ دیار بھی

عزمِ سبک عنانِ تو در جنبش آورد
ایں پایدار مرکزِ عالی مدار ہم

عزمِ سبک عناں سے لرز جائے ہے ترے
یہ پائیدار مرکزِ عالی مدار بھی

دیوار در میانہ چو برگِ گل دو روست
ہمسایۂ ہمند خزان و بہار ہم

شادی و غم ہیں دو رُخِ یک برگ جس طرح
ہمسایہ ہیں چمن میں خزان و بہار بھی

حافظ کہ در ثنائے تو چندیں گہر فشاند
پیشِ کفِ تو شد خجل و شرمسار ہم

حافظ جو ہے گہر فشاں تیرے جمال پہ
ہے دیکھ کے جلال ترا شرمسار بھی

روزگاریست کہ در میخانہ خدمت میکنم
در لباسِ فقر کارِ اہلِ دولت میکنم

میکدے میں جا کے میخواروں کی خدمت میں کروں
در لباسِ فقر، کارِ اہلِ دولت میں کروں

تا گر در دامِ وصل آرم تذروِ خوشخرام
در کمینم انتظارِ وقتِ فرصت میکنم

دام میں آ کے خوشی سے یارِ خوش انداز کے
صید بن کے انتظارِ وقتِ فرصت میں کروں

واعظِ ما بوئے حق نشنید بشنو ایں سخن
در حضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم

وعظ میں زاہد کے بوئے حق نہیں ملتی کہیں
سامنے کہتا ہوں اس کے اور نہ غیبت میں کروں

چوں صبا افتان و خیزاں میروم تا کوئے دوست
وز رفیقِ راہ استمدادِ ہمت میکنم

جا رہا ہوں گرتا پڑتا میں جو کوئے یار میں
اس سے ملنے کی بتاؤ کیسے ہمت میں کروں

دیدۂ بدبیں بپوشاں اے کریم عیب پوش
زیں دلیریہا کہ من در کنجِ خلوت میکنم

عیب بینوں سے چھپا لے عیب پوشِ مہرباں!
پُرخطاؤں سے جو اپنا کنجِ خلوت میں کروں

حاش للہ کز حسابِ روزِ حشرم باک نیست
فالِ فردا میزنم امروز عشرت میکنم

فرصتِ فردا بھی مل جائے گی اس کے فیض سے
آج گر دی ہے خدا نے کیوں نہ عشرت میں کروں

از یمینِ عرش آمین میکند روح الامیں
چوں دعائے پادشاہ و ملک و ملت میکنم

عرشِ بالا میں کہے آمین ہے روح الامیں
جب دعائے بادشاہ و ملک و ملت میں کروں

خسروا امید جاہ و مال دارم زین سبب
التماس آستاں بوسی حضرت میکنم

شاہ سے ملنے کے مال وجاہ کی اُمید پر
التماس آستاں بوسی حضرت میں کروں

خاک کویت بر نتابد زحمتِ ما بیش ازیں
لطفہا کردی بُتا تخفیفِ زحمت میکنم

دُور رہنا مجھ کو زحمت وصل میں زحمت ہے تجھے
کس طرح جاناں بتا، تخفیفِ زحمت میں کروں

زلفِ دلبر دام راہ و غمزہ اش تیر بلاست
یاد دار اے دل کہ چندیں نصیحت میکنم

زلفِ دلبر دام ہے اک غمزۂ دلکش بلا
سنتا پر میری نہیں دل، گر نصیحت میں کروں

حافظم در محفلے دُردی کشم در مجلسے
بنگر ایں شوخی کہ چوں با خلق صحبت میکنم

ایک محفل میں ہوں حافظ دوسری میں دُرد کش
میری شوخی دیکھ کیا با خلق صحبت میں کروں

صنما با غمِ عشقِ تو چہ تدبیر کنم
تا بکے در غمِ تو نالۂ شبگیر کنم

اے صنم کیا غمِ الفت کی میں تدبیر کروں
کب تلک ہجر میں یوں نالۂ شبگیر کروں

دلِ دیوانہ از آں شد کہ پذیرد درماں
مگرش ہم ز سرِ زلفِ تو زنجیر کنم

دلِ دیوانہ جواب دیتا قابلِ درماں نہ رہا
زلف سے باندھوں اسے قید بہ زنجیر کروں

آنچہ در مدتِ ہجرِ تو کشیدم ہیہات
در دو صد نامہ محال است کہ تحریر کنم

لاکھ غم مجھ کو ملے ہیں جو تری فرقت میں
ایک خط میں تو بتا کیسے یہ تحریر کروں

با سرِ زلفِ تو مجموعِ پریشانیٔ خویش
کو مجالے کہ یکایک ہمہ تقریر کنم

جو پریشانیاں اس دل کو ملیں زلفوں سے
کیسے میں ان کو بتا قابلِ تقریر کروں

رند گشتم و با شاہد و مے ہم صحبت
نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم

رند یک رنگ ہوں بے شاہد و مے صحبت
کیسے پھر تو ہی بتا حیلہ و تزویر کروں

آں زماں کآرزوئے دیدنِ جانم باشد
در نظر نقشِ رخِ خوبِ تو تصویر کنم

چاہوں جب دیکھنا میں جان کو اپنی جاناں
سامنے آنکھ کے اپنی تری تصویر کروں

گر بدانم کہ وصالِ تو بدیں دست دہد
دل و دیں را ہمہ در بازم و توفیر کنم

مہرباں ہو کے کبھی تو مرے پاس آئے اگر
دین و دل کر کے میں قرباں تری توقیر کروں

دور شو از برم اے واعظ و افسانہ مگو
من نہ آنم کہ دگر گوش بہ تزویر کنم

جا کے افسانے سنا اور کسی کو واعظ
نہیں ایسا بھی کہ میں گوش بہ تزویر کروں

نیست امکانِ خلاص از غمِ او اے حافظ
چونکہ تقدیر چنیں بود چہ تدبیر کنم

غمِ جاناں سے رہائی ملے حافظ کیسے
ہے جو تقدیر میں کیا اس کی میں تدبیر کروں

عشق بازی و جوانی و شرابِ لعل فام
مجلسِ انس و حریفِ ہمدم و شربِ مدام

عشق بازی و جوانی و شرابِ لعل فام
مجلسِ اُنس و رفیقِ ہمدم و شربِ مدام

ساقیِ شکر دہان و مطربِ شیریں سخن
ہمنشینِ نیک کردار و حریفِ نیک نام

ساقیِ شکر دہان و مطربِ شیریں سخن
ہمنشینِ نیک کردار و شفیقِ نیک نام

شاہدے در لطف و پاکی رشکِ آبِ زندگی
دلبرے در حسن و خوبی غیرتِ ماہِ تمام

شاہدے در لطف و پاکی رشکِ آبِ زندگی
دلبرے در حسن و خوبی غیرتِ ماہِ تمام

بادۂ گلرنگ و تلخ و عذب و خوشخوار و سبک
نقلے از لعلِ نگار و نقلے از یاقوتِ جام

بادۂ گلرنگ و تلخ و تند و شیریں و سبک
ساقیِ گلرخ، نگارِ لعل لب، یاقوتِ جام

بزمگاہے دلنشیں چوں قصرِ فردوسِ بریں
گلشنے پیرامنش چوں روضۂ دار السلام

بزمگاہِ عیش، جیسے قصرِ فردوسِ بریں
گلشنِ آرام، جیسے روضۂ دار السلام

صف نشیناں نیک خواہ و پیشکاراں با ادب
دوستداراں صاحب اسرار و حریفاں دوستکام

صف نشیناں نیک خواہ و پیش داراں با ادب
یار داراں راز دار و راز داراں یار کام

غمزۂ ساقی بیغمائے خرد آہختہ تیغ
زلفِ دلبر از برائے صیدِ دل گسترده دام

غمزۂ غمازِ ساقی رہزنِ ہوش و خرد
گیسوئے دلبر برائے صیدِ دل بندِ مدام

ہر کہ ایں صحبت بجوید خوشدلی بروے حلال
وانکہ ایں عشرت نخواہد زندگی بروے حرام

ہو جو اس صحبت کا طالب ہے حلال اُس کو طرب
اور نہ چاہے جو یہ عشرت زندگی اُس کی حرام

نکتہ دانے بذلہ گو چوں حافظِ شیریں سخن
بخشش آموزِ جہاں افروز چوں حاجی قوام

نکتہ دان و بذلہ گو ہے حافظِ شیریں سخن
بخشش آموز و جہاں افروز ہے حاجی قوام

غمِ زمانہ کہ ہیچش کراں نمی بینم
کہیں بھی ایسا غمِ بیکراں نہیں دیکھا
دواش جز مئے چوں ارغواں نمی بینم
سوائے مے نہ ہو چارہ جہاں نہیں دیکھا

نشانِ مردِ خدا عاشقی ست باخود آئی
نشانِ مردِ خدا عاشقی و درویشی
کہ در مشائخ شہر ایں نشاں نمی بینم
پر اس کا شیخ میں کوئی نشاں نہیں دیکھا

دریں خمار کسم جرعۂ نمی بخشد
پلا کے خمر کرے جو علاجِ مخموری
ببیں کہ اہلِ دلے در جہاں نمی بینم
وہ اہلِ دل کوئی ایسا یہاں نہیں دیکھا

ز آفتابِ قدح ارتفاعِ عیش بگیر
وہ آفتاب کہ ہے جو مرے پیالے میں
چرا کہ طالعِ وقت آنچناں نمی بینم
کہیں بھی تجھ میں وہ اے آسماں نہیں دیکھا

بریں دو دیدۂ حیرانِ من ہزار افسوس
ہوا ہے دھندلا یوں آئینہ آنکھ کا میری
کہ با دو آئنہ رویش عیاں نمی بینم
کہ مدتوں سے ترا رخ عیاں نہیں دیکھا

قدِ تو تا بشد از جویبارِ دیدۂ من
گیا ہے چھوڑ کے وہ سرو جو سے چشم مری
بجائے سرو جز آبِ رواں نمی بینم
پھر اس میں جب سے جز آبِ رواں نہیں دیکھا

بترکِ صحبتِ پیرِ مغاں نخواہم گفت
میں ترکِ صحبتِ پیرِ مغاں کروں کیسے
چرا کہ مصلحتِ خود در آں نمی بینم
جب اس سا میں نے کوئی مہرباں نہیں دیکھا

من و سفینۂ حافظ کہ جز دریں دریا
ادب کے بحر میں بہتر کلامِ حافظ سے
بضاعتِ سخنِ دُرفشاں نمی بینم
کوئی سفینۂ گوہر فشاں نہیں دیکھا

کو فرصتے کہ خدمتِ پیرِ مغاں کنم — آؤ کہ چل کے خدمتِ پیرِ مغاں کریں
وز پندِ پیر دولتِ خود را جواں کنم — بخشش سے اُس کی دولتِ دل کو جواں کریں

من سالہا مجاورِ میخانہ بودہ ام — گزری ہے عمر نوکریِ میکدہ میں جب
باقیش ہم بخدمتِ آں آستاں کنم — باقی ہے جتنی ختم اُسے بھی وہاں کریں

دی شیشہ دید با من و بشکست محتسب — توڑے ہے شیشہ دیکھتے ہی محتسب اگر
امروز زیرِ دلق طمع نہاں کنم — بہتر ہے زیرِ خرقہ اُسے ہم نہاں کریں

مشکل رسید تا شکند شیشہء شراب — آیا ہے توڑنے کو جو شیشہ شراب کا
تدبیرِ این از و تو مکن من چناں کنم — مشکل ہے اُس سے کیسے امیدِ اماں کریں

شیخم بگوشش گفت حرامست مے مخور — تنگ آگئے ہیں شیخ کی سُن کے ملامتیں
گفتم بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنم — اب مصلحت یہی ہے کہ ہم ہاں میں ہاں کریں

حافظ مکن فرار ز جورِ رقیبِ سگ — بچنا رقیبِ سگ سے ہے حافظ تو آ کہ ہم
کاندر پناہِ یار ترا در اماں کنم — ڈھونڈیں پناہِ یار تلاشِ اماں کریں

گر ازیں منزلِ غربت بسوئے خانہ روم
نذر کردم کہ ہم از راہ بمیخانہ روم

چھوڑ کے منزلِ غربت بسوئے خانہ چل
رہ میں پر ٹھیر کے کچھ دیر بمیخانہ چل

زیں سفر گر بسلامت بوطن باز رسم
دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم

مست و خوش پی کے پلا کے جو وطن میں پہنچے
بن کے تو واں پہ بڑا عاقل و فرزانہ چل

تا بگویم کہ چہ کشفم شد ازیں سیرِ سلوک
بر درِ میکدہ با بربط و پیمانہ روم

تاکہ تجھ پر کھلیں اسرارِ تصوف صوفی
بر درِ میکدہ با بربط و پیمانہ چل

آشنایانِ رہِ عشق گرم خوں بخورند
کافرم گر بشکایت بر بیگانہ روم

آشنایانِ رہِ عشق پئیں خوں بھی اگر
لے کے کوئی نہ شکایت تو بہ بیگانہ چل

بعد ازیں دستِ من و زلف چو زنجیرِ نگار
تا کے از پئے کامِ دلِ دیوانہ روم

ہاتھ آئی ہے مرے زلف کی زنجیر جواب
اس سے باندھوں میں تجھے اے دلِ دیوانہ چل

گر ببینم خمِ ابروئے چو محرابش باز
سجدۂ شکر کنم وز پئے شکرانہ روم

خمِ ابرو کی جو محراب نظر آئے تجھے
سجدۂ شکر میں گر، وہ پئے شکرانہ چل

خرم آں دم کہ چو حافظ بتولائے وزیر
سرخوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم

مہرباں تجھ پہ جو حافظ ہے وزیرِ اعظم
مست و مدہوش تو با دوست بکاشانہ چل

ما وردِ سحر بر درِ میخانہ نہادیم
اوقاتِ دعا در رہِ جانانہ نہادیم

ہم محورِ گردش درِ میخانہ بنادیں
امید کا مرکز رہِ جانانہ بنادیں

سُلطانِ ازل گنجِ غمِ عشق بما داد
تا روی دریں منزلِ ویرانہ نہادیم

سلطانِ ازل نے جو غمِ عشق دیا ہے
آ ہم اُسے گنجِ دلِ ویرانہ بنادیں

در خرمنِ صد عاقل و زاہد زند آتش
ایں داغ کہ ما بر دلِ دیوانہ نہادیم

ہُوں سوختہ صد خرمنِ فرزانہ و زاہد
یوں آتشِ داغِ دلِ دیوانہ بنادیں

در دل ندہم رہ پس ازیں مہرِ بتاں را
مہرِ لبِ او بر درِ ایں خانہ نہادیم

جو مہرِ بتاں دل میں ہے آباد ہم اُس کو
وہ آئے تو مہرِ لبِ جانانہ بنادیں

آں بوسہ کہ زاہد ز پئیش داد بما دست
از رشکِ صفا بر لبِ جانانہ نہادیم

وہ ہاتھ جو بوسے کے لئے دیتا ہے مرشد
ممکن ہو تو اُس کو لبِ جانانہ بنادیں

چوں میرود ایں کشتیِ سرگشتہ کہ آخر
جاں در سرِ آں گوہرِ یکدانہ نہادیم

سرگشتہ ہے جو عمر کی کشتی تو ہم اُس کا
حاصل تجھے اے گوہرِ یکدانہ بنادیں

المنۃ للہ کہ چو ما بیدل و دیں بود
آں را کہ خرد پرور و فرزانہ نہادیم

ہیں رنج و الم ایسے رہِ عشق میں یارب
فرزانہ و عاقل کو بھی دیوانہ بنادیں

در خرقہ ازیں بیش منافق نتواں بود
بنیادش ازیں شیوۂ رندانہ نہادیم

میخانے میں آ زاہدِ خودبیں کہ ترے
دستور کو ہم شیوۂ رندانہ بنادیں

قانع بخیالے ز تو بودیم چو حافظ
یارب چہ گدا ہمت و شاہانہ نہادیم

لے صبر و قناعت سے اگر کام تو حافظ
ہم تیری فقیری کو بھی شاہانہ بنادیں

ما دریں در نہ پے حشمت و جاہ آمدہ ایم
از بدِ حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم

لینے در پر نہ ترے حشمت و جاہ آئے ہیں
مانگنے سیلِ حوادث سے پناہ آئے ہیں

رہرو منزلِ عشقیم و ز سرحدِ عدم
تا باقلیمِ وجود ایں ہمہ راہ آمدہ ایم

رہرو منزلِ الفت ہیں عدم سے چل کے
ملکِ ہستی میں بہ پیمائیِ راہ آئے ہیں

سبزۂ خطِ تو دیدیم و ز بستانِ بہشت
بطلبگاریِ ایں مہر گیاہ آمدہ ایم

دیکھنے کو ترے رخسار پہ ہم دنیا میں
زیبِ خال و شکنِ زلفِ سیاہ آئے ہیں

باچنیں گنج کہ شد خازنِ او روحِ امیں
بگدائی بدرِ خانۂ شاہ آمدہ ایم

گنجِ شاہی کہ ہے جبریل نگہباں جس کا
مانگنے وہ بدرِ خانۂ شاہ آئے ہیں

لنگرِ حلمِ تو اے کشتیِ توفیق کجاست
کہ دریں بحرِ کرم غرقِ گناہ آمدہ ایم

لنگرِ حلم ہے اے کشتیِ توفیق کہاں
بحرِ رحمت میں جو ہم غرقِ گناہ آئے ہیں

آبرو می رود اے ابرِ خطا پوش ببار
کہ بدیوانِ عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم

رکھ خداوندِ خطا پوش ہماری عزت
لے کے دیوانِ عمل نامہ سیاہ آئے ہیں

حافظ ایں خرقۂ پشمینہ بینداز کہ ما
از پے قافلہ با آتش و آہ آمدہ ایم

دور رکھ خرقۂ پشمینہ کہ حافظ ہم آج
لے کے سینے میں بہت آتش و آہ آئے ہیں

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہواداریِ کویش را چو جانِ خویشتن دارم

یہ وعدہ ہے کہ جب تک جان ہم اندر بدن رکھیں
محبت دل میں کوچے کی ترے اے سیم تن رکھیں

بکام و آرزوئے دل چو دارم خلوتے حاصل
چہ فکر از خبثِ بدگویاں میانِ انجمن دارم

ہو پوری آرزو جب اور ملے خلوت تری ہم کو
تو پھر کیوں فکرِ بدگو درمیانِ انجمن رکھیں

شرابِ خوش گوارم ہست و یارِ مہرباں ساقی
ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم

مئے پُر جوش ہے باقی ہے یارِ مہرباں ساقی
نہ کیوں کچھ دیر تیری پھر چراغاں انجمن رکھیں

مرا در خانہ سروے ہست کاندر سایۂ قدش
فراغ از سروِ بستانی و شمشادِ چمن دارم

کبھی وہ گر قد و قامت ہمارے یار کی دیکھیں
حیا کیسے نہ دل میں سرو و شمشادِ چمن رکھیں

سزد کز خاتمِ لعلش زنم لافِ سلیمانی
چو اسمِ اعظمم باشد چہ باک از اہرمن دارم

لبِ لعلیں کی خاتم اُس کی ہے رشکِ سلیمانی
رکھیں ہم اسمِ اعظم گر نہ خوفِ اہرمن رکھیں

گرم صد لشکر از خوباں بقصدِ دل کمیں سازند
بحمد اللہ و المنۃ بتے لشکر شکن دارم

بصد لشکر حسینانِ جہاں آتی ہیں دل لینے
مگر ہم ہیں کہ دل میں اک بتِ لشکر شکن رکھیں

الا اے پیرِ فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ
کہ من در ترکِ پیمانہ دلِ پیماں شکن دارم

تُو ہم کو پیرِ فرزانہ ! نہ مت عیبِ میخانہ
کہ ہم در ترکِ پیمانہ ، دلِ پیماں شکن رکھیں

چو در گلزارِ اقبالش خرامانم بحمداللہ
نہ میلِ لالہ و نسریں نہ برگِ یاسمن دارم

صفائے خلوتِ خاطر ازاں شمعِ چگل جویم
فروغِ چشم و نورِ دل از آں ماہِ ختن دارم

خدارا اے رقیب امشب زمانے دیدہ برہم نہ
کہ من با لعلِ خاموشش نہانی صد سخن دارم

برندی شہرہ شد حافظ پس از چندیں ورع اما
چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

رہیں جب گلزارِ جاناں میں خراماں سیر کرتے ہم
نہ ذوقِ لالہ و نسریں نہ شوقِ یاسمن رکھیں

صفائے خلوتِ خاطر از آں شمعِ چگل چاہیں
فروغِ چشم و نورِ دل از آں ماہِ ختن رکھیں

خدارا اے عدو کچھ دیر کو تو آج شب سو جا
کہ لب سے اس کے کرنے کے لئے ہم صد سخن رکھیں

ہو چاہے جتنی حافظ شہر میں رندوں کی بدنامی
انہیں کیا غم کہ وہ مرشد امین الدین حسن رکھیں

مرو کہ در غمِ ہجرِ تو از جہاں برویم
بیا کہ پیشِ تو از خویش ہر زماں برویم

تمہارے ہجر میں ہم چھوڑ کے جہاں جائیں
چلے بھی آؤ کہ پاؤں پہ دے کے جاں جائیں

سخن بگوی کہ پیشِ لبِ تو جاں بدہیم
رہا مکن کہ دریں حسرت از جہاں برویم

بوقتِ مرگ ذرا آ کے کچھ تسلی دو
نہ تا کہ ہم اسی حسرت میں دے کے جاں جائیں

روا مدار کہ جاں بر لبست ما ز جہاں
ندیدہ کامِ دل از آں لب و دہاں برویم

ہے لب پہ جان ہمارے دہن تمہارا جان
ہو بات جب کہ ملا کے لب و دہاں جائیں

خوش آں زماں کہ بہ بینیم بر دہاں لبِ تو
تو خود بگوئی کہ ما از سرت چساں برویم

ہمارے لب پہ تمہارے ہیں لب جو وقتِ نزع
بتاؤ کس طرح ہم چھوڑ کے جہاں جائیں

گدائے کوئے شمائیم و حاجتے داریم
روا مدار کہ محروم از آستاں برویم

فقیرِ کوچۂ جاناں ہیں حسرتیں ہیں بہت
روا نہیں ہے کہ محروم آستاں جائیں

نشانِ وصل بجادہ ببر طریق کہ ہست
کہ بارے از پئے وصلِ تو بر نشاں برویم

کسی طرح نہیں ملتا نشانِ وصل ہمیں
بتاؤ تم سے ملیں کس طرح کہاں جائیں

مگو کہ حافظ ازیں در برو برائے خدا
کہ ہر چہ رائے تو باشد جز ایں بر آں برویم

اٹھائے یار ہے جب در سے اپنے اے حافظ
تم اس سے جا کے یہ پوچھو کہ ہم کہاں جائیں

مژدۂ وصل تو کو کز سرِ جاں برخیزم
طائرِ قدسم و از دامِ جہاں برخیزم

دردِ فرقت سے تو بہتر ہے کہ جاں سے جاؤں
طائرِ قدس ہوں، دامِ جہاں سے جاؤں

یارب از ابرِ ہدایت برساں بارانے
پیشتر زانکہ چو گردے ز میاں برخیزم

مجھ پہ بارانِ ہدایت ہو خدایا کہ کہیں
گرد کی طرح نہ آوارہ یہاں سے جاؤں

بولائے تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی
از سرِ خواجگیِ کون و مکاں برخیزم

بخدا تو مجھے گر اپنا بنالے بندہ
میں سرِ خواجگیِ کون و مکاں سے جاؤں

بر سرِ تربتِ من بے مے و مطرب منشیں
تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم

مطرب و ساقی اگر ساتھ ہوں میت کے مرے
رقص کرتا ہوا میں مست جہاں سے جاؤں

گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گیر
تا سحرگہ ز کنارِ تو جواں برخیزم

وہ کسی رات جو مجھ پیر کو آغوش میں لے
نوجواں بن کے میں آغوشِ جواں سے جاؤں

تو مپندار کہ از خاکِ سرِ کوئے تو من
بجفائے فلک و جورِ زماں برخیزم

ہوں گدا کوچۂ جاناں کا، بتا میں کیسے
بہ جفائے فلک و جورِ زماں سے جاؤں

برنخیزم ز سرِ کوئے تو تا جاں دارم
ور رسد کار بجاں از سرِ جاں برخیزم

جب تلک جاں ہے نہ چھوڑوں میں کوئے جاناں کو
جاں بھی گر دینی پڑے شوق سے جاں سے جاؤں

سرو بالا بنما اے بتِ شیریں حرکات
کہ چو حافظ ز سرِ جان و جہاں برخیزم

سرو قد اپنا دکھلائے وہ مجھے گر حافظ
جان قربان کروں، جان و جہاں سے جاؤں

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمی کنم
صد بار توبہ کردم و دیگر نمی کنم

ہم ترکِ عشقبازی و ساغر نہ کر سکے
توبہ تو کی ہزار، عمل پر نہ کر سکے

باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصر و حور
با خاکِ کوئے دوست برابر نمی کنم

باغِ بہشت و قصر بنائے تو ہیں مگر
اُس خاکِ در کے پھر بھی برابر نہ کر سکے

تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اشارت است
کردم اشارتے و مکرر نمی کنم

اہلِ نظر کو ایک اشارہ ہی ہے بہت
کر دے جو ایک بار، مکرر نہ کر سکے

ہرگز نمی شود ز سرِ خود خبر مرا
تا در میانِ میکدہ سر بر نمی کنم

مستی ہے میکدے میں کچھ ایسی ترے کہ واں
معلوم حال اپنا کوئی سر نہ کر سکے

شیخم بطنز گفت حرام است مے مخور
گفتم بچشم و گوش بہ ہر خر نمی کنم

کہتے ہیں شیخ طنز سے بادہ حرام ہے
کہدو کہ قدر اس کی ہر اک خر نہ کر سکے

پیرِ مغاں حکایتِ معقول می کند
معذورم ار محالِ تو باور نمی کنم

پیرِ مغاں کا گفتۂ معقول جو سنے
تفسیرِ شیخ وہ کبھی باور نہ کر سکے

ایں تقویٰ ام بس است کہ چوں فقیہانِ شہر
ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمی کنم

واعظ پہ رازِ عشق کھلے گر، وہ پھر بھی
ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نہ کر سکے

زاہد بطعنہ گفت برو ترکِ عشق کن
محتاجِ جنگ نیست برادر نمی کنم

الجھو نہ شیخ سے کبھی جا کر کہ شہر میں
جھگڑا کوئی بھی اُس کے برابر نہ کر سکے

حافظ جنابِ پیرِ مغاں مامنِ وفاست
من ترکِ خاک بوسیِ ایں در نمی کنم

پیرِ مغاں کے در میں ہے کچھ امن اس قدر
حافظ جدا ہم اس سے کبھی سر نہ کر سکے

من نہ آں رندم کہ ترکِ شاہد و ساغر کنم
محتسب داند کہ من ایں کارہا کمتر کنم

کس طرح ہم رند ترکِ شاہد و ساغر کریں
کام ایسا محتسب تو ہی بتا کیونکر کریں

چوں صبا مجموعۂ گل را بہ آبِ لطف شست
کج دلم خواں گر نظر بر صفحۂ دفتر کنم

جب بہ آبِ لطف دھوئے ہے صبا اوراقِ گل
ہے یہ بدذوقی کہ فکرِ مکتب و دفتر کریں

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نامِ فسق
داوری دارم بسے یارب کرا داور کنم

لالہ ساغر گیر، نرگس مست اور بدنام ہم
شکوے ہم کو ہیں بہت لیکن کسے داور کریں

عشق دُردانہ است و من غواص و دریا میکدہ
سر فرو بردم درآنجا تا کجا سر بر کنم

عشق دُردانہ ہے، ہم غواص، دریا میکدہ
اس میں کھائیں کیوں نہ غوطے کیوں نہ غرق اب سر کریں

گرچہ گرد آلودِ فقرم شرم باد از ہمتم
گر بہ آبِ چشمۂ خورشید دامن تر کنم

ہیں تو گرد آلودِ غربت، شرم آتی ہے مگر
جب بہ آبِ چشمۂ خورشید دامن تر کریں

من کہ دارم در گدائی گنجِ سلطانی بدست
کے طمع بر گردشِ گردونِ دوں پرور کنم

گنجِ سلطانی دیا ہے جب فقیری نے ہمیں
طمع کیوں بر گردشِ گردونِ دوں پرور کریں

عاشقاں را گر در آتش می پسندد لطفِ دوست
تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم

گر ہو منشا یار کی عشاق دوزخ میں جلیں
ہم نہ ہرگز پھر نظر بر چشمۂ کوثر کریں

عہد و پیمانِ فلک را نیست چنداں اعتبار
عہد با پیمانہ بندم شرط با ساغر کنم

عہد و پیمانِ فلک پر جب بھروسا کچھ نہیں
عہد پیمانے سے باندھیں شرط با ساغر کریں

باز کش یکدم عناں اے ترکِ شہر آشوبِ من
تا ز اشک و چہرہ راہت پر زر و گوہر کنم

اشک میرے دیکھ لے اے ترکِ شہر آشوب تو
کیسے یہ تجھ پہ نچھاور جو ہر و گوہر کریں

باوجودِ بے نوائی روسیہ بادم چو ماہ
گر قبولِ فیضِ خورشیدِ بلند اختر کنم

باوجودِ بے نوائی روسیہ ہوں مثلِ مہ
گر قبولِ فیضِ خورشیدِ بلند اختر کریں

منکہ امروزم بہشتِ نقد حاصل میشود
وعدۂ فردائے زاہد را چرا باور کنم

آج حاصل جبکہ ہے سرمایہ جنت ہمیں
وعدۂ فردائے زاہد کس طرح باور کریں

شیوۂ رندی نہ لائق بود وضعم را ولے
چوں در افتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم

شیوۂ رندی مناسب گر نہیں تو کیا ہوا
ہیں جو خوش اس میں تو پھر کیوں پیشۂ دیگر کریں

دوش لعلت عشوہ ہا میداد عاشق را ولے
من نہ آنم کز وے ایں افسانہا باور کنم

غدر کے قصے سناتا ہے لبعد عشوہ ہمیں
پھر کرے ہے ضد کہ افسانے یہ ہم باور کریں

گوشۂ محرابِ ابروئے تو میخواہم ز بخت
تا در آنجا ہمچو مجنوں درسِ عشق از بر کنم

گوشۂ محرابِ ابرو چاہتے ہیں بخت سے
تاکہ اس میں بیٹھ کر ہم درسِ عشق از بر کریں

وقتِ گل گوئی کہ زاہد شو بچشم و جانِ دل
میروم تا مشورت با شاہد و ساغر کنم

موسمِ گل میں نصیحت کیجے واعظ کی ہیں
آؤ چل کے مشورہ با شاہد و ساغر کریں

من کہ عیبِ توبہ کاراں کردہ باشم بارہا
توبہ از مے وقتِ گل دیوانہ باشم گر کنم

ہیں تو دیوانے مگر اتنے بھی دیوانے نہیں
کیوں بوقتِ فصلِ گل ہم توبہ ساغر کریں

زہدِ وقتِ گل چہ سودائے ست حافظ گوش دار
تا صبوحے خواہم و اندیشۂ دیگر کنم

جا بسیں میخانے میں حافظ فکرِ تقویٰ چھوڑ کر
اور نہ فصلِ گل میں کچھ اندیشۂ دیگر کریں

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں ہوا
جب بھی خیال آیا ترا، نوجواں ہوا

شکرِ خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا
بر منتہائے مطلبِ خود کامراں شدم

شکرِ خدا کہ جو بھی خدا سے طلب کیا
اُس نے دیا وہ سب مجھے میں کامراں ہوا

در شاہراہِ دولتِ سرمد بہ تختِ بخت
با جامِ مے بکامِ دلِ دوستاں شدم

در شاہراہِ دولتِ دائم بہ تختِ بخت
با جامِ مے مرادِ دلِ دوستاں ہوا

از آں زماں کہ فتنۂ چشمت بما رسید
ایمن ز شرِ فتنۂ آخر زماں شدم

دیکھا ہے جس زماں سے ترا فتنۂ نظر
بے خوفِ شرِ "فتنۂ آخر زماں" ہوا

اے گلبنِ جواں بر دولت بخور کہ من
در سایۂ تو بلبلِ باغِ جہاں شدم

اے گلبنِ جواں رہے تو جواں کہ میں
سائے میں تیرے بلبلِ باغِ جناں ہوا

اوّل ز حرفِ لوحِ وجودم خبر نبود
در مکتبِ غمِ تو چنیں نکتہ داں شدم

تھا اک زماں کہ جانتا اک حرف بھی نہ تھا
مکتب میں پڑھ کے عشق کے میں نکتہ داں ہوا

من پیرِ سال و ماہ نیم یار بیوفاست
بر من چو عمر میگذرد پیر از آں شدم

ان ماہ و سال سے نہیں پیری ملی مجھے
فرقت میں تیری پیر ہوا، ناتواں ہوا

آں روز بر دلم در معنی کشادہ شد
کز ساکنانِ درگہِ پیرِ مغاں شدم

مجھ پر کھلے ہزار درِ معنی جہاں
جب سے میں ساکنِ درِ پیرِ مغاں ہوا

قسمت حوالتم بخرابات می کند
ہر چند ایں چنیں شدم و آنچناں شدم

قسمت نے مجھ کو شوقِ خرابات دیدیا
خانہ خراب میں ہوا بے خانماں ہوا

دوشم نوید داد و بشارت کہ حافظا
باز آ کہ من بعفوِ گناہت ضماں شدم

چل میکدے میں حافظا بے خوف و بے خطر
ضامن جو عفوِ رند کا پیرِ مغاں ہوا

ای نورِ چشمِ من سخنے ہست گوش کن
تا ساغرت پُر است بنوشان و نوش کن

اے نورِ چشم بات یہ میری بگوش کر
جب تک نہ پُر ہو ساغرِ مے نوش نوش کر

پیران سخن بہ تجربہ گفتند گفتمت
ہاں اے پسر کہ پیر شوی پند گوش کن

دانش ملے نہ پیر کو بے پند و تجربہ
چاہے جو پیر ہونا، نصیحت بگوش کر

بر ہوشمند سلسلہ ننہادہ است عشق
خواہی کہ زلفِ یار کشی ترکِ ہوش کن

محروم ہیں سلسلۂ عشق عاقلاں
چاہے اگر تو زلف کشی ترکِ ہوش کر

تسبیح و خرقہ لذتِ مستی نبخشدت
ہمت دریں عمل طلب از میفروش کن

تسبیح و دلق میں نہیں مستی و بیخودی
جا میکدے میں پیرویِ میفروش کر

با دوستاں مضائقہ در عمر و مال نیست
صد جاں فدائے یار نصیحت نیوش کن

با دوستاں مضائقہ کیا عمر و مال میں
صد جاں فدائے یار نصیحت نیوش کر

در راہِ عشق وسوسۂ اہرمن بسے ست
ہشدار و گوشِ دل بہ پیامِ سروش کن

ہے راہِ عشق وسوسۂ اہرمن سے پُر
زنہار گوشِ دل بہ پیامِ سروش کر

برگ و نوا تبہ شد و سازِ طرب نماند
اے چنگ نالہ برکش و اے دف خروش کن

برگ و نوا اُجڑ گئے سازِ طرب گیا
اے چنگ شور کر کوئی، اے دف خروش کر

ساقی کہ جامت از مے صافی تہی مباد
چشمِ عنایتے بہ منِ دُرد نوش کن

لبریز مے سے جام رہے تیرا ساقیا
کچھ تو علاجِ تشنگیِ دُرد نوش کر

سرمست در قبائے زرافشاں چو بگذری
یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کن

سرمست جا رہا ہے جو زریں قبا میں تو
اک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کر

افسرِ سلطانِ گل پیدا شد از طرفِ چمن
مقدمش یارب مبارک باد بر سرو و سمن

پھر چمن کے تاجِ گل آئی بہار اندر چمن
اس کی آمد ہو مبارک تم کو اے سرو و سمن

خوش بجائے خویشتن بود ایں نشستِ خسروے
تا نشیند ہر کسے اکنوں بجائے خویشتن

اپنی اپنی جا پہ ہیں سب قمری و طوطی و گل
جیسے بیٹھے دیکھ کر ہر شخص سیرِ انجمن

تا ابد معمور باد ایں خانہ کز خاکِ درش
ہر نفس با بوئے ریحاں می وزد بادِ یمن

آج ہو کے یوں معطر کوئے جاناں سے صبا
لے کے آئے بوئے ریحاں جس طرح بادِ یمن

خاتمِ جم را بشارت دہ بحسنِ خاتمہ
کاسمِ اعظم کرد ازو کوتاہ دستِ اہرمن

خاتمِ جم کو بشارت ہو بہ حسنِ خاتمہ
اسمِ اعظم نے کیا کوتاہ دستِ اہرمن

جوئبارِ ملک را آب از سرِ شمشیرِ تست
تو درختِ عدل بنشاں بیخ بدخواہاں بکن

آبِ جوئے سلطنت جو ہے تری شمشیر سے
عدل اور انصاف کا سیراب کرتا ہے چمن

شوکتِ پورِ پشنگ و تیغِ عالمگیرِ او
در ہمہ شہنامہ باشد داستانِ انجمن

شوکتِ افراسیاب اور شان اس کی تیغ کی
شاہناموں میں بنی ہے داستانِ انجمن

بعد ازیں نشگفت اگر با نکہتِ خلقِ خوشت
خیزد از صحرائے ایراں نافۂ مشکِ ختن

کیا عجب ہے نکہتِ اخلاق سے تیری اگر
دشتِ ایراں میں ہو پیدا نافۂ مشکِ ختن

گوشہ گیراں انتظارِ جلوۂ خوش میکنند
برشکن طرفِ کلاہ و برقع از رُخ برفگن

انتظارِ جلوہ میں بیٹھے ہیں سب گوشہ نشیں
برشکن طرفِ کلاہ و برقع از رخ برفگن

خنگِ چوگانیِ چرخت رام شد در زیرِ زیں
شہسوارا خوش بمیداں آمدی گوئے بزن

اسپِ چوگانی فلک کا ہو گیا تابع ترا
گوئے دنیا ہے تری اب شہسوارِ غمزہ زن

اے صبا بر ساقیِ بزمِ اتابک عرضہ دار
تا از آں جامِ زر افشاں جرعۂ بخشد بمن

ساقیِ بزمِ اتابک سے یہ کہہ جا کے صبا
جرعہ اک ہم کو بھی دے اے نازنینِ غمزہ زن

مشورت با عقل کردم گفت حافظ مے بنوش
ساقیا مے دہ بقولِ مستشارِ مؤتمن

بادہ نوشی کے لیے راضی کیا ہے عقل کو
حافظا سن مشورہ دیتے ہیں جو ذہن و زکن

اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کن — اے خسرو خوباں نظر اک سوئے گدا ہو
رحمے بمنِ سوختۂ بے سر و پا کن — دلجوئیِ آشفتہ سرِ بے سر و پا ہو

دارد دلِ درویش تمنائے نگاہے — رکھتا دلِ درویش جو ہے تیری تمنا
زاں چشمِ سیہ مست بیک غمزہ روا کن — اے چشمِ سیہ کاش یہ غمزے سے روا ہو

گر لاف زند ماہ کہ ماند بجمالت — مغرور نہ مہتاب ہو یوں حسن پہ اپنے
بنمائی رُخِ خویش و مہ انگشت نما کن — اے ماہ جبیں رُخ کبھی گر تیرا نما ہو

اے سرو چماں از چمن و باغ زمانے — اے سرو رواں گر تو گلستاں سے خراماں
بخرام دریں بزم و دو صد جامہ قبا کن — آجائے کبھی بزم میں صد جامہ قبا ہو

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند — شمع و گل و پروانہ و بلبل ہیں سبھی جمع
اے دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن — تنہائی پہ میری بھی کرم کاش ترا ہو

با دل شدگاں جور و جفا تا کے آخر — عشاق پہ یہ جور و ستم کب تلک آخر
آہنگِ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا کن — آہنگِ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا ہو

مشنو سخنِ دشمنِ بدگوئے خدارا — سنتا سخنِ دشمنِ بدخواہ تو ہے کیوں
با حافظِ مسکینِ خود اے دوست وفا کن — با حافظِ مسکیں کبھی مائل بہ وفا ہو

اے روئے ماہ منظرِ تو نو بہارِ حسن
خال و خطِ تو مرکزِ لطف و مدارِ حسن

اے روئے ماہ منظرِ تو نو بہارِ حسن
خال و خطِ تو مرکزِ لطف و مدارِ حسن

در چشمِ پُر خمارِ تو پنہاں فسونِ سحر
در زلفِ بیقرارِ تو پیدا قرارِ حسن

ہے چشمِ پُر خمار میں افسونِ عاشقی
ہے زلفِ بے قرار میں تیری قرارِ حسن

ماہے نتافت چوں رخت از برجِ خسروی
سروے نخاست چوں قدت از جویبارِ حسن

تجھ سا نہ چاند رکھے کوئی برجِ خسروی
تجھ جیسا سرو کوئی نہ بر جوئبارِ حسن

خرم شد از ملاحتِ تو عہدِ دلبری
فرخ شد از لطافتِ تو روزگارِ حسن

خرم ہے از ملاحتِ تو عہدِ دلبری
فرخ ہے از لطافتِ تو روزگارِ حسن

از دامِ زلف و دانۂ خالِ تو در جہاں
یک مرغِ دل نماند نگشتہ شکارِ حسن

از دامِ زلف و دانۂ خالِ تو در جہاں
ہے مرغِ دل کوئی نہ ہوا جو شکارِ حسن؟

دائم بلطف دایۂ طبع از میانِ جاں
می پرورد بناز ترا در کنارِ حسن

قرباں ہو کے دایۂ فطرت بہ شیر و خوں
کرتی ہے پرورش تری اندر کنارِ حسن

گرد لبت بنفشہ ازاں تازہ و تر است
کآبِ حیات می خورد از جویبارِ حسن

ہیں گل بنفشہ تازہ و تر گردِ لب ترے
دیوے ہے آبِ عمر انہیں جوئبارِ حسن

مثلِ تو گُل نخواں یافت در جہاں
در گلشنِ زمانہ تو داری بہارِ حسن

ہے گلعذار تجھ سا نہ کوئی جہان میں
باغِ زماں بجائے ہے تیری بہارِ حسن

حافظ طمع برید کہ بیند نظیرِ دوست
دیّار نیست غیرِ تو اندر دیارِ حسن

پھرتا ہے ڈھونڈتا ہوا حافظ نظیرِ دوست
اُس سا تو کوئی بھی نہیں اندر دیارِ حسن

اے لبت آبِ حیات و اے قدت سروِ چمن
اے رخت خورشیدِ خاور وے خطت مشکِ ختن

لب ترے آبِ حیات اور قد ترا سروِ چمن
رخ ترا خورشیدِ خاور، خط ترا مشکِ ختن

ہمچو ابرویت بچشمِ من کم آید ماہِ نو
چوں لبِ لعلت کجا باشد عقیق اندر یمن

تیری ابرو کے مقابل کچھ نہیں ہے ماہِ نو
تیرے لب جیسا نہیں کوئی عقیق اندر یمن

تا رخت دیدہ است گل در باغ اے سروِ رواں
بر تنِ خود چاک می سازد ز خجلت پیرہن

دیکھ کر چہرہ ترا گل اے مرے سروِ رواں
شرمساری سے کرے ہے چاک اپنا پیرہن

رشتۂ جانِ من است آں یا سرِ موئے بتاں
ذرۂ خورشید یا درجِ دُرست آں یا دہن

رشتۂ جاں عاشقوں کو ہے ترا موئے سیاہ
غیرتِ خورشید ہے موتی بھرا تیرا دہن

بوسہ می خواہم ز تو لب را بدنداں می گزی
می کنی جانم جراحت بارِ دیگر جانِ من

مانگتا بوسہ ہوں جب کاٹے ہے تُو دانتوں سے لب
زخم دیتا ہے مجھے بارِ دگر کیوں جانِ من

عاشقِ روئے توام اے شاہِ خوبانِ جہاں
ایں حکایت را بدانند آشکارا مرد و زن

اے شہِ خوباں میں عاشق ہوں لب و رخ کا ترے
جانتے یہ بات ہیں سارے جہاں کے مرد و زن

مُرد حافظؔ در غمت در گردنِ تو خونِ من
دامن بستانم از تو روزِ محشر ذوالمنن

قتل کرتا ہے مجھے حافظؔ وہ ہر شب ہجر میں
اس کی گردن پہ ہے گا حشر تک شب خونِ من

بالابلند عشوہ گرِ سرو نازِ من
کوتاہ کرد قصۂ زہدِ درازِ من

بالابلند عشوہ گرِ سرو نازِ من
کوتہ کرے ہے قصۂ زہدِ درازِ من

دیدی دلا کہ آخرِ پیری و زہد و علم
با من چہ کرد دیدۂ معشوقہ بازِ من

کیسے مجھے یہ آخرِ پیری و زہد میں
رسوا کرے ہے دیدۂ معشوقہ بازِ من

از آبِ دیدہ بر سرِ آتش نشستہ ام
کو فاش کرد در ہمہ آفاق رازِ من

گرم آنسوؤں نے بر سرِ آتش کیا مجھے
پھر فاش کر دیا ہمہ آفاق رازِ من

می ترسم از خرابیِ ایماں کہ می برد
محرابِ ابروئے تو حضور از نمازِ من

ایماں خراب کر دیا ابرو کے طاق نے
آیا ہے جب بھی یاد وہ اندر نمازِ من

مست ست یار و یادِ حریفاں نمی کند
یادش بخیر ساقیِ مسکیں نوازِ من

کچھ یادِ عاشقاں نہیں مستی میں یار کو
یادش بخیر ساقیِ مسکیں نوازِ من

یارب کے آں صبا بوزد کز نسیمِ او
گردد شمامۂ کرمش کارسازِ من

میری طرف بھی بھیج خدایا نسیم وہ
بن جائے جس کی بوئے کرم کارسازِ من

بر خود چو شمع خندہ زناں گریہ می کنم
تا با تو سنگدل چہ کند سوز و سازِ من

مانندِ شمع خندہ و گریہ کروں مگر
اس پہ اثر ذرا نہ کریں سوز و سازِ من

نقشے بر آب می زنم از گریہ حالیا
تا کے شود قرینِ حقیقت مجازِ من

غمگین ہوں میں نالۂ شبگیر ہے مجھے
یارب تو کر قرینِ حقیقت مجازِ من

محمود را دمے کہ بآخر رسید عمر
میداد جاں بزاری و میگفت ایازِ من

کچھ وقتِ نزع کم نہ ہوا عشقِ غزنوی
رو رو کے کہہ رہا تھا کہ آجا ایازِ من

گفتم بدلقِ زرق بپوشم نشانِ عشق
غمّاز بود اشک و عیاں کرد رازِ من

چاہا چھپاؤں دلق میں الفت کے راز کو
جب رک سکے نہ اشک، ہوا فاش رازِ من

زاہد ازیں نمازِ تو کارے نمی رود
ہم مستیِ شبانہ و راز و نیازِ من

آتے نہیں ہیں کام یہ پاکی و زاہدی
یہ مستیِ شبانہ، یہ راز و نیازِ من

یاراں بناز و نعمت و ما غرقِ محنتیم
بادے لبساز کارِ من اے کارسازِ من

ناز و نعم تو غیر کو رنج و الم ہمیں
یہ ساز و سوز کب تلک اے کارسازِ من

حافظ بہ غصہ سوخت بگو حالش اے صبا
با شاہِ دوست پرور دشمن گدازِ من

حافظ ہے غم سے سوختہ کہہ جاکے اے صبا
با شاہِ دوست پرور دشمن گدازِ من

بہارِ گُل طرب انگیز گشت و توبہ شکن
بشادیِ رخِ گُل بیخِ غم ز دل برکن

بہارِ گُل طرب انگیز، بادہ توبہ شکن
بشادیِ رخِ گُل شادمان مرغِ چمن

طریقِ صدق بیاموز ز آبِ صاف اے دل
براستی طلب آزادگی ز سروِ چمن

طریقِ صدق ملے آبِ صاف سے اے دل
براستی ملے آزادگی ز سروِ چمن

رسید بادِ صبا غنچہ از ہواداری
ز خود بروں شد و بر تن درید پیراہن

چلے ہے بادِ صبا یوں چمن میں ہر غنچہ
جنونِ عشق سے کرتا ہے چاک پیراہن

ز دستبردِ صبا گردِ گُل کلالہ ببیں
شکنجِ گیسوئے سنبل نگر بروئے سمن

کرے ہے شاد و شگفتہ نسیمِ نسریں کو
شکنجِ گیسوئے سنبل سجائے روئے سمن

عروسِ غنچہ بدیں زیور و تبسمِ خوش
معاشۂ دل و دیں میبرد بوجہِ حسن

لئے ہیں لوٹ دل و دیں عروسِ غنچہ نے
لبوں پہ پہنا تبسم ہے جب بوجہِ حسن

صفیرِ بلبلِ شوریدہ و نفیرِ ہزار
برائے وصلِ گُل آمد بروں ز قلبِ حزن

چمن میں خندۂ گُل دیکھ کے ہے بلبل کا
وصالِ گُل کے لئے زار زار قلبِ حزیں

حدیثِ قصۂ دوراں ز جام جو حافظؔ
بقولِ مطرب و فتوائے پیرِ صاحبِ فن

حدیثِ قصۂ دوراں ہے جام میں حافظؔ
بقولِ مطرب و فتوائے پیرِ صاحبِ فن

چو گل ہر دم بہ بویت جامہ بر تن
کنم چاک از گریباں تا بدامن

تری الفت میں اپنا جامۂ تن
کروں چاک از گریباں تا بدامن

تنت را دیدہ گل گوئی کہ در باغ
چو مستاں جامہ را بدرید بر تن

کیا پھولوں نے جامہ چاک اپنا
نظر آیا جو تیرا روئے روشن

من از دست غمت مشکل برم جاں
وے دل را تو آساں بردی از من

مجھے مشکل چھڑانی جان غم سے
تجھے آساں ہے بننا جاں کا دشمن

بقولِ دشمناں برگشتی از دوست
نگردد ہیچ کس با دوست دشمن

نہ سن اے دوست باتیں دشمنوں کی
بناتی دوستوں کو ہیں یہ دشمن

تنت در جامہ چوں در جام بادہ
دلت در سینہ چوں در سیم آہن

ہے تن جامے میں جیسے جام میں مے
ہے دل سینے میں یا در سیم آہن

بہار اے شمع اشک از دیدہ چوں میغ
کہ سوزِ دل شود بر خلق روشن

بہا لے شمع شب بھر آنسوؤں کو
کہ دل کا سوز ہو بر خلق روشن

مرو کز سینہ ام آہِ جگر سوز
برآید ہمچو دود از راہِ روزن

نکل سینے سے یوں اے آہِ سوزاں
دھواں جیسے نکلتا ہے بہ روزن

دلم را مشکن و در پا مینداز
کہ دارد در سرِ زلفِ تو مسکن

نہ کر یوں دل مرا پامال ظالم!
کہ اس کا کاکلِ مشکیں ہے مسکن

چو دل را بست در زلفِ تو حافظ
بدینساں کارِ او در پا میفگن

جو تیری زلف سے باندھا ہے دل کو
نہ توڑ اس کو یہ حافظ کا ہے بندھن

خدارا کم نشیں با خرقہ پوشاں — خدارا کم نشیں با خرقہ پوشاں
رُخ از رندانِ بیساماں مپوشاں — نہ رکھ محرومِ جلوہ بادہ نوشاں

دریں خرقہ بسے آلودگی ہست — بہت آلودہ خرقے زاہدوں کے
خوشا وقتِ قبائے مے فروشاں — ہے پاکیزہ قبائے مے فروشاں

چو مستم کردۂ مستور منشیں — نہ ہو مستور کرکے مست ساقی
چو نوشم دادۂ زہرم منوشاں — تیرا جلوہ ہے نوشِ بادہ نوشاں

تو نازک طبعی و طاقت نیاری — گراں نازک مزاجوں پر بہت ہیں
گرانی ہائے مشتے دلق پوشاں — گرانی ہائے بحثِ دلق پوشاں

دریں صوفی وشاں دردے ندیدم — بہت بیدرد ہیں دل صوفیوں کے
کہ صافی باد عیشِ دُرد نوشاں — صفا لیکن ہے طبعِ دُرد نوشاں

لبِ میگون و چشمِ مست بکشائی — لبِ میگون و چشمِ مست سے ہے
کہ از شوقت مئے لعل ست جوشاں — شرابِ نابِ لالہ فام جوشاں

بیا و زرقِ این سالوسیاں بیں — فریب و مکرِ سالوسیوں کے
صراحی خون دل و بربط خروشاں — دلِ شیشہ ہے خوں بربط خروشاں

تو در خوابی کجا دانی کہ عاشق — تو سوتا چین سے ہے اور عاشق
بسر در کوئے میگردد خروشاں — پھرے کوچے میں تیرے ہے خروشاں

ز دل گرمیِ حافظ بر حذر باش — یہ کیسی ہے دلِ حافظ کی گرمی
کہ دارد سینۂ چوں دیگ جوشاں — رکھے سینہ جو مثلِ دیگ جوشاں

زروز ور آو شبستانِ ما منور کن
دماغِ مجلسِ روحانیاں معطر کن

کبھی تو آ کہ شبستانِ دل منور ہو
دماغِ مجلسِ روحانیاں معطر ہو

بچشم و ابروئے جاناں سپردہ ام دل و جاں
بیا بیا و تماشائے طاق و منظر کن

بچشم و ابروئے جاناں سپرد جان و دل
کیے ہیں تا کہ تماشائے طاق و منظر ہو

از آں شمائلِ الطاف و حسنِ خویش کہ تراست
میانِ بزمِ حریفاں چو شمع سر بر کن

ملے شمائلِ الطاف و حسنِ خوش تجھ کو
تو آ کہ بزمِ طرب تیرے دم سے خوشتر ہو

طمع بہ نقدِ وصالِ تو حدِ ما نبود
حوالتم بہ لبِ لعلِ ہمچو شکر کن

یہ مانا میں نہیں لائق ہوں تیری وصلت کے
ہو خوب پل بھر اگر لعلِ لب میسر ہو

چو شاہدانِ چمن زیرِ دستِ حسنِ تو اند
کرشمہ بر سمن و ناز بر صنوبر کن

ہیں شاہدانِ چمن زیرِ دستِ حسن ترے
تو ناز کیوں نہ تجھے اے مرے صنوبر ہو

ستارۂ شبِ ہجراں نمی فشاند نور
بہ بامِ قصر بر آو چراغِ مہ بر کن

ستارۂ شبِ ہجراں میں نور ہے کم کم
نمودِ ماہ ترا ہو، تو شب منور ہو

ازیں مرقعِ پشمینہ نیک در تنگم
بیک کرشمۂ صوفی وشم قلندر کن

ہوا ہے تنگ عبا و قبا سے دل میرا
مجھے لباسِ گدا، جامۂ قلندر ہو

فضولِ نفس حکایت بسے کند ساقی
تو کارِ خود مدہ از دست و مے بساغر کن

فضولِ نفس نہ سن، رکھ خیال اے ساقی!
کہ ہو شراب سے پُر جام، لب پہ ساغر ہو

لب پیالہ ببوس آنگہاں بمستاں دہ
بدیں لطیفہ مشامِ خرد معطر کن

پیالہ اپنے لبوں سے لگا کے ہم کو دے
یوں ساقیا کہ مشامِ خرد معطر ہو

وگر فقیہ نصیحت کند کہ مے مخورید
پیالۂ بدہش گو دماغ را تر کن

نصیحتوں نے کیا مغزِ خشک واعظ کا
شراب دے اُسے تا کہ دماغ کچھ تر ہو

حجابِ دیدۂ ادراک شد شعاعِ جمال
بیاؤ خرگہِ خورشید را منور کن

حجابِ دیدۂ ادراک ہے شعاعِ رُخ
تو آ کہ دیدۂ دل حسن سے منور ہو

شنیدم از در و دیوارِ کوئے او صبا
کہ خاکِ راہ شو و نجاؤ خاک بر سر کن

ہے سرفراز وہی ایک کوئے جاناں میں
غبارِ خاکِ درِ یار جس کے سر پر ہو

پس از ملازمتِ عیش و عشقِ مہرویاں
ز کارہا کہ کنی شعرِ حافظ از بر کن

ہو جن کو دولتِ عیش و عشقِ مہرویاں
نہ کس طرح انہیں پھر شعرِ حافظ از بر ہو

صبح است ساقیا قدحے پُر شراب کن
دورِ فلک درنگ ندارد شتاب کن

آ ساقیا ایاغ مرا پُر شراب کر
دورِ فلک کو تاب نہیں، کچھ شتاب کر

زاں پیشتر کہ عالمِ فانی شود خراب
ما را ز جامِ بادۂ گلگوں خراب کن

قبل اس کے سارا عالمِ فانی خراب ہو
مجھ کو بہ جامِ بادۂ گلگوں خراب کر

خورشیدِ مے ز مشرقِ ساغر طلوع کرد
گر برگِ عیش می طلبی ترکِ خواب کن

خورشیدِ مے بہ مشرقِ ساغر ہوا طلوع
چاہے جو برگِ عیش لے ترکِ خواب کر

روزیکہ چرخ از گلِ ما کوزہا کند
زنہار کاسۂ سرِ ما پُر شراب کن

کوزے بنائے خاک سے میری بھی جو چرخ
زنہار سر کا کاسہ مرا پُر شراب کر

ما مردِ زہد و توبہ و طامات نیستیم
با ما بجامِ بادۂ صافی خطاب کن

ہم مردِ زہد و توبہ و طامات ہیں نہیں
ہم سے بجامِ بادۂ صافی خطاب کر

ہمچوں حباب دیدہ بروئے قدح کشای
ویں خانہ را قیاس اساس از حباب کن

ہے جوش جب نہ عالمِ فانی حباب ہے
تو جوشِ مے سے جام مرا پُر حباب کر

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد
ساقی بدورِ بادۂ گلگوں شتاب کن

ساقی جہانِ پیر جواں ہے بہار میں
تو بھی مرا اعادۂ عہدِ شباب کر

کارِ صواب بادہ پرستی ست حافظا
برخیز و عزم جزم بکارِ صواب کن

کارِ صواب بادہ پرستی ہے حافظا
چل اور بزمِ عیش میں کارِ صواب کر

فاتحہ چو آمدی بر سرِ خستہ بخواں
لب بکشا کہ می دہد لعلِ لبت بمردہ جاں

پڑھتا ہے آ کے فاتحہ جب وہ کبھی شکر دہاں
کھول کے اپنے لعلِ لب مُردوں میں ڈالتا ہے جاں

آنکہ بپرسش آمد و فاتحہ خواند و میرود
گو نفسے کہ روح را میکنم از پئیش رواں

آیا وہ پوچھنے کو جب جان تھی لب پہ آ چکی
ورنہ تو کس ساتھ ہیں اس کے میں روح و جاں رواں

اے کہ طبیبِ خستۂ روئے زبانِ من ببیں
کیں دم و دود سینہ ام بارِ دل است برزباں

آ کے طبیبِ خستگاں! دیکھ لے تو کس طرح
سینے کے دُود و دم مرے بارِ دلِ ہیں برزباں

گرچہ تبِ استخوانِ من کرد ز مہر گرم و رفت
ہمچو تبم نمی رود آتشِ مہر ز استخواں

گرمیِ عشق نے تری جب سے جلائیں ہڈیاں
جاتا نہیں کسی طرح میرا بخارِ استخواں

باز نشاں حرارتم ز آبِ دو دیدہ و ببیں
نبضِ مرا کہ میدہد ہیچ ز زندگی نشاں

گرچہ بجھایا اشک نے شعلۂ زندگی بہت
ہے مری نبض میں ابھی تھوڑا سا جان کا نشاں

حالِ دلم چو خالِ تو ہست در آتشش وطن
جسمم از آں دو چشمِ تو خستہ شدہ است و ناتواں

جس طرح خال ہے ترا آتشِ رُخ سے سوختہ
ہجر کی آگ سے ہے دل سوختہ میرا ناتواں

آنکہ مدام شیشہ ام از پئے لعل دادہ است
شیشہ ام از چہ میبرد پیشِ طبیب ہر زماں

شیشۂ خمرِ ارغواں جب ہے علاجِ دل مرا
شیشیاں میری پھر ہیں کیوں پیشِ طبیب ہر زماں

حافظ از آبِ زندگی شعرِ تو داد شربتم
ترکِ طبیب کن بیا نسخۂ شربتم بخواں

شعر سنا تو جب حافظا فکرِ طبیب پھر نہ کر
کہ تری نظم میں ہے اک نسخۂ نوشِ آبِ جاں

کرشمہ کن و بازارِ ساحری بشکن
بغمزہ رونقِ بازارِ سامری بشکن

ہو عشوہ ایسا کہ افسونِ سامری نہ رہے
بغمزہ رونقِ بازارِ ساحری نہ رہے

بباد دہ سر و دستارِ عالمے یعنی
کلاہ گوشہ بآئینِ دلبری بشکن

کلاہ کج ہو بہ آئینِ دلبری ایسی
جہاں میں سر و دستارِ افسری نہ رہے

برون خرام و ببر گوے خوبی از ہمہ کس
سزائے حور دہ و رونقِ پری بشکن

خرامِ ناز ترا دیکھ کر گلستاں میں
جمالِ حورِ جناں رونقِ پری نہ رہے

بآہوانِ نظر شیرِ آفتاب بگیر
بابروانِ دوتا قوسِ مشتری بشکن

بہ آہوانِ نظر شیرِ مہر بھی ہو شکار
جو دیکھے ابرو ترے قوسِ مشتری نہ رہے

چو عطرسائے شود زلفِ سنبل از دمِ باد
تو قیمتش ز سرِ زلفِ عنبری بشکن

ہو عطر پاش اگر زلفِ سنبلِ جاناں
تو مشکبار کوئی زلفِ عنبری نہ رہے

بزلف گوی کہ آئینِ سرکشی بگذار
بغمزہ گوی کہ قلبِ ستمگری بشکن

وہ زلف کیسی جو آئینِ سرکشی چھوڑے
رہے نہ ناز جو قلبِ ستمگری نہ رہے

چو عندلیبِ فصاحت فروش شد حافظ
تو رونقش بسخن گفتنِ دری بشکن

جو عندلیبِ سخن آپ کی سنے حافظ
رہے نہ اُس کی فصاحت سخن گری نہ رہے

گلبرگ را ز سنبلِ مُشکیں نقاب کن
یعنی کہ رُخ بپوش و جہانے خراب کن

سنبل سے گل کے چہرے کو اندر نقاب کر
گیسو سے رُخ چھپا کے جہاں کو خراب کر

بکشا بعشوہ نرگسِ مست و خراب را
وز رشک چشمِ نرگسِ رعنا پر آب کن

عشوے سے چشمِ مست دکھا اور رشک سے
گلشن میں چشمِ نرگسِ رعنا پُر آب کر

بفشاں عرق ز چہرہ و اطرافِ باغ را
چوں شیشہائے دیدۂ ما پر گلاب کن

ٹپکا کے چہرے سے عرق، اطرافِ باغ کو
مینائے چشم کی طرح، تو پُر گلاب کر

بوئے بنفشہ بشنو و زلفِ نگار گیر
بنگر برنگِ لالہ و عزمِ شراب کن

بادِ بہار، بوئے بنفشہ، ہوائے گُل
لے زلفِ یار ہاتھ میں، عزمِ شراب کر

زانجا کہ رسم و عادتِ عاشق کُشیِ تست
شمشیرکیں بخونِ دلِ ما خضاب کن

عاشق کُشی ہے شیوہ تو شمشیر کے لئے
خونِ دلِ فگار کو رنگِ خضاب کر

ما بختِ خویش و خوئے ترا آزمودہ ایم
با دشمناں قدح کش و با ما عتاب کن

دشمن پہ اتنے لطف و کرم اور ستم ہمیں
گر ہو سکے تو اُس پہ بھی تھوڑا عتاب کر

حافظ وصال می طلبد از رہِ دعا
یارب دعائے خستہ دلاں مستجاب کن

حافظ دعا وصال کی مانگے ہے رات دن
یارب دعائے خستہ دلاں مستجاب کر

مرغِ دلم طائریست قدسی عرش آشیاں
از قفسِ تن ملول سیر شدہ از جہاں

طائرِ قدسی دلِ مرا عرش ہے اس کا آشیاں
اس کے لئے ہے تن قفس خانۂ قید ہے جہاں

از در ایں خاکداں چوں بپرد مرغِ ما
باز نشیمن کند بر سرِ آں آشیاں

دور نہیں ہے دن بہت ہوگی نجات اس کی جب
جائے گا اپنے گھر میں یہ چھوڑ کے قیدِ خاکداں

چوں بپرد زیں جہاں سدرہ بود جائے او
تکیہ گہِ بازِ ما کنگرۂ عرش داں

اڑ کے جہانِ خاک سے عرشِ بریں پہ جائے گا
سدرہ بنے گا اس کا گھر اس کا مقام اوجِ شاں

سایۂ دولت فتد بر سرِ عالم بسے
گر بزند مرغِ ما بال و پرے در جہاں

پھیلیں گے اس کے بال و پر ایسے کہ ہوگا ہر طرف
سایۂ دولتِ ہما بر سرِ دنیا و جہاں

در دو جہانش مکاں نیست بجز فوقِ عرش
کانِ شے از معرفت جائے وے از لامکاں

عرش ہے اس کا آشیاں قصر ہے اس کا آسماں
اس کا خزانہ معرفت اس کا مکان لامکاں

عالمِ علوی بود جلوہ گہِ مرغِ ما
آبخورِ او بود گلشنِ باغِ جناں

عالمِ علویِ بریں جلوہ گہِ پرندِ دل
مشرب و آبخور ہے کوثر گلشنِ جناں

چوں دمِ وحدت زنی حافظِ شوریدہ حال
خامۂ توحید کش بر ورقِ انس و جاں

عشقِ وحید ہو تجھے ایسا کہ تجھ سے حافظا
لیویں سبق ہزار ہا جن و سروش و مردماں

یارب آں آہوئے مشکیں بختن بازرساں
واں سہی سروِ رواں را بچمن بازرساں

یا خدا آہوئے مشکیں بہ ختن پھر آئے
کرے وہ سروِ رواں سیرِ چمن پھر آئے

دلِ آزردۂ مارا بہ نسیمے بنواز
یعنی آں جانِ زتن رفتہ بتن بازرساں

اے صبا آ کے نوازش دلِ مغموم کی کر
آ مری جاں جو گئی چھوڑ کے تن پھر آئے

ماہ و خورشید بامرِ تو بمنزل چو رسند
یارِ مہ روئے مرا نیز بمن بازرساں

ماہ و خورشید جسے دیکھ کے ہوتے ہیں خجل
کاش وہ ماہ جبیں سیم بدن پھر آئے

سخن اینست کہ ما بے تو نخواہیم حیات
بشنو اے پیک سخن گیر و سخن بازرساں

سخنِ یار بنا بات نہیں بنتی کوئی
کاش اک لے کے سخن گیر سخن پھر آئے

سنگ شد گل گشت عقیق از اثرِ گریۂ من
یارب آں گوہرِ رخشاں بیمن بازرساں

سنگ کو لعل کیا گریۂ غم نے جس کے
وہ کبھی گوہرِ رخشانِ یمن پھر آئے

برُخِ طائرِ میمونِ ہمایوں طلعت
پیشِ عنقا سخن از زاغ و زغن بازرساں

کوئی اک طائرِ میمونِ ہمایوں طلعت
لے کے ساتھ اپنے کبھی اس کا سخن پھر آئے

آنکہ بودے وطنش دیدۂ حافظ یارب
بمرادش ز غریبی بوطن بازرساں

وہ کہ تھا جس کا وطن دیدۂ حافظ یارب
بھول کے راستہ وہ اپنے وطن پھر آئے

اے آفتاب آئینہ دارِ جمالِ تو — خورشید تیرا آئینہ دارِ جمال ہے
مشکِ سیاہ مجمرہ گردانِ خالِ تو — کرتا سیاہ مشک کو مشکین خال ہے

اے نو بہارِ عارضِ فرخندہ فالِ تو — اے نو بہار اے تیرا فرخندہ فال رخ
مشروحِ کارنامۂ خوبی جمالِ تو — تفسیرِ کارنامۂ حسن و جمال ہے

در اوجِ ناز و نعمتی اے پادشاہِ حسن — ہے ایسے اوجِ ناز پہ وہ نازنیں مرا
یارب مباد تا بہ قیامت زوالِ تو — جس میں کہیں نہ تا بہ قیامت زوال ہے

تا پیشوائے بخت روم تہنیت کناں — میں پیشوائے بخت کے لیتا ہوں یوں قدم
کو مژدۂ ز مقدمِ عیدِ وصالِ تو — آ آ جو لے کے مژدۂ عیدِ وصال ہے

تا آسماں ز حلقہ بگوشانِ ما شود — حلقہ بگوش تیرا بنا آسمان بھی
کو عشوۂ ز ابروئے ہمچوں ہلالِ تو — دیکھی جب اس نے ابروئے رشکِ ہلال ہے

در چینِ زلفش اے دلِ مسکیں چگونۂ — اے دل! تو قید کیسا ہے زلفوں کے پیچ میں
کاشفتہ گفت بادِ صبا شرحِ حالِ تو — سنتے ہیں واں بہت ترا آشفتہ حال ہے

برخاست بوئے گل ز درِ آشتی درآ — مہکا ہے بوئے گل سے چمن، پر ترے بنا
اے نو بہارِ ما رُخِ فرخندہ فالِ تو — محرومِ زینتِ رُخِ فرخندہ فال ہے

آں نقطۂ سیاہ کہ آمد مدارِ نور — اک نقطۂ سیاہ جو ہے نور سے بھرا
عکسیست در حدیقۂ بینش ز خالِ تو — رکھتا ہماری آنکھ کو روشن وہ خال ہے

صحنِ سرائے دیدہ بشستم ولے چہ سود
کایں گوشہ نیست درخورِ خیلِ خیالِ تو

صحنِ سرائے چشم دُھلا اشک سے مگر
تیرا ہوا نہ درخورِ خیلِ خیال ہے

درصدرِ خواجہ عرضِ کدامیں جفا کنم
شرحِ نیازمندیِ دل یا ملالِ تو

خواجہ کی بارگاہ میں کیسے کروں بیاں
کیوں دل مرا جفا سے تری پُرملال ہے

حافظ دریں کمند سرِ سرکشاں بسے ست
سودائے کج مپز کہ نباشد مجالِ تو

پھندے میں زلف کے ہیں سرِ سرکشاں بہت
حافظ بچا نہ سر کو، یہ کارِ محال ہے

اے پیکِ راستاں خبرِ سروِ ما بگو
احوالِ گل بہ بلبلِ دستاں سرا بگو

قاصد مجھے آج حالِ دلِ دلربا کہو
احوالِ گل بہ بلبلِ دستاں سرا کہو

ما محرمانِ خلوتِ اُنسیم غم مخور
با یارِ آشنا سخنِ آشنا بگو

ہم محرمانِ خلوتِ الفت ہیں بے خطر
با یارِ آشنا سخنِ آشنا کہو

دلہا زدامِ طرہ چو بر خاک می فشاند
باآں غریب ما چہ گذشت اے صبا بگو

نکلا کمندِ زلف سے جب سے دلِ مرا
گزری ہے اس غریب پہ کیا اے صبا کہو

گرچیں چو میشد آں سرِ زلفینِ مشکبار
با ما سرِ چہ داشت زبہرِ خدا بگو

کتنے چھپا کے جور و ستم میرے واسطے
رکھے ہیں اس نے زلف میں بہرِ خدا کہو

گر دیگرت برآں درِ دولت گذر فتد
بعد از ادائے خدمت و عرضِ دعا بگو

گزرو اگر تم اُس درِ دولت سے اے صبا
جا کے پیامِ عشق دو میری دعا کہو

ہر کس کہ گفت خاکِ درِ دوست توتیاست
گو ایں سخن معاینہ در چشمِ ما بگو

جو خاک کوئے یار پڑی آنکھ میں مری
سرمہ اُسے خیال کرو، توتیا کہو

مرغِ چمن بموئیہ من دوش می گریست
آخر تو واقفی کہ چہ رفت اے صبا بگو

روتا نہیں ہے ایک وہی ہجر کے سبب
بلبل سے جا کے حال مرا اے صبا کہو

در راہِ عشق فرقِ غنی و فقیر نیست
اے پادشاہِ حسن سخن با گدا بگو

ہے فرق عشق میں نہ غنی و فقیر میں
اے شاہِ حسن کوئی سخن با گدا کہو

آں مے کہ در سبو دلِ صوفی بعشوہ برد
کے در قدح کرشمہ کند ساقیا بگو

وہ مے کہ لُوٹتی دلِ صوفی ہے در سبو
عشوہ کرے گی جام میں کب ساقیا کہو

آنکس کہ منع ما ز خرابات می کند
گو در حضورِ پیرِ من ایں ماجرا بگو

زاہد جو گے بندۂ پیرِ مغاں اگر
جا کے تم اُس سے اپنا کبھی ماجرا کہو

جاں پرور است قصۂ اربابِ معرفت
رمزے ازو بپرس و حدیثے بیا بگو

جاں بخش ہے جو صحبتِ اربابِ معرفت
رمز اُس سے پوچھو یا غمِ رازِ فنا کہو

ہر چند ما بدیم تو مارا بداں مگیر
شاہانہ ماجرائے گناہِ گدا بگو

گر ہیں فقیر اور بُرے ہیں تو کیا ہوا
شاہانہ ماجرائے گناہِ گدا کہو

برایں فقیر نامۂ آں محتشم بخواں
باایں گدا حکایتِ آں پادشا بگو

میں ہوں فقیر مجھ سے کرو ذکرِ محتشم
نادار ہوں تو ہوں سخنِ پادشا کہو

حافظ گرت بہ مجلسِ او راہ می دہند
مے نوش و ترکِ زرق برائے خدا بگو

کیا کم ہے حافظا، وہ بلاتا ہے تم کو خود
جاؤ کرو نہ شکوہ، سلام و دعا کہو

اے خونبہائے نافۂ چیں خاکِ راہِ تو
خورشید سایہ پرورِ طرفِ کلاہِ تو

اے خونبہائے نافۂ چیں خاکِ راہِ تو
خورشید سایہ پرورِ طرفِ کلاہِ تو

نرگس کرشمہ میبرد از حد بروں خرام
اے جاں فدائے شیوۂ چشمِ سیاہِ تو

نرگس ادائیں کرتی بہت ہے مگر مری
ہے جاں فدائے شیوۂ چشمِ سیاہِ تو

خونم بخور کہ ہیچ ملک با چنیں جمال
از دل نیایدش کہ نویسد گناہِ تو

دیکھے گا جب فرشتہ ترے حسن و ناز کو
کس دل سے وہ لکھے گا خطا و گناہِ تو

آرام و خوابِ خلقِ جہاں را سبب توئی
زاں شد کنارِ دیدہ و دل تکیہ گاہِ تو

آرام و خوابِ خلقِ جہاں ہیں ترے سبب
مخلوق کے ہیں دیدہ و دل تکیہ گاہِ تو

با ہر ستارہ سر و کار است ہر شبم
از حسرتِ فروغِ رخِ ہمچو ماہِ تو

اختر شماری مجھ سے کراتی ہے رات بھر
یہ حسرتِ فروغِ رُخِ رشکِ ماہِ تو

یارانِ ہمنشیں ہمہ از ہم جدا شدند
مائیم و آستانۂ دولت پناہِ تو

یارانِ ہم نشیں ہوں جدا پر نہ ہوں الگ
میں اور آستانۂ دولت پناہِ تو

یارِ بداں مباش کہ مانندِ بختِ نیک
یارِ تو باد ہر کہ بود نیک خواہِ تو

یارِ بداں نہ بن کہ بنیں بختِ نیک سے
وہ یار تیرے صرف جو ہیں نیک خواہِ تو

فردائے روزِ حشر کہ عرضِ خلائق است
باشد دراں میاں بمن افتد نگاہِ تو

محشر میں مشکلات بہت ہیں مگر مری
مشکل ہو سہل گر پڑے مجھ پر نگاہِ تو

حافظ طمع مبر ز عنایت کہ عاقبت
آتش زند بخرمنِ غم دودِ آہِ تو

نومید رنجِ عشق میں مت ہو کہ حافظا
شاید جلائے خرمنِ غم سرد آہِ تو

ای قبائے پادشاہی راست بر بالائے تو
زینتِ تاج و نگیں از گوہرِ والائے تو

دیتا زیبائی قبا کو ہے قدِ بالا ترا
زینتِ تاج و نگیں ہے گوہرِ والا ترا

آفتابِ فتح را ہر دم طلوعے میدہد
از کلاہِ خسروی رخسارِ مہ سیمائے تو

آفتابِ فتح نکلے ہے افق سے ہر سحر
دیکھ کر دمکا ہوا رخسارِ مہ سیما ترا

جلوہ گاہِ طائرِ اقبال گردد ہر کجا
سایہ اندازد ہمائے چترِ گردوں سائے تو

جلوہ گاہِ طائرِ اقبال بنتی ہے جہاں
سایہ ڈالے ہے ہمائے چترِ گردوں سا ترا

از رسومِ شرع و حکمت با ہزاراں اختلاف
نکتہ ہرگز نشد فوت از دلِ دانائے تو

گو رسومِ شرع و حکمت میں ہزاروں ہیں جدل
جانتا لیکن ہے ہر نکتہ دلِ دانا ترا

آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت میچکد
طوطیِ خوش لہجہ یعنی کلکِ شکر خائے تو

نوک سے ہر دم ہے ٹپکے جس کی آبِ زندگی
طوطیِ خوش لہجہ سا ہے کلکِ شکر خا ترا

گرچہ خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالم ست
روشنائی بخشِ چشمِ اوست خاکِ پائے تو

ہے جو خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالمی
روشنی بخشے ہے اس کو ذرۂ زیرِ پا ترا

آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار
جرعۂ بود از زلالِ جامِ جاں افزائے تو

جستجو جس کی سکندر کو رہی تھی عمر بھر
تھا فقط اک جرعۂ آبِ جامِ جاں افزا ترا

عرضِ حاجت در حریمِ حضرتت محتاج نیست
رازِ کس مخفی نماند بر فروغِ رائے تو

عرضِ حاجت کی ضرورت تیری درگہ میں نہیں
راز سارے جانتا ہے دیدۂ بینا ترا

خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند
بر امیدِ عفوِ جاں بخش گنہ فرسائے تو

اپنی پیری کو جواں رکھتا ہے حافظ اس لئے
بخش دے گا ہر خطا رحمِ گنہ فرسا ترا

بجانِ پیرِ خرابات و حقِ صحبتِ او
کہ نیست در سرِ من جز ہوائے خدمتِ او

بجانِ پیرِ خرابات و حقِ صحبتِ او
کہ سر میں ہے نہ مرے جز خیالِ خدمتِ او

بہشت اگرچہ نہ جائے گناہگاران است
بیار بادہ کہ مستظہرم برحمتِ او

بہشت مانا نہیں جا گناہگاروں کی
بھروسا مجھ کو بہت ہے مگر برحمتِ او

چراغ صاعقۂ آں سحاب روشن باد
کہ زد بخرمنِ من آتشِ محبتِ او

چراغ صاعقہ سے ہو اس طرح روشن
لگائے دل میں مرے آتشِ محبتِ او

بر آستانۂ میخانہ گر سرے بینی
مزن بپائے کہ معلوم نیست نیتِ او

بر آستانۂ میخانہ سر اگر دیکھے
لگا نہ ٹھوکر اسے جانے کیا ہے نیتِ او

بیار بادہ کہ دوشم سروشِ عالمِ غیب
نوید داد کہ عام است فیضِ رحمتِ او

پلاؤ بادہ کہ لایا سروشِ غیب سے یہ
نویدِ نیک کہ ہے عام فیضِ رحمتِ او

مکن بچشمِ حقارت نگاہ بر منِ مست
کہ نیست معصیت و زہد بے مشیتِ او

نہ ڈال چشمِ حقارت تو شیخ مستوں پر
کہ ہے نہ زہد و خطا کوئی بے مشیتِ او

نمیکند دلِ من میلِ زہد و توبہ ولے
بنامِ خواجہ بکوشم و فرِ دولتِ او

ہے کام کیا مجھے توبہ سے پر میں کرتا ہوں
برائے قربتِ خواجہ برائے دولتِ او

ولا طمع مبر از لطفِ بے نہایتِ دوست
کہ نیست جز کرم و رحمِ خلق رغبتِ او

ملے گا تجھ کو بھی اس لطفِ بے نہایت حق
کہ ہے نہ جز کرم و رحمِ خلق رغبتِ او

مدام خرقۂ حافظ ببادہ در گرو است
مگر ز خاکِ خرابات بود فطرتِ او

رہا ہے خرقۂ حافظ شراب میں گروی
بنی ہے خاکِ خرابات سے جو فطرتِ او

تابِ بنفشہ میدہد طرۂ مشکسائے تو
پردۂ غنچہ میدرد خندۂ دلکشائے تو

پیچ بنفشہ ڈالتی گیسوئے مشکسائے تو
پردۂ گل ہے چیرتا خندۂ دلکشائے تو

اے گلِ خوش نسیمِ من بلبلِ خویش را مسوز
کز سرِ صدق میکند شب ہمہ شب دعائے تو

اے گلِ خوش نسیم تو بلبلِ خوش نوا کی سن
کرتا ہے صدقِ دل سے وہ شب ہمہ شب دعائے تو

دشمن و دوست گو بگو ہر غرضے کہ ممکن است
جورِ ہمہ جہانیاں میکشم از برائے تو

دشمن و دوست سے غرض اب نہ رہی مجھے کوئی
جورِ زمانہ سب کا سب جھیلتا ہوں برائے تو

خرقۂ زہد و جامِ مے گرچہ نہ درخورِ من است
ایں ہمہ نقش میزنم در طلبِ وفائے تو

خرقۂ زہد و جامِ مے تیرے بغیر کچھ نہیں
رندی و زہد ایک ہیں در طلبِ وفائے تو

شورِ شرابِ سوزِ عشق آں نفسم رود زیاد
کایں سرِ پُر ہوس شود خاکِ درِ سرائے تو

شورِ شراب و سوزِ عشق میرے رہیں گے ساتھ ساتھ
ہوگا نہ جب تلک یہ سر خاکِ درِ سرائے تو

من کہ ملول گشتمے از نفسِ فرشتگاں
قال و مقالِ عالمے میکشم از برائے تو

ہے نفسِ فرشتگاں کرتا ملول دل مگر
قال و مقالِ دو جہاں جھیلتا ہوں برائے تو

مہرِ رخت سرشتِ من خاکِ درت بہشتِ من
عشقِ تو سرنوشتِ من راحتِ من رضائے تو

چہرہ ترا مری سرشت خاکِ درِ حسیں بہشت
عشق ہے میری سرنوشت راحتِ من رضائے تو

دلقِ گدائے عشق را گنج بود در آستیں
زود بسلطنت رسد ہر کہ بود گدائے تو

دلقِ گدائے عشق کا گنج ہے آستین میں
ملتی ہے سلطنت اسے بنتا ہے جو گدائے تو

دولتِ عشق بیں کہ چوں از سرِ فخر و احتشام
گوشۂ تاجِ سلطنت می شکند گدائے تو

دولتِ عشق دیکھ تو کیسے ہزار ناز سے
گوشۂ تاجِ سلطنت کرتا ہے خم گدائے تو

شاہ نشینِ چشمِ من تکیہ گہِ خیالِ تست
جائے دعاست شاہِ من بے تو مباد جائے تو

گوشۂ چشم ہی مرا تکیہ گہِ خیال ہے
ہے یہ دعا مرا خدا رکھے تجھے نہ جائے تو

خوش چمنے ست عارضت خاصہ کہ در بہارِ حسن
حافظِ خوش کلام شد مرغِ سخن سرائے تو

مرغ ترا بن گیا چمن جب سے بہارِ حسن میں
حافظِ خوش کلام ہے مرغِ سخن سرائے تو

گلبنِ عیش می دمد ساقیِ گلعذار کو — غنچۂ عیش کھل گیا، ساقیِ گلعذار لا
بادِ بہار می وزد بادۂ خوشگوار کو — بادِ بہار آ گئی، بادۂ خوشگوار لا

ہر گلِ نو ز گلرخے یاد ہمی کند ولے — ہوتا ہے گلعذار اک ہر گلِ نو کی خاک میں
گوشِ سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو — گوشِ سخن شناس لا، دیدۂ اعتبار لا

مجلسِ بزمِ عیش را غالیۂ مراد نیست — مجلسِ بزمِ عیش کو بوئے مراد چاہیے
اے دمِ صبحِ خوش نفس نافۂ زلفِ یار کو — اے دمِ صبحِ خوش نفس! نافۂ زلفِ یار لا

حسن فروشیِ گلم نیست تحمل اے صبا — حسن فروشی پھول کی مجھ سے نہ دیکھی جائے ہے
دست زدم بخونِ دل بہرِ خدا نگار کو — ہوتا ہے خونِ دل مرا، بہرِ خدا نگار لا

شمعِ سحرگہی اگر لاف ز عارضِ تو زد — کرتی ہے شمعِ صبحدم رخ سے ترے مقابلہ
خصم زباں دراز شد خنجرِ آبدار کو — اس کی زباں دراز ہے خنجرِ آبدار لا

گفت مگر ز لعلِ من بوسہ نداری آرزو — کہتا ہے کون لعلِ لب کی نہیں مجھ کو آرزو
مُردم ازیں ہوس ولے قدرت و اختیار کو — مرتا ہوں اس ہوس میں، پر نہیں قدرت و اختیار لا

حافظ اگرچہ در سخن خازنِ گنجِ حکمت است — خازنِ گنجِ عقل ہے حافظؔ شاعری اگر تو
از غمِ روزگارِ دوں طبعِ سخن گزار کو — چپ کرے غم ہے کیوں تجھے، طبعِ سخن گزار لا

مرا چشمے ست خوں افشاں ز چشمِ آں کماں ابرو
جہاں پر فتنہ می بینم از آں چشم و ازآں ابرو

مجھے دی چشمِ خوں افشاں اُسے چشمِ کماں ابرو
زمانے بھر کے درپے ہیں وہ آنکھیں وہ جواں ابرو

غلامِ چشمِ آں ترکم کہ در خوابِ خوش مستی
نگاریں گلشنش روئے ست و مشکیں سایباں ابرو

غلامِ چشم ہوں اُس کا کہ اندر خوابِ خوش مستی
چمن ہے جس کا چہرہ جس کی مشکیں سایباں ابرو

ہلالی شد تنم زیں غم کہ با طغرائے مشکینش
کہ باشد مہ کہ بنماید ز طاقِ آسماں ابرو

ہلالِ ابروئے مشکینِ جاناں کو اگر دیکھے
دکھائے پھر کبھی اپنی نہ ماہِ آسماں ابرو

ہمیشہ چشمِ مستش را کمانِ حسن در زہ باد
کہ از پشتی تیرِ او کشد بر مہ کماں ابرو

دے یارب اُس کی چشمِ مست کو حسنِ کماں ایسا
لگے ڈر چاند کو کھینچے جو چشم اپنی کماں ابرو

روانِ گوشہ گیراں را ز جنبش طرفہ گلزار است
کہ بر طرفِ سمن زارش ہمی گردد چماں ابرو

دکھائے وہ اگر انداز اپنا خانقاہوں میں
بنائے روح و جانِ گوشہ گیراں بوستاں ابرو

رقیباں غافل اند از ما کز آں چشمِ سیہ ہر دم
ہزاراں گونہ پیغام ست و حاجب درمیاں ابرو

مجھے بھیجے ہیں چشمِ ناز نے پیغام صد گونہ
رقیباں سے ہیں غافل پر بنی ہے رازداں ابرو

دگر حور و پری را کس نگوید با چنیں حسنے
کہ ایں را ایں چنیں چشم ست و آں را آنچناں ابرو

کرے ہر گز نہ وہ حور و پری کے حسن کی پروا
جو دیکھے اُس کی چشمِ قاتل اور افزائے جاں ابرو

تو کافر دل نمی بندی نقابِ زلف و می ترسم
کہ محرابم بگرداند خمِ آں دلستاں ابرو

نقابِ زلف سے چہرہ چھپاتا ہے وہ بے حد بھی
مگر محراب ہے میرے لیے وہ دلستاں ابرو

اگرچہ مرغِ زیرک بود حافظ در وفاداری
بہ تیرِ غمزہ صیدش کرد چشمِ آں کماں ابرو

اگرچہ مرغ دانا ہے بہت حافظ محبت میں
بہ تیرِ غمزہ کرتی صید ہے اُس کو کماں ابرو

مُطربِ خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بنو

مطربِ خوش نوا کہو تازہ بتازہ نو بنو
بادۂ دل کشا پیو تازہ بتازہ نو بنو

با صنمے چو لعبتے خوش بنشیں بخلوتے
بوسہ ستاں بکام از و تازہ بتازہ نو بنو

بیٹھو بتوں کے ساتھ میں ہاتھ لو ان کے ہاتھ میں
ان کے لبوں کو بوسہ دو تازہ بتازہ نو بنو

ساقیِ سیم ساقِ من نیست مَیم بیار پیش
زود کہ پُر کنم سبو تازہ بتازہ نو بنو

ساقیِ سیم ساقِ من مجھ کو ہے غم مجھے تھکن
جام شراب سے بھرو تازہ بتازہ نو بنو

بر ز حیات کے خوری گر نہ مدام مے خوری
بادہ بخور بیادِ او تازہ بتازہ نو بنو

زندگی زندگی نہیں بادہ اگر ملے نہیں
مے سے اسے سنوار لو تازہ بتازہ نو بنو

شاہدِ دلربائے من میکند از برائے من
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

یار مرا مرے لیے آیا ہے ناز سے لیے
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

بادِ صبا چو بگذری بر سرِ کوئے آں پری
قصۂ حافظش بگو تازہ بتازہ نو بنو

بادِ صبا تمہارا گر ہو کوئے یار سے گزر
قصۂ حافظ اب کہو تازہ بتازہ نو بنو

چراغِ روئے ترا شمع گشت پروانہ
مرا ز عشقِ تو از حالِ خویش پروانہ

چراغِ رخ کی بنی تیرے شمع پروانہ
ہوا جو عشق رہی اور کوئی پروا نہ

خرد کہ قیدِ مجانینِ عشق می فرمود
بہ بوئے حلقۂ زلفِ تو گشت دیوانہ

جنونِ عشق کو ڈالے تھی قید میں جو خرد
کیا ہے اُس کو بھی گیسو کے خم نے دیوانہ

بہ مژدہ جاں بصبا داد شمع در نفسے
ز شمعِ روئے تو اش چوں رسید پروانہ

نثار شمع نے کی جان جب صبا آئی
چراغِ رخ کا ترے لے کے ایک پروانہ

بہ بوئے زلفِ تو گر جاں بباد رفت چہ شد
ہزار جانِ گرامی فدائے جانانہ

دی ہم نے جان اگر بوئے زلف پر تو کیا
ہزار جانِ گرامی فدائے جانانہ

بر آتشِ رخِ زیبائے تو بجائے سپند
بغیرِ خالِ سیاہت کہ دید بہ دانہ

جلائیں آتشِ رخ پر سپند کیوں جبکہ
نہیں ہے خال سے بہتر کوئی سیہ دانہ

چہ نقشہا کہ برانگیختیم و سود نداشت
فسونِ ما بر او گشتہ است افسانہ

ہماری جادوگری کا اثر ہوا نہ کوئی
فسوں ہمارا ہے اُس کے لئے اک افسانہ

مرا بہ دورِ لبِ دوست ہست پیمانے
کہ بر زباں نبرم جز حدیثِ پیمانہ

فقط بہ دورِ لبِ دوست ہے مرا پیمان
کہ اس زباں پہ نہیں کچھ سوائے پیمانہ

منِ غریب زِ غیرت فتادم از پا دوش
نگارِ خویش چو دیدم بدستِ بیگانہ

زمیں میں گڑ گیا غیرت سے میکدے میں کل
کنارِ یار میں دیکھا جو میں نے بیگانہ

حدیثِ مدرسہ و خانقہ مگوے کہ باز
فتادہ در سرِ حافظ ہوائے میخانہ

تو ذکرِ مدرسہ و خانقہ نہ سن حافظ
رکھ اپنے سر میں نہ کچھ جز خیالِ میخانہ

ای کہ با سلسلۂ زلفِ دراز آمدۂ
فرصتت باد کہ دیوانہ نواز آمدۂ

لے کے اک سلسلۂ زلفِ دراز آیا ہے
باندھنے دل کو وہ دیوانہ نواز آیا ہے

آب و آتش بہم آمیختۂ از لبِ لعل
چشمِ بد دور کہ خوش شعبدہ باز آمدۂ

آبِ آتش کی ملاوٹ ہے لبوں میں جس کے
چشمِ بد دُور وہ خوش شعبدہ باز آیا ہے

چشمِ تو گرچہ بہ غمزہ دلم برباید
لیک صد حیف کہ بیگانہ نواز آمدۂ

غمزۂ چشم سے برباد کیا دل میرا
لیکن افسوس وہ بیگانہ نواز آیا ہے

ساعتے ناز مفرمای و بگرداں عادت
چوں بہ پرسیدنِ اربابِ نیاز آمدۂ

ایک ساعت کیلئے چھوڑ دے نازش اے جاں
کرنے گر پرسشِ اربابِ نیاز آیا ہے

آفریں بر دلِ نرمِ تو کہ از بہرِ ثواب
کشتۂ غمزۂ خود را بنماز آمدۂ

دیکھیے نرم دلی بعد میرے قتل کے وہ
خود ہی پڑھنے کو جنازے کی نماز آیا ہے

زہدِ من با تو چہ سنجد کہ بیغمائے دلم
مست و آشفتہ بخلوتگہِ راز آمدۂ

زہد کیا میرا کرے لوٹنے وہ جب دل کو
مست و آشفتہ بہ خلوت گہِ راز آیا ہے

پیشِ بالائے تو میرم چہ بصلح و چہ بجنگ
کہ بہر حال برازندۂ ناز آمدۂ

جنگ ہو صلح ہو مرتا ہوں میں قد پر اسکے
جب بھی وہ سروِ مرا چل کے بہ ناز آیا ہے

گفت حافظ دگرت خرقہ شراب آلودہ است
مگر از مذہبِ ایں طائفہ باز آمدۂ

صاف حافظ کا کیا خرقہ آلودہ بہت
بادہ خواری سے کبھی پر نہ وہ باز آیا ہے

خنک نسیمِ معنبر شمامۂ دلخواہ
کہ در ہوائے تو برخاست بامدادِ پگاہ

خنک نسیمِ معنبر شمامۂ دلخواہ
کھلا ہے غنچۂ الفت مرا بوقتِ پگاہ

دلیلِ راہ شو اے طائرِ خجستہ لقا
کہ دیدہ آب شد از شوقِ خاکِ آں درگاہ

تو بن کے راہ نما طائرِ خجستہ لقا
غریبِ عشق کو دکھلا دیارِ یار کی راہ

منم کہ بے تو نفس میزنم زہے خجلت
مگر تو عفو کنی ورنہ چیست عذرِ گناہ

ہوں شرمسار کہ زندہ ہوں ہجر میں اب تک
اور اس لئے بھی کہ ہے پاس کچھ نہ عذرِ گناہ

ببیں بشخصِ نزارم کہ غرقِ خونِ دلست
ہلال را ز کنارِ شفق کنند نگاہ

ہوا مرا تنِ لاغر غریقِ خونِ جگر
ہلال ڈوبا شفق میں ہے اس پہ ڈال نگاہ

ز دوستانِ تو آموخت در طریقتِ مہر
سپیدہ دم کہ صبا چاک زد شعارِ سیاہ

صبا نے سیکھا طریق و رواجِ عاشق سے
دریدہ کرنا سحر رات کا شعارِ سیاہ

بعشقِ روئے تو روزے کہ از جہاں بروم
ز تربتم بدمد سرخ گل بجائے گیاہ

مروں اگر میں ترا دیکھ کے رخِ روشن
مری لحد پہ اگیں سرخ گل بجائے گیاہ

مدہ بخاطرِ نازک ملالت از من راہ
کہ حافظِ تو ہمیں لحظہ گفت بسم اللہ

نہ ہوگا خاطرِ نازک پہ بار حافظ اب
کہ ہے وہ چلنے کو تیار کہہ کے بسم اللہ

در سرائے مغاں رفتہ بود و آب زدہ
نشستہ پیر و صلائے بہ شیخ و شاب زدہ

کچھ ایسا پاک و صفا خانۂ شراب ہوا
کہ اُس کا پیرِ مغاں پیرِ شیخ و شاب ہوا

سبوکشاں ہمہ در بندگیش بستہ کمر
ولے ز طرفِ کُلہ خیمہ بر سحاب زدہ

ہیں بندگی میں تری مے کشاں کمر بستہ
وہ جن کا طرفِ کُلہ خیمہ بر سحاب ہوا

فروغِ جام و قدح نورِ ماہ پوشیدہ
عذارِ مغبچگاں راہِ آفتاب زدہ

فروغِ جام کرے نورِ ماہتاب خجل
عذارِ مغبچگاں رشکِ آفتاب ہوا

گرفتہ ساغرِ عشرت فرشتۂ رحمت
ز جرعہ بر رخِ حور و پری گلاب زدہ

اُٹھائے ساغرِ عشرت فرشتۂ رحمت
وہ جس سے چہرۂ حور و پری گلاب ہوا

ز شور و عربدۂ شاہدانِ شیریں کار
شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ

فساد و عربدۂ شاہدانِ شیریں سے
شکر شکستہ ہوئی منقطع رباب ہوا

عروسِ بخت در آں حجلہ با ہزاراں ناز
کشیدہ وسمہ و بر برگِ گل گلاب زدہ

عروسِ بخت شبستاں میں میرے یوں آئی
کہ زرد چہرہ لئے دیکھ کے گلاب ہوا

سلام کردم و با من بروئے خنداں گفت
کہ اے خمار کشِ مفلسِ شراب زدہ

جو مست و خوش مجھے دیکھا تو یہ کہا اس نے
تو خوش نصیب ہے جو مفلسِ شراب ہوا

کہ کرد اینکہ تو کردی بہ ضعفِ ہمت و رائے
ز گنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ

یہ ہے دلاوری برباد کرکے گھر اپنا
مکینِ میکدہ و خانۂ خراب ہوا

وصالِ دولتِ بیدار ترسمت ندہند
کہ خفتۂ تو در آغوشِ بختِ خواب زدہ

وصالِ دولتِ بیدار ہو سکا نہ اُسے
جو بختِ خفتہ کے پہلو میں محوِ خواب ہوا

ہلال تا کہ مگر نعلِ مرکبش گردد
زبامِ عرش صدش بوسہ بر تراب زدہ

ہلال کو ہوئی خواہش ہو نعلِ اسپ ترا
وہ چومنے کو خمیدہ تری تراب ہوا

خرد کہ ملہمِ غیب ست بہرِ کسبِ شرف
زرشئے صدق صدش بوسہ بر جناب زدہ

یقیں جو رکھتا ہے الہام و علمِ پوشیدہ
اسے ہے فخر ترا بندۂ جناب ہوا

بیا بمیکدہ حافظؔ کہ بر تو عرضہ کنم
ہزار صف ز دعاہائے مستجاب زدہ

یہ میکدہ وہ جگہ ہے کہ رند اے حافظؔ
دعا جو کی تو کرم اس پہ بے حساب ہوا

فارسی	اردو
دوش رفتم بدرِ میکدہ خواب آلودہ خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ	شب میں پہنچا بہ درِ میکدہ خواب آلودہ خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ
آمد افسوس کناں مغبچۂ بادہ فروش گفت بیدار شو اے رہروِ خواب آلودہ	کتنا مخلص تھا وہ اک مغ بچۂ بادہ فروش بولا بیدار ہو اے رہروِ خواب آلودہ
شست و شوئی کن و آنگہ بخرابات خرام تا نگردد ز تو ایں دیر خراب آلودہ	آ نہا دھو کے ہوا کھا کے خرابات میں تو تاکہ تجھ سے نہ ہو یہ دیر خراب آلودہ
بہ ہوائے لبِ شیریں دہناں چند کنی جوہرِ روح بیاقوتِ مذاب آلودہ	ہوسِ شیریں دہاں میں تو کرے گا کب تک جوہرِ روح بہ یاقوتِ مذاب آلودہ
بہ طہارت گذراں منزلِ پیری و مکن خلعتِ شیب بہ تشریفِ شباب آلودہ	منزلِ پیری بے پاکی سے گزر اور نہ کر خلعتِ شیب بہ تشریفِ شباب آلودہ
آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق غرقہ گشتند و نگشتند بآب آلودہ	آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق غرق ہو کر بھی نہیں ہوتے بہ آب آلودہ
پاک و صافی شو و از چاہِ طبیعت بدر آ کہ صفائے ندہد آبِ تراب آلودہ	چاہے گر پاکی تو اس چاہِ طبیعت سے نکل کہ صفا کرتا نہیں آبِ تراب آلودہ
گفتم اے جانِ جہاں دفترِ گل عیبے نیست کہ شود وقتِ بہار از مے ناب آلودہ	پوچھا کیا عیب ہو اک دفترِ گل میں اے جاں وقتِ گل اس کو کرے گر مئے ناب آلودہ
گفت حافظ لغز و نکتہ بیاراں مفروش آہ ازیں لطف بانواعِ عتاب آلودہ	سن کے ناراض ہوا مغ بچہ حافظ لیکن لطف کرتا رہا با نوعِ عتاب آلودہ

سحرگاہاں کہ مخمورِ شبانہ
گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ

سحر کے وقت مخمورِ شبانہ
پیوں میں بادہ با چنگ و چغانہ

نہادم عقل را زادِ رہ از مے
ز شہرِ ہستیش کردم روانہ

میں دے کے عقل کو زادِ رہ مے
کروں ہستی کی دنیا سے روانہ

ز بندی زاں میاں طرفے کمروار
اگر خود را بہ بینی درمیانہ

کمرواروں کا بنتا ہے وہ محرم
فنا خود کو کرے جو درمیانہ

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

نہ آسانی سے آوے دام میں وہ
کہ عنقا کا ہے اونچا آشیانہ

ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست
خیالِ آب و گِل در رہ بہانہ

ندیم و مطرب و ساقی وہی ہے
خیالِ دو جہاں سب اک بہانہ

کہ بندد طرفِ وصل از حسنِ شاہے
کہ با خود عشق ورزد جاودانہ

امیدِ وصل ہو اس حسن سے کیا
جسے خود سے ہو عشق جاودانہ

بدہ کشتیِ مے تا خوش برآئیم
ازیں دریائے ناپیدا کرانہ

ہو ساقی کشتیِ مے ایسی پختہ
کرے جو پار بحرِ بیکرانہ

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش
کہ نبود جز تو اے مردِ یگانہ

مکاں خالی ہے بیگانوں سے مے پی
ہے تو ہی اک یہاں مردِ یگانہ

نگارے مے فروشم عشوۂ داد
کہ ایمن گشتم از مکرِ زمانہ

دکھا ساقی کچھ ایسے ناز و انداز
کہ دے فرصت مجھے مکرِ زمانہ

زساقیِ کماں ابرو شنیدم
کہ اے تیرِ ملامت را نشانہ

اے ساقیِ کماں ابرو نہ مجھ کو
بنا تیرِ ملامت کا نشانہ

وجودِ ما معمائیست حافظ
کہ تحقیقش فسون ست و فسانہ

وجود اپنا معمّا ایسا حافظ
کہ حل اُس کے ہیں افسون و فسانہ

نصیبِ من چو خرابات کردہ است الٰہ　　　نصیب میں ہے خرابات جب بفضلِ الٰہ
دریں میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ　　　تو شیخ اِس میں کہو تم ہے کیا ہمارا گناہ

کسیکہ در ازلش جامِ مے نصیب افتاد　　　دیا ازل میں ہے جب ساغرِ شراب ہمیں
چرا بحشر کنند ایں گناہ را درخواہ　　　کریں ہیں حشر میں کیوں پھر سوال خواہ مخواہ

بگو بزاہدِ سالوسِ خرقہ پوشِ دو روئی　　　کہو یہ زاہدِ سالوسِ خرقہ پوش دو رُو
کہ دستِ رزق درازست و آستیں کوتاہ　　　کہ دستِ مکر ہے لمبا اور آستیں کوتاہ

تو خرقہ را ز برائے ہوا ہمی پوشی　　　پہنتے شیخ ہیں صرف اس لئے عبا و قبا
کہ تا بزرق بری بندگانِ حق از راہ　　　کہ مکر سے وہ کریں بندگانِ حق گمراہ

غلامِ ہمتِ رندانِ بے سر و پایم　　　غلامِ ہمتِ رندانِ بے سر و پا ہم
کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیششاں یک کاہ　　　نظر میں جن کی ہیں کون و مکان سب یک کاہ

مرادِ من ز خرابات چونکہ حاصل شد　　　مرادِ دل جو خرابات میں ہوئی حاصل
دلم ز مدرسہ و خانقاہ گشت سیاہ　　　رہی نہ مدرسہ و خانقہ کی دل میں چاہ

برو گدائے درِ ہر گدائے شو حافظ　　　جو ہے گدائے فقیرانِ معرفت حافظ
تو ایں مراد بیابی مگر بنفحۂ اللہ　　　خزانۂ دو جہاں اُس کا ہے بفیضِ الٰہ

اے بادِ نسیمِ یار داری
زاں نفحۂ مشکبار داری

اے بادِ نسیمِ یار تجھ میں
ہے نافۂ مشکبار تجھ میں

زنہار مکن دراز دستی
با طرۂ اوچہ کار داری

کاکل سے نہ کر دراز دستی
اس کا نہیں اختیار تجھ میں

اے گل تو کجا و روئے زیباش
او مشک و تو خار داری

اے گل ذرا دیکھ یار کا رخ
مُشک اس میں ہے اور خار تجھ میں

ریحاں تو کجا و خطِ سبزش
او تازہ و تو غبار داری

ریحاں ذرا دیکھ سبزۂ خط
تازہ ہے وہ اور غبار تجھ میں

نرگس تو کجا و چشمِ مستش
او سرخوش و تو خمار داری

نرگس ذرا دیکھ آنکھ اُس کی
سرخوش ہے وہ اور خمار تجھ میں

اے سرو تو با قدِ بلندش
در باغ چہ اعتبار داری

اے سرو! جو دیکھے اُس کی قامت
کچھ بھی نہ ہو افتخار تجھ میں

اے عقل تو با وجودِ عشقش
در دست چہ اختیار داری

ہر چند ہو تجھ کو الفت اے عقل!
کیا ہے بھلا اختیار تجھ میں

روزے برسی بوصلِ حافظ
گر طاقتِ انتظار داری

ممکن ہے وصالِ یار حافظ
ہو طاقتِ انتظار تجھ میں

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تا راہ رو نباشی کے راہبر شوی

اے بے خبر بکوشش کہ صاحب خبر ہو تُو
رہرو اگر بنے تُو کبھی راہبر ہو تُو

در مکتبِ وجود بہ پیشِ ادیبِ عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

اس مکتبِ وجود میں پیشِ ادیبِ عشق
لیوے اگر سبق تو پسر سے پدر ہو تُو

دست از مسِ وجود چو مردانِ رہ بشوی
تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی

الفت کے راستے میں مٹائے خودی اگر
مل جائے کیمیا تجھے تانبے سے زر ہو تُو

خواب و خورت ز مرتبۂ عشق دُور کرد
آنگہ رسی بہ دوست کہ بے خواب و خور شوی

کرتا ہے دُور مرتبۂ عشق خواب و خور
گر قرب یار چاہیے بے خواب و خور ہو تُو

گر نورِ عشقِ حق بہ دل و جانت اوفتد
باللہ کز آفتابِ فلک خوب تر شوی

پُر نور عشقِ حق سے ہوں گر جان و دل ترے
خورشید آسمان سے بھی خوب تر ہو تُو

از پائے تا سرت ہمہ نورِ خدا شود
در راہِ ذوالجلال چو بے پا و سر شوی

روشن خدا کے نور سے ہو سر سے پاؤں تک
گر راہِ ذوالجلال میں بے پا و سر ہو تُو

بنیادِ ہستیِ تو چو زیر و زبر شود
در دل مدار ہیچ کہ زیر و زبر شوی

بنیادِ ہستی زیر و زبر ہو اگر تری
گردش سے آسماں کی نہ زیر و زبر ہو تُو

وجہِ حقیقت ار شودت منظرِ نظر
زیں پس شکے نماند کہ صاحب نظر شوی

چہرہ بنائے حق کا اگر منظرِ نظر
مقبول چشمِ حق میں ہو صاحب نظر ہو تُو

گر در سرت ہوائے وصال است حافظا
باید کہ خاکِ درگہِ اہلِ بصر شوی

حافظ وصالِ یار کی رکھتا ہے گر ہوس
لازم ہے خاکِ درگہِ اہلِ بصر ہو تُو

ای پادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
دل بے تو بجاں آمد وقت ست کہ باز آئی

اے بادشہِ خوباں اے ملکۂ رعنائی
دیکھ آ کے خدارا تو ایذائے غمِ تنہائی

اے دردِ توام درماں در بسترِ ناکامی
وے یادِ توام مونس در گوشۂ تنہائی

اس بسترِ ناکامی میں درد ترا درماں
ہے یاد تیری مونس در گوشۂ تنہائی

مشتاقی و مہجوری دور از تو چناںم کرد
کز دست بخواہد شد دامانِ شکیبائی

مشتاقی و مہجوری نے ضعف دیا ایسا
چھوٹا میری ہاتھوں سے دامانِ شکیبائی

دائم گلِ ایں بستاں شاداب نمی باشد
دریاب ضعیفاں را در وقتِ توانائی

اے گل نہیں رہوے گی دائم تیری شادابی
دلجوئی ضعیفوں کی کر وقتِ توانائی

صد بادِ صبا اینجا بے سلسلہ می رقصد
اینست حریف اے دل تا بادیہ پیمائی

صد بادِ صبا رقصاں ہیں گیسوئے مشکیں میں
کر تو بھی دلِ خستہ کچھ بادیہ پیمائی

در دائرۂ قسمت ما نقطۂ پرکاریم
لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی

تقدیر کے چکر میں بے بس ہوں مگر جانم
مجبوریِ الفت سے ہوتی ہے دل افزائی

فکرِ خود و رائے خود در عالمِ رندی نیست
کفرست دریں مذہب خود بینی و خود رائی

فکرِ خود و رائے خود رندی میں نہیں جائز
بے دینی ہے اس دیں میں خود بینی و خود رائی

یارب بکہ بتواں گفت ایں نکتہ کہ در عالم
رخسارہ بکس ننمود آں شاہدِ ہرجائی

رخسار دکھاتا ہے عارف کو نہ صوفی کو
مستور کچھ ایسا ہے وہ شاہدِ ہرجائی

دوش گلۂ زلفت با بادِ صبا کردم
گفتا غلطی بگذر زیں فکرتِ سودائی

بیکار گلہ کرنا ہے زلف کے قیدی کو
یہ خام خیالی ہے یہ فکر ہے سودائی

ساقی چمنِ گل را بے روئے تو رنگے نیست
شمشاد خراماں کن تا باغ بیارائی

ساقی چمنِ گل میں بن تیرے نہیں رونق
شمشاد خراماں بن کر باغ کی آرائی

زیں دائرۂ مینا خونیں جگرم مے دہ
تا حل کنم ایں مشکل زیں ساغرِ مینائی

یہ دائرۂ مینا کرتا ہے جگر خونیں
مشکل میری آساں کر دے ساغرِ مینائی

حافظ شبِ ہجراں شد بوئے خوشِ صبح آمد
شادیت مبارک باد اے عاشقِ شیدائی

جاتی ہے شبِ ہجراں ہوتی ہے سحر حافظ
کھلتی ہے کلی دل کی اے عاشقِ شیدائی

اے در رُخِ تو پیدا انوارِ بادشاہی
در فکرتِ تو پنہاں صد حکمتِ الٰہی

رُخ میں ترے نمایاں انوارِ بادشاہی
دانش میں تیری پنہاں صد حکمتِ الٰہی

کلکِ تو بارک اللہ در ملک و دیں کشادہ
صد چشمۂ آبِ حیواں از قطرۂ سیاہی

خامے نے تیرے کھولے سب رازِ کشور و دیں
صد چشمۂ آبِ حیواں یک قطرۂ سیاہی

بر اہرمن نتابد انوارِ اسمِ اعظم
ملک آنِ تست و خاتم فرما ہر آنچہ خواہی

چمکیں نہ اہرمن میں انوارِ اسمِ اعظم
خاتم کرے ہے تیرے فرمان و حکمِ شاہی

در حشمتِ سلیماں ہر کس کہ شک نماید
بر عقل و دانشِ او خندند مرغ و ماہی

گر حشمتِ سلیماں پہ شک کرے ہے کوئی
اُس کی خرد پہ خنداں ہوتے ہیں مرغ و ماہی

تیغے کہ آسمانش از فیضِ خود دہد آب
تنہا جہاں بگیرد بے منتِ سپاہی

وہ تیغ جس کو دیوے ہے آب فیضِ گردوں
ہے حکمراں جہاں میں بے منتِ سپاہی

گر پرتوے ز تیغت بر کان و معدن افتد
یاقوتِ سرخ رو را بخشند رنگِ کاہی

شمشیر تیری ایسی خوف و خطر ہے جس کے
یاقوتِ سرخ کا بھی ہوتا ہے رنگ کاہی

دانم دلت ببخشد بر اشکِ شب نشیناں
گر حالِ ما بپرسی از بادِ صبحگاہی

حالت پہ شب نشینوں کی اس کو رحم آئے
جا کے تو گر خبر دے لے بادِ صبحگاہی

ساقی بیار آبے از چشمۂ خرابات
تا خرقہا بشوئیم از عُجبِ خانقاہی

چشمے سے میکدے کے تھوڑا سا آب ساقی
خرقے سے تاکہ دھوئیں ہم نازِ خانقاہی

باز ار چہ گاہ گاہے بر سر نہد کلاہے
مرغانِ قاف دانند آئینِ پادشاہی

شاہیں جو گاہے گاہے رکھتا ہے تاج سر پر
دیتا ہے کرگسوں کو آئینِ بادشاہی

دردو دمانِ آدم تا وضعِ سلطنت ہست
مثلِ تو کس ندیدہ است ایں علم را کماہی

ہر طور ابنِ آدم نے دیکھی حکمرانی
تجھ سی مگر نہ دیکھی اک شانِ بادشاہی

کلکِ تو خوش نویسد در شانِ یار و اغیار
تعویذِ جاں فزائی افسونِ عمر کاہی

دیتا ترا قلم ہے یاروں کو دشمنوں کو
تعویذِ دل فزائی، افسونِ جاں تباہی

عمریست پادشاہا کز مے تہی ست جامم
اینک ز بندہ دعوی وز محتسب گواہی

اے شاہ! مدتوں سے ہے جام میرا خالی
دیتا ہے محتسب بھی اس بات کی گواہی

اے عنصرِ تو مخلوق از کیمیائے عزت
وے دولتِ تو ایمن از صدمتِ تباہی

پیدا ہو تیرا عنصر عزت کی کیمیا سے
ہو شے نہ تیری دولت کو صدمۂ تباہی

جائے کہ برقِ عصیاں بر آدمِ صفی زد
مارا چگونہ زیبد دعوائے بے گناہی

برقِ گناہ نے جب آدم کو بھی نہ چھوڑا
کیسے کروں میں عاصی دعوائے بے گناہی

جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی
ظلم از جہاں بروں شد تا تو جہاں پناہی

تیری فرشتہ خصلت جورِ فلک کو روکے
امن و امان بخشے تیری جہاں پناہی

حافظ چو دوست از تو گہگاہ مے برد نام
رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواہی

کیا کم ہے یہ کہ گاہے پوچھے وہ تجھ کو حافظ
رنجیدہ مت ہو بن کر تو اس کی عذر خواہی

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی
بے زر و گنج بصد حشمتِ قاروں باشی

گر تری وجہِ خرابی مے گلگوں ہووے
بے زر و گنج تجھے حشمتِ قاروں ہووے

در مقامے کہ صدارت بہ فقیراں بخشند
چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزوں باشی

دیوے ہے جاہ و صدارت جو گدا پیرِ مغاں
بندہ بن اُس کا کہ عزت تری افزوں ہووے

تاجِ شاہی طلبی گوہرِ ذاتی بنما
ور خود از گوہرِ جمشید و فریدوں باشی

تاجِ شاہی نہ ملے گوہرِ ذاتی کے بدوں
خوش نسب کتنا ہی جمشید و فریدوں ہووے

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

یوں تو خطرے ہیں رہِ منزلِ لیلیٰ میں بہت
خوف ہوتا نہیں اُس دل میں جو مجنوں ہووے

کارواں رفت و تو در خوابے و بیاباں در پیش
کے روی رہ ز کہ پرسی چہ کنی چوں باشی

کارواں چھٹ گیا صحرا ہے پڑا تو ہی بتا
ہم سے یہ فاصلے کس طرح اور کیوں ہووے

نقطۂ عشق نمودم بتو ہاں سہو مکن
ورنہ چوں بنگری از دائرہ بیروں باشی

نقطۂ عشق بنایا ہے دل اپنا جب کہ
حلقۂ زلف سے یہ کس طرح بیروں ہووے

ساغرِ مے نوش کن و جرعہ بر افلاک فشاں
تا بچند از غمِ ایام جگر خوں باشی

پی کے مے مست ہو اور تھوڑی سی گردوں پہ چھڑک
غمِ ایام سے تا یوں نہ جگر خوں ہووے

حافظا از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست
ہیچ خوش دل نپسندد کہ تو محزوں باشی

حافظا اشعار ترے خلق کو مقبول ہیں جب
شکوہ کرتا ہے تو کیوں کاہے کو محزوں ہووے

اے دل اگر از چاہِ زنخداں بدر آئی
ہر جا کہ روی زود پشیماں بدر آئی

دل چھوڑ کے گر چاہِ زنخداں نکل آئے
ہو کے وہ بہت خوار و پشیماں نکل آئے

ہشدار کہ گر وسوسۂ عقل کنی گوش
آدم صفت از روضۂ رضواں بدر آئی

جو بات سنے وسوسۂ عقل و خرد کی
آدم صفت از روضۂ رضواں نکل آئے

تا کے چو صبا بر تو گمارم دمِ ہمت
کز غنچہ چو گل خرم و خنداں بدر آئی

یوں چھیڑ اُسے بادِ صبا جب کہ چمن میں
غنچے سے وہ گل خرم و خنداں نکل آئے

در تیرہ شبِ ہجرِ تو جانم بلب آمد
وقت ست کہ ہمچوں مہِ تاباں بدر آئی

تاریک شبِ ہجر ہے اور جان لبوں پر
ہے وقت کہ اُس کا مہِ تاباں نکل آئے

جاں میدہم از حسرتِ آں لعلِ دہانش
باشد کہ چو خورشیدِ درخشاں بدر آئی

ہم جس کے لبِ لعل پہ دیتے ہیں دل و جاں
وہ آئے تو خورشیدِ درخشاں نکل آئے

شاید کہ بآبے فلکت دست بگیرد
گر تشنہ لب از چشمۂ حیواں بدر آئی

ملتا ہے اُسے آبِ فلک فیضِ خدا سے
جو تشنہ لب از چشمۂ حیواں نکل آئے

در خانۂ غم چند نشینی بملامت
وقت ست کہ از دولتِ سلطاں بدر آئی

مدت سے ہے دل میرا مکیں خانۂ غم کا
دے حکم اُسے اے مرے سلطاں نکل آئے

بر خاکِ درت بستہ ام از دیدہ دو صد جوی
باشد کہ تو چوں سروِ خراماں بدر آئی

ہے آس مجھے دیکھے جو یہ اشک جو در پر
گھر سے وہ مرا سروِ خراماں نکل آئے

حافظ مکن اندیشہ کہ آں یوسفِ مصری
باز آید و از کلبۂ احزاں بدر آئی

آئے جو نظر اپنا اُسے یوسفِ مصری
حافظ زِ غمِ کلبۂ احزاں نکل آئے

اے کہ بر ماہ از خطِ مشکیں نقاب انداختی
لطف کردی سایۂ بر آفتاب انداختی

دیکھ کر رُخ پر زلف ہو جائے ہے ماہ اندر نقاب
اور ہو جائے ہے تیرے سامنے سائے آفتاب

تا چہ خواہد کرد بر ما آب زلفِ عارضت
حالیا نیرنگ رنگِ خوش بر آب انداختی

جاں کو دیتا رنگ ہے نیرنگ اُس رخسار کا
جس کا پرتو دیکھ کر ہو جائے ہے خوش رنگ آب

گوئے خوبی بردی از خوبانِ عالم شاد باش
جامِ کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی

سامنے تیرے جھکیں خوبانِ عالم جس طرح
پیشِ کیخسرو نگوں ہو جائے ہے افراسیاب

گرچہ از مستی خرابم طاعتِ من رد مکن
کاندریں شغلم بامیدِ ثواب انداختی

میں خرابِ مست ہوں تو "گر خطا پوشی مری
کر جو بخشے ہے گنہ مل جائے ہے اُسکو ثواب

گنجِ عشقِ خود نہادی در دلِ ویرانِ من
سایۂ دولت بریں کنجِ خراب انداختی

گنجِ الفت جب تو دیوے ہے دلِ ویران کو
سایۂ دولت میں یہ ہو جائے ہے گنجِ خراب

خوابِ بیداراں ببستی آنگہ از نقشِ خیال
تہمتے بر شبروانِ خیلِ خواب انداختی

تیرے نقشِ فکر سے عشاق کی اُڑتی ہے نیند
پیشِ بیداری نگوں ہو جائے ہے اک خیلِ خواب

پردہ از رخ برفگندی یک نظر در جلوہ گاہ
وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی

پردہ جب رخ سے اُٹھائے ہے تو جلوہ گاہ میں
چہرۂ حور و پری ہو جائے ہے اندر حجاب

از برائے صیدِ دل در گردنم زنجیرِ زلف
چوں کمندِ خسروِ مالک رقاب انداختی

ڈالے ہے زنجیرِ گیسو جب مری گردن میں تو"
تیری صیادی بہت ہو جائے ہے کارِ ثواب

نصرۃ الدین شاہ یحییٰ اے کہ تاجِ آفتاب
از سرِ تعظیم و قدرت در تراب انداختی

نصرۃ الدین شاہ یحییٰ تیری عظمت دیکھ کر
آفتابِ تازہ بھی ہو جائے ہے اندر تراب

داورِ دارا شکوہا اے آنکہ تاجِ آفتاب
از سرِ تعظیم بر خاکِ جناب انداختی

داورِ دارا شکوہ کے سامنے سورج کا تاج
عرضِ تسلیمات سے ہو جائے ہے خاکِ جناب

زینہار از آبِ شمشیرت کہ شیراں را از آں
تشنہ می کردی و گر دل را در آب انداختی

تابِ تیغ و آبِ شمشیرِ شہنشہ دیکھ کر
خوف سے ہو جائے ہے دل شیر کا بھی غرقِ آب

بادہ نوش از جامِ عالم بیں کہ بر اورنگِ جم
شاہدِ مقصود را از رخ نقاب انداختی

گر پلائے تو اپنے جامِ عالم بین سے
شاہدِ مقصود کا ہو جائے ہے رُخ بے نقاب

ہر کسے با شمعِ رخسارت بوجہے عشق داشت
زیں میاں پروانہ را در اضطراب انداختی

دیکھتا جو بھی ہے شمعِ عارضِ روشن تری
اس کو ہو جائے ہے پروانے کی صورت اضطراب

از فریبِ نرگسِ مخمور و چشمِ مے پرست
حافظِ خلوت نشیں را در شراب انداختی

از فریبِ نرگسِ مخمور و چشمِ مے پرست
حافظِ خلوت نشیں ہو جائے ہے مستِ شراب

اے کہ در کشتنِ ما ہیچ مدارا نہ کنی
سود و سرمایہ بسوزی و محابا نہ کنی

ظلم دن رات کرے رحم ذرا سا نہ کرے
قتل بے باک کرے خوف محابا نہ کرے

دردمندانِ محبت زہرِ ہلاہل نوشند
قصدِ ایں قوم خطا باشد ہاں تا نہ کنی

غمزدہ تیرے پئیں زہرِ ہلاہل کیونکر
زہرِ قاتل ہے مگر قتل وہ تجھ سا نہ کرے

رنج ما را کہ تواں بُرد بیک گوشۂ چشم
شرطِ انصاف نباشد کہ مداوا نہ کنی

غمزۂ چشم مٹ سکتا ہے جب رنج و الم
نہیں انصاف اگر میرا مداوا نہ کرے

دیدۂ ما کہ بامید تو دریاست چرا
بتفرج گذرے بر لبِ دریا نہ کنی

تیری امید پہ اشکوں کے بہائے دریا
سیر اے یار تو کیوں بر لبِ دریا نہ کرے

نقلِ ہر جور کہ از خلقِ کریمت گویند
قولِ صاحب غرضاں است تو آنہا نہ کنی

جور بڑھ چڑھ کے بیاں کرتے ہیں عشاق بہت
وہ ستمگر ہی پہ ظلم بھی اتنا نہ کرے

بر تو گر جلوہ کند شاہدِ ما اے زاہد
از خدا جز مے و معشوق تمنا نہ کنی

جلوہ شاہد کا مرے دیکھے اگر تو زاہد
کوئی پھر جز مے و معشوق تمنا نہ کرے

حافظا سجدہ بمحرابِ دوابرو بش کن
کہ دعائے ز سرِ صدق جز آنجا نہ کنی

سجدہ حافظ کرے محرابِ دوابرو میں جو
پھر پرستش کبھی وہ اور کسی جا نہ کرے

ای کہ در کوئے خرابات مقامے داری
جم وقت خودی ار دست بجامے داری

کوئے میخانہ میں گر تو بہ مقام آجائے
بنے جمشید، ترے ہاتھ میں جب جام آجائے

ای کہ با زلف و رخ یار گزاری شب و روز
فرصتت باد کہ خوش صبحے و شامے داری

تو گزارے جو شب و روز بہ زلفِ جاناں
ناچتی صبح طرب، جھومتی شام آجائے

ای صبا سوختگاں بر سر رہ منتظر اند
گر از یار سفر کردہ پیامے داری

منتظر بیٹھے بہت راہ پہ ہیں سوختگاں
کاش ایسے میں صبا لے کے پیام آجائے

بوئے جاں از لب خندان قدح میشنوم
بشنو ای خواجہ تو گر زانکہ مشامے داری

بوئے جاں ہے لبِ خندانِ قدح میں خواجہ
کہو ساقی سے کہ باعطرِ مشام آجائے

گلۂ ازی طلبداز تو غریبے چہ شود
تو ئی امروز دریں شہر کہ نامے داری

مہرباں ہو جو تو دیوانوں پہ اپنے اے جاں
ہر زباں پر ترا اس شہر میں نام آجائے

گو بہنگام وفا گرچہ ثباتت نبود
میکنم شکر کہ بر جور دوامے داری

بے ثباتیِ وفا کا نہ کرے دل شکوہ
کہیں ایسا ہی نہ ہو جور دوام آجائے

مہرباں شد فلکے ترک جفا کاری کرد
تو ئی ایجاں کہ دریں شیوہ قوامے داری

مہرباں چرخ ہوا، جور و جفا ترک کیے
کرنا یارب اسے بھی مہر قوام آجائے

خال سرسبز تو خوش دانۂ عیشست ولے
بر کنار چمنش وہ کہ چہ دامے داری

خالِ سرسبز ترا، دانۂ عشرت ایسا
زلف رخ پہ ہو تو ہر صید بہ دام آجائے

بس دعائے سحرت حافظ جاں خواہد بود
تو کہ چوں حافظ شب خیز غلامے داری

مہرباں ہو تو اگر حافظِ شب خیز پہ، دو
دے دعائے سحری ان کے غلام آجائے

اے کہ مہجوریِ عُشاق روا میداری
بندگاں را ز برِ خویش جدا میداری

تُو جو مہجوریِ عشاق روا رکھتا ہے
کیسے اپنے سے تو اپنوں کو جُدا رکھتا ہے

تشنۂ بادیہ را ہم بزلالے دریاب
بامیدے کہ دریں رہ بخدا میداری

تشنگی صحرانوردوں کی بجھا دے ساقی
جو عزیزوں کو رکھے اُسکو خدا رکھتا ہے

دل ربودی و بحل کردمت اے جاں لیکن
بہ ازیں دار نگاہش کہ مرا میداری

دل مرا لے مری جاں لے تو لیا ہے تُو نے
کر نگہداری خزانہ تو بزار رکھتا ہے

ساغرِ ما کہ حریفانِ دگر می نوشند
ما تحمل نکنیم ار تو روا میداری

جام بھرتا ہے ہمارا جو حریفوں کے لئے
وہ نہیں ہم کو روا تُو جو روا رکھتا ہے

اے مگس عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہِ تست
عرضِ خود میبری و زحمتِ ما میداری

عاشقی کھیل سمجھتا ہے جو بچوں کا کوئی
ہارنا بازی ہے انجام بُرا رکھتا ہے

تو بہ تقصیرِ خود افتادی ازیں در محروم
از کہ می نالی و فریاد چرا میداری

اپنی کوتاہی سے محروم درِ یار ہے جو
اثرِ نالہ نہ تاثیرِ دُعا رکھتا ہے

اے دلِ خام طمع شرمت ازیں قصہ باد
کارِ ناکردہ چہ امیدِ عطا میداری

اے دلِ خام طمع شرم کی ہے بات کہ تُو
کام کرتا نہیں امیدِ عطا رکھتا ہے

حافظا عادتِ خوباں ہمہ جور است و جفا
تو گر ازیں طائفہ امیدِ وفا میداری

حافظا عادتِ خوباں نہیں جز جور و جفا
کیا ہے پھر ان سے تو امیدِ وفا رکھتا ہے

ایں خرقہ کہ من دارم در رہنِ شراب اولیٰ
ویں دفترِ بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ

یہ خرقہ آلودہ ہے رہنِ شراب اولیٰ
یہ دفترِ بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ

چوں عمر تبہ کردم چندانکہ نگہ کردم
در کنجِ خراباتے افتادہ خراب اولیٰ

ان گوشہ نشینوں کو کیسے یہ بتائیں ہم
میخانے کے گوشے میں ہونا ہے خراب اولیٰ

من حالِ دلِ شیدا با خلق نخواہم گفت
کایں قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ

یوں حالِ دلِ شیدا رو رو کے نہ بتلاؤ
قصہ ہے بتانا یہ با چنگ و رباب اولیٰ

تا بے سر و پا باشد اوضاعِ فلک زیں ساں
در سر ہوسِ ساقی در دست شراب اولیٰ

ہے بے سر و پا طرزِ افلاک تو ہم کو بھی
اولیٰ ہوسِ ساقی، شوقِ مئے ناب اولیٰ

از ہمچو تو دلدارے دل بر نکنم آرے
گر تاب کشم بارے زاں زلفِ بتاب اولیٰ

غم کی دلِ خستہ کو ہے تاب نہیں لیکن
اے زلفِ پریشاں ہے پر تیرا عتاب اولیٰ

چوں مصلحت اندیشی دور است ز درویشی
ہم سینہ پُر آتش بہ ہم دیدہ پُر آب اولیٰ

موزوں نہیں درویشی میں مصلحت اندیشی
ہے سوختہ دل بہتر ہے دیدۂ پُر آب اولیٰ

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں شو
رندی و ہوسناکی در عہدِ شباب اولیٰ

رندی و ہوسناکی زیبا نہیں پیری میں
مانا کہ بہت حافظ تیرا تھا شباب اولیٰ

الحمدللہ علیٰ معدلۃ السلطان
احمد شیخ اویس حسن ایلخانی

شکر اللہ کا ہے عدل ترا سلطانی
احمد شیخ اویسِ حسن ایلخانی

خانِ بن خان شہنشاہ و شہنشاہ نژاد
آنکہ می زیبد اگر جانِ جہانش خوانی

خانِ خاناں ہے شہنشہ ہے شہنشاہوں کا
جانِ جانانِ جہاں ہے حسن خاقانی

برشکن طرۂ ترکانہ کہ در کاکل تست
بخشش و کوششِ قاآنی و چنگز خانی

شکنِ طرۂ ترکانہ میں تیرے ہیں بہت
بخشش و کوششِ قاآنی و چنگز خانی

ماہ اگر بے تو بر آید بدو نیمش بزنند
دولتِ احمدی و معجزۂ سبحانی

نکلے بے حکم اگر چاند کریں دو ٹکڑے
دولتِ احمدی و معجزۂ سبحانی

جلوۂ حسن تو دل می برد از شاہ و گدا
چشم بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی

جلوۂ حسن ترا لوٹے دلِ شاہ و گدا
رُخ ترا جانِ جہاں چہرہ ترا جانانی

از گل فارسیم غنچۂ عیشے نشگفت
حبذا دجلۂ بغداد و مے روحانی

کیا ہوا گر نہ کھلا غنچۂ دل فارس میں
دیکھے ہے دجلۂ بغداد و مئے روحانی

سرِ عاشق کہ نہ خاکِ در معشوق بود
کے خلاصش بود از محنتِ سرگردانی

سرِ عاشق جو نہ خاکِ درِ معشوق بنے
نہیں کچھ اس کو بجز محنتِ سرگردانی

همہ اطراف گرفت و همہ آفاق کشاد
صیتِ مسعودی و آوازِ شہِ سلطانی

ہوئی اطرافِ جہاں میں ہوئی آفاق میں بھی
شہرتِ رحمت و انصافِ شہِ سلطانی

دیدہ نادیدہ باقبالِ تو ایماں آورد
مرحبا اے ہمہ لطفِ خدا ارزانی

لائیں ایماں ترے اقبال پہ بے دیکھے سب
تجھ پہ کچھ ایسے ہیں لطف و کرمِ یزدانی

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم
بُعدِ منزل نبود در سفرِ سُلطانی

گرچہ ہوں دور تری یاد میں پیتا ہوں شراب
بُعدِ منزل نہیں رکھتا سفرِ روحانی

اے نسیمِ سحری خاکِ رہِ یار بیار
تا کند حافظؔ ازاں دیدۂ جاں نورانی

لے کے آ خاکِ رہِ یار کچھ اے بادِ صبا
تا وہ حافظؔ کا کرے دیدۂ جاں نورانی

بچشمِ مہر اگر با من جہاں را یک نظر بودے
از آں سیمیں بدن کامم بحولی یا چو زر بودے

بچشمِ مہر مجھ پر ملتفت وہ اک نظر ہوتا
تو اس سیمیں بدن کی کیمیا سے قلب زر ہوتا

ز شوق افشاندمے ہر دم سرے در پائے جاناں ہم
دریغا گر متاعِ من نہ از ایں مختصر بودے

فدا کرتا ہوں ہر دم اپنے سر کو پائے جاناں پر
دریغا میرا سرمایہ نہ اتنا مختصر ہوتا

اگر برقع برافگندے از آں روئے چو مہ روزے
مدام از نرگسِ مستش جہاں پر شور و شر بودے

اگر پردہ ہٹا دیتا وہ مہ رُخ اپنے چہرے سے
نگاہِ مست سے اُس کی جہاں پر شور و شر ہوتا

ہمش مہر آمدے بر من ز مہر آں شاہِ خوباں را
گر از دردِ دلِ زارم یکے روزش خبر بودے

شہِ خوباں کے دل میں رحم آتا مجھ پہ کچھ شاید
وہ گر دردِ دلِ خستہ سے میرے باخبر ہوتا

بوصلش گر مرا روزے ز ہجراں فرصتے بودے
مبارک ساعتے بودے چہ خوش بودے اگر بودے

جو وصلِ یار دیتا ایک دن فرصت مجھے غم سے
مبارک وقت ہوتا عیش ہوتا یوں اگر ہوتا

شبے ناگہ گر افتادے میانش در کنارِ من
نثارِ خاکِ پائے او مرا ایں جان و سر بودے

کمر آجاتی اُس کی ایک شب گر ہاتھ میں میرے
فدا ہوتی مری جاں اُس پہ قرباں میرا سر ہوتا

نہ گفتے کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
اگر طوطیِ طبعش را ز لعلِ او شکر بودے

ترے اشعار میں شیرینی ہوتی بیشتر حافظ
اگر تجھ کو میسر اُس کا لعلِ پُر شکر ہوتا

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی
تا بے خبر بمیرد در رنجِ خود پرستی

کھولو نہ مدعی پر اسرارِ عشق و مستی
غافل بنے، بے خبر بنے ہے محوِ خود پرستی

با ضعف و ناتوانی ہمچو نسیم خوش باش
بیماری اندریں غم خوشتر ز تندرستی

با ضعف و ناتوانی مثلِ نسیم رہ خوش
بیمارِ عاشقی کو بہتر نہ تندرستی

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی
یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی

یہ علم و فضل تیرا بے معرفت ہے زاہد
خود بینی، خود پرستی میں ہے نہیں درستی

در آستانِ جاناں از آسماں میندیش
کز اوجِ سربلندی افتی بخاکِ پستی

ہے آستانِ جاناں اوجِ فلک سے اونچا
اس کی بلندیوں میں کوئی نہیں ہے پستی

عاشق شوار نہ روزے کارِ جہاں سر آید
ناخواندہ نقشِ مقصود از کارگاہِ ہستی

ہے عشق ہی حقیقت عالم میں ایک زندہ
دامِ سراب سارا ہے کارگاہِ ہستی

خار ارچہ جاں بکاہد گل عذرِ آں بخواہد
سہل است تلخیِ مے در جنبِ ذوقِ مستی

خندانِ گل سے ہوتی ہے خار کی خلش کم
کرتا ہے تلخیِ مے آسانِ ذوقِ مستی

صوفی پیالہ پیما حافظ قرابہ پرکن
اے کوتہ آستیناں تا کے دراز دستی

صوفی اٹھاؤ ساغر ساقی بھرو صراحی
ہیں کوتہ آستیناں کرتے دراز دستی

در حلقۂ مغانم دوش آں پسر چہ خوش گفت
با کافراں چہ کارت گر بت نمی پرستی

بزمِ مغاں میں ان کا کیا کام کافروں سے
کرتے اگر نہیں ہیں یہ لوگ بت پرستی

در مذہبِ طریقت خامی نشانِ کفر است
آرے طریقِ رنداں چالاکی ست و چستی

ہے مذہبِ طریقت میں کفر خام کاری
طور و طریقِ رنداں چالاکی اور چستی

سلطانِ ما خدا را زلفت شکست ما را
تا کے کند سیاہی چندیں دراز دستی

ہائے شکست ہم نے زلفِ سیاہ سے جب
کرتا دراز گیسو ہے کیوں دراز دستی

گر خرقہ بینی مشغولِ کارِ خود باش
ہر قبلہ کہ باشد مشغولِ خود پرستی

ہے شان کیا عبا میں شوکت ہے کیا قبا میں
کیسے ہیں شیخ و زاہد مشغولِ خود پرستی

در گوشۂ سلامت مستور چوں تواں بود
تا نرگسِ تو گوید با ما رموزِ مستی

گوشے میں عافیت کے کس طرح چھپ کے بیٹھیں
آنکھیں اگر بتائیں ہم کو رموزِ مستی

عشقت بہ ست طوفاں خواہد سپرد ایجاں
چوں برق ازیں کشاکش پنداشتی کہ جستی

ہے عشق میں تلاطم کیسے بچیں ہم اس سے
طوفاں ہے بلا کا گرداب میں ہے کشتی

از راہِ دیدہ حافظ تا دیدہ زلف پیچت
با جملہ سربلندی شد پائمالِ پستی

گیسو گرے جو دیکھے شانوں پہ پیچ اس نے
سر ہو گیا ہے حافظ کا پائمالِ پستی

بجانِ او کہ گرم دسترس بجاں بودے   قسم ہے جاں کی، روا گر ہلاکِ جاں ہوتا
کمینہ پیشکشِ بندگانش آں بودے   برا نہ اتنا کبھی حالِ عاشقاں ہوتا

اگر دلم نشدے پائے بندِ طرۂ او   اگر نہ ہوتا یہ دل قید اُس کے کاکل میں
کیم قرار دریں تیرہ خاکداں بودے   قرار اس کو نہ ہوتا، نہ اطمیناں ہوتا

بگفتمے کہ بہا چیست خاکِ پائے ترا   بہائے خاکِ کفِ پائے یار ہو جاتا
اگر حیاتِ گرانمایہ جاوداں بودے   اگر حیات کا سرمایہ جاوداں ہوتا

بخواب نیز نمی بینمش چہ جائے وصال   وصال کیا، وہ اگر خواب میں ہی آ جاتا
چو ایں نبود و ندیدیم بارے آں بودے   سکون قلب کو ملتا، کچھ اطمناں ہوتا

ز بندگیِ قدش سرو معترف گشتے   چمن میں سرو قدِ یار کی مدح کرتا
اگرچہ سوسنِ آزادہ دہ زباں بودے   مثالِ سوسن اگر وہ بھی دہ زباں ہوتا

ز پردہ نالۂ حافظ بروں کے افتادے   نہ سنتا نالۂ حافظ کوئی گلستاں میں
اگر نہ ہمدمِ مرغانِ صبح خواں بودے   وگر نہ ہمدمِ مرغانِ صبح خواں ہوتا

بچشم کردہ ام ابروئے ماہ سیمائے
خیالِ سرو قدے نقش بستہ ام جائے

نگاہ میں مری' ابروئے ماہ سیما ہے
خیال میں مرے ہر وقت سرو بالا ہے

زمامِ دل بکسے دادہ ام من مسکین
کہ نیستش بکس از تاج و تخت پروائے

لگام دی ہے اُسے تیری اے دلِ مسکیں!
نہ تخت و تاج کی کرتا کوئی جو پروا ہے

سرم ز دست شد و چشم ز انتظار بسوخت
در آرزوئے سر و چشم مجلس آرائے

حواس سر سے گئے، چشمِ انتظار جلی
ہوا جو شوقِ سر و چشم مجلس آرا ہے

زہے کمال کہ منشورِ عشقبازیِ من
از آں کمانچۂ ابرو رسد بطغرائے

زہے کمال کہ منشورِ عشق بازی کا
کمانِ ابرو نے بھیجا مجھے یہ طغرا ہے

مرا کہ از رُخِ تو ماہ در شبستان است
کجا بود بفروغِ ستارہ پروائے

ہے ماہ رُخ ترا جب مرے شبستاں میں
فروغِ نجم کی کوئی رہی نہ پروا ہے

گہے ز دستِ دل آتش بخرقہ خواہم زد
بیا ببیں تو اگر می کنی تماشائے

چراغاں خرقہ جلا کے کیا ہے محفل کو
تو آ کے دیکھ اگر دیکھنا تماشا ہے

بروزِ واقعہ تابوتِ ما ز سرو کنید
کہ مردہ ایم ز داغِ بلند بالائے

مروں تو میرے لئے ہو بنے سرو کا تابوت
کہ قلب میں مرے داغِ بلند بالا ہے

در آں مقام کہ خوباں بغمزہ تیغ زنند
عجب مکن ز سرے کوفتادہ در پائے

کرے ہے قتل اگر تیغ غمزۂ خوباں
عجب نہ جان جو مقتول بے سر و پا ہے

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

فراق و وصل ہیں کیا کر رضائے یار طلب
کہ ظلم اُس سے کسی غیر کی تمنا ہے

ز شوق سر بدر آرند ماہیاں از آب
اگر سفینۂ حافظ رسد بدریائے

ہزار مچھلیاں اُچھلی ہیں دیکھنے کے لئے
ہوا سفینۂ حافظ جو زیبِ دریا ہے

برو زاہد بامیدے کہ داری
کہ دارم ہمچناں امیدواری

مبارک ہو تجھے پرہیزگاری
مجھے اچھی ہے زاہد بادہ خواری

بجز ساغر کہ دارد لالہ در دست
بیا ساقی بیاور آنچہ داری

ہر اک لالہ بنا ہے آج ساغر
لے آ اے ساقیا با طرحداری

مرا در رشتۂ دیوانگاں کش
کہ مستی خوشتر است از ہوشیاری

نہ کر چارہ مری دیوانگی کا
نہیں مستی سے بہتر ہوشیاری

بپرہیز از من اے صوفی بپرہیز
کہ کردم توبہ از پرہیزگاری

نہ یوں اے شیخ کر پرہیز مجھ سے
مجھے آتی نہیں پرہیزگاری

بیا دل در خمِ گیسوئے او بند
اگر خواہی خلاص و رستگاری

ہے قید و بندشِ گیسوئے جاناں
تجھے اے دل نجات و رستگاری

بوقتِ گل خدارا توبہ بشکن
کہ عہدِ گل ندارد استواری

بوقتِ گل خدارا توڑ توبہ
نہیں ہے عہدِ گل میں استواری

عزیزا نو بہارِ عمر بگذشت
چو بر طرفِ چمن بادِ بہاری

بہارِ عمر گزری یوں عزیزو!
چمن سے جس طرح بادِ بہاری

بیا حافظ بہ پندِ تلخ کن گوش
چرا عمرے بہ غفلت می گذاری

نصیحت تلخ گر سنتا تو حافظ
نہ یوں غفلت میں کٹتی عمر ساری

بشنو ایں نکتہ کہ خود راز غم آزادہ کنی — جو مری بات سنے غم سے وہ آزادہ ہو
خوں خوری گر طلبِ روزیِ ننہادہ کنی — خوں پیے جس کو طلبِ روزیِ نادادہ ہو

آخر الامر گِل کوزہ گراں خواہی شد — بعد مرنے کے بنے کوزہ تری مٹی سے
حالیا فکرِ سبو کن کہ پُر از بادہ کنی — زندگی میں نہ اگر فکرِ خم و بادہ ہو

جہد بنما کہ در ایامِ گل و عہدِ شباب — چاہیے تجھ کو، کہ در فصلِ گل و عہدِ شباب
عیش با آدمیِ چند پری زادہ کنی — عہد انساں کا با یار پری زادہ ہو

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف — نہ ملے اس کو بزرگی جو نہ خوش خلق سے
مگر اسبابِ بزرگی ہمہ آمادہ کنی — بات پیروں کی سنے، پند پہ آمادہ ہو

اجرہا باشدت اے خسروِ شیریں حرکات — حق نگہبان ہو اے خسروِ شیریں تیرا
گر نگاہے سوئے فرہادِ دل افتادہ کنی — تو اگر مائلِ فرہادِ دل افتادہ ہو

خاطرت کے رقمِ فیض پذیرد ہیہات — رقمِ فیض نہیں ملتی کسی انساں کو
مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی — نقشِ بیہودہ سے جس کا نہ ورق سادہ ہو

اے صبا بندگیِ خواجہ جلال الدیں کن — اے صبا بندگیِ خواجہ جلال الدیں کر
کہ چمن پُر سمن و سوسنِ آزادہ کنی — کہ چمن پُر سمن و سوسنِ آزادہ ہو

کارِ خود گر بخدا باز گزاری حافظ — گر بھروسا تو کرے رحمتِ حق پر حافظ
اے بسا عیش کہ با بختِ خدادادہ کنی — عیش و عشرت تجھے با بختِ خدادادہ ہو

بلبل ز شاخ سرو بگلبانگِ پہلوی	بلبل بہ شاخِ سرو بہ گلبانگِ پہلوی
میخواند دوش درسِ مقاماتِ معنوی	پڑھتا ہے بیٹھا درسِ مقاماتِ معنوی
یعنی بیا کہ آتشِ موسے نمود گل	آ اور دیکھ آتشِ گل تا درخت سے
تا از درخت نکتۂ تحقیق بشنوی	مل جائے تجھ کو نکتۂ تحقیقِ موسوی
مرغانِ باغ قافیہ سنجند و بذلہ گو	مرغِ چمن ہے قافیہ سنج و لطیفہ گو
تا خواجہ مے خورد بغزلہائے پہلوی	تا خواجہ مے پئے بہ غزلہائے پہلوی
جمشید جز حکایتِ جام از جہاں نبرد	جم کو بجز حکایتِ ساغر ملا نہ کچھ
زنہار دل مبند بر اسبابِ دنیوی	زنہار دل لگا نہ بہ اسبابِ دنیوی
خوش فرشِ بوریا و گدائی و خواب امن	خوش فرشِ بوریا و فقیری کی اطمینان
کاین عیش نیست درخورِ اورنگِ خسروی	یہ عیش کس کو دیتا ہے اورنگِ خسروی
درویشم و گدا و برابر نمی کنم	درویشی و فقیری میں فرصت مجھے بہت
پشمیں کلاہِ خویش بصد تاجِ خسروی	بہتر نہیں کلاہ سے مری تاجِ خسروی
ایں قصۂ عجب شنو از بختِ واژگوں	ہے کس قدر عجیب مسیحائی یار کی
مارا بکشت یار بانفاسِ عیسوی	کرتا ہے قتل ہم کو بہ انفاسِ عیسوی

چشمت بغمزہ خانۂ مردم خراب کرد
مخموریت مباد کہ خوش مست می روی

افسونِ چشم سے ہوا خانہ خراب میں
مجھ کو خمار دیتی ہے مستوں کی پیروی

مے خور بشعرِ بندہ کہ دل تنگیت مباد
بعد از تو خاک بر سرِ اسبابِ دنیوی

پی اور شعر سن کہ رہے تا نہ غم کوئی
سب ڈال خاک میں تو یہ اسبابِ دنیوی

ساقی مگر وظیفۂ حافظ زیادہ داد
کآشفتہ گشت طرۂ دستارِ مولوی

ساقی نے کچھ زیادہ ہی دے دی ہے حافظاؔ
آشفتہ دیکھ کیسی ہے دستارِ مولوی

چرا با ما گنہگار ایں کینہ داری | صنم تو اُس سے کیوں بے کینہ رکھے
کہ حقِ صحبتِ دیرینہ داری | جو حقِ صحبتِ دیرینہ رکھے

نصیحت گوش کن کایں دُر بسے بہ | نصیحت میں مری گوہر ہے ایسا
ازآں گوہر کہ در گنجینہ داری | نہ دُر اُس سا کوئی گنجینہ رکھے

بفریادِ خمارِ مفلساں رس | تو فریادِ خمارِ مفلساں سُن
خدارا گر مئے دوشینہ داری | اگر تھوڑی سی مئے دوشینہ رکھے

ولیکن کے نمائی رُخ برنداں | ہو تابِ جلوہ کس کو جب ترا رُخ
تو کز خورشید و مہ آئینہ داری | مہ و خورشید کا آئینہ رکھے

بدِ رنداں مگو اے شیخ ہُشدار | بُرا اتنا نہ کہہ رندوں کو زاہد
کہ با حکمِ خدائے کینہ داری | تو کیوں حکمِ خدا سے کینہ رکھے

نمی ترسی ز آہِ آتشینم | ڈرے درویش آہِ آتشیں سے
تو دانی خرقۂ پشمینہ داری | تو جبکہ خرقۂ پشمینہ رکھے

ندیدم خوشتر از شعرِ تو حافظ | نہ کیوں تیرے ہوں پاک اشعار حافظ
بقرآنے کہ اندر سینہ داری | ہے قرآں جبکہ تیرا سینہ رکھے

بیار بادہ و بازم رہاں ز رنجوری　　پلا شراب کہ کم ہو ہجومِ رنجوری!
کہ ہم بہ بادہ تواں کرد دفعِ مخموری　　وہ آبِ ناب کہ جس سے ہو دفعِ مخموری

بہیچ وجہ نباشد فروغِ مجلسِ اُنس　　نہیں ہے کوئی وجہِ فروغِ بزمِ طرب
مگر بروئے نگار و شرابِ انگوری　　سوائے روئے نگار و شرابِ انگوری

زسحرِ غمزۂ فتّانِ خویش غرّہ مباش　　گو فتنہ خیز بہت ناز ہیں ترے اے جاں
کہ آزمودم و سودے نداشت مغروری　　اگر ہے خوفِ خدا کر نہ اتنی مغروری

بیک فریب بدادم صلاحِ خویش از دست　　تیرے فریبِ نظر پر نثار ہیں سارے
دریغ آنچہ زہد و صلاحِ مستوری　　جلال و پاکی و زہد و صلاحِ مستوری

ادیب چند نصیحت کنی کہ عشق مباز　　ادیب کرتا ہے کیوں منع عشق سے ہم کو
اگرچہ نیست ادیبا سخن چہ دستوری　　نہ بات ہے یہ ادب کی نہ ہے یہ دستوری

بعشق زندہ بود جانِ مردِ صاحبدل　　ہے اُس سے جان و دلِ مردمانِ صاحبدل
اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری　　بغیرِ عشق دل و جاں کو ہے معذوری

رسید دولتِ وصل و گذشت محنتِ ہجر　　ملی وصال کی دولت گیا غمِ ہجراں
نہادہ کشورِ دل باز رہ بمعموری　　پھر آج کشورِ دل کی ہوئی ہے معموری

بہر کسے نتواں گفت رازِ دل حافظ　　بتا کسی کو نہ اپنا تو رازِ دل حافظ
مگر بہ آنکہ کشیدہ است محنتِ دُوری　　سوائے اُن کے ملی جن کو محنتِ دُوری

پدید آمد رسوم بیوفائی
نماند از کس نشانِ آشنائی

ہوئی ہے عام رسمِ بےوفائی
نہیں ملتا نشانِ آشنائی

برند از فاقہ پیشِ ہر خسیسے
کنوں اہلِ ہنر دستِ گدائی

ہوئے اہلِ ہنر اتنے تہی دست
کہ پھیلاتے ہیں وہ دستِ گدائی

کسے کو فاضل ست امروز در دہر
نمی بیند ز غم یکدم رہائی

پڑا ہے وقت ایسا عالموں پر
نہیں ملتی انہیں غم سے رہائی

کسے کو جاہل ست اندر تنعم
متاعِ او بود ہر دم بہائی

ملا ہے عیش دائم بےہنر کو
ہے جاہل کو متاعِ بےبہائی

اگر شاعر بخواند شعر چوں آب
کہ دل را زو فزاید روشنائی

اگر شاعر کہے اشعار ایسے
ملے جن سے دلوں کو روشنائی

نبخشندش جوے از بخل و امساک
اگر خود فی المثل باشد سنائی

ہے بدذوق زمانے میں کچھ ایسی
نہیں ہوتی کہیں اُس کی سنائی

خرد در گوشِ ہوشم دوش میگفت
برو صبرے بکن در بینوائی

خرد کہتی ہے اب یہ فاضلوں سے
رہی تم کو نہ گر کوئی رسائی

قناعت را بضاعت ساز و میسوز
دریں درد و محن در بینوائی

جلو تم شمع صورت تیرگی میں
کرو مت شکوہ ہائے بےنوائی

بیا حافظ بجاں ایں پند مینوش
کہ گر از پا بیفتی بر سر آئی

کرے جو صبر حافظ مفلسی میں
اُسے بستی میں ملتی ہے بڑائی

ترا کہ ہرچہ مرادست در جہاں داری
چہ غم ز حالِ منِ زار و ناتواں داری

جو ناز و ناز کی حسن دو جہاں رکھے
نہ فکرِ عاشقِ ناچار و ناتواں رکھے

بخواہ جان و دل از بندہ و رواں بستاں
کہ حکم بر سرِ آزادگاں رواں داری

نہ فرق کرتا ہے آزادی و غلامی میں
وہ اپنے حکم میں جو سب کے قلب و جاں رکھے

بنوش مے چو سبکروحی اے حریفِ مدام
علی الخصوص دریں دم کہ سرگراں داری

شراب پی کہ سبک روح تجھ میں ہو جانم
علی الخصوص بہت تو جو سر گراں رکھے

بیاضِ روئے ترا نیست نقش در خور از آنکہ
سوادے از خطِ مشکیں بر ارغواں داری

نگار و نقش کی حاجت تجھے نہیں کوئی
سلونا رنگ ترا روئے ارغواں رکھے

باختیار گرت صد ہزار تیر جفاست
بقصدِ جانِ منِ خستہ در کماں داری

یہ کیا ستم ہے کہ اک جانِ خستہ لینے کو
ہزار تیر جفا کے تری کماں رکھے

بکش جفائے رقیباں مدام و دل خوش دار
کہ سہل باشد اگر یارِ مہرباں داری

ہزار جور و ستم جو رقیب کرتے ہیں
ہیں سہل اُس پہ جو اک یارِ مہرباں رکھے

وصالِ دوست گرت دست میدہد روزے
برو کہ ہرچہ مرادست در جہاں داری

وصال مجھ کو میسر ہو تیرا گر اک دن
مدام دل کی مرادیں مری جواں رکھے

چو ذکرِ لعل لبت میکنم خضر گوید
حدیث یا شکرست اینکہ در دہاں داری

یہ کیسی لعل لبِ یار کی ہے شیرینی
کہ اسکا ذکر ہی شیریں مرا دہاں رکھے

میاں نداری و دارم عجب کہ ہر ساعت
میانِ مجمعِ خوباں کنی میاں داری

عجیب بات کہ وہ درمیاں حسینوں کے
میان دار بنا ہے بنا میاں رکھے

مکن عتاب ازیں بیش و جور بر دلِ من
بکن ہر آنچہ توانی کہ جائے آں داری

نہ کر عتاب و ستم اس قدر مرے دل پر
کہ تاب رنج نہ اب کچھ یہ ناتواں رکھے

چو گل بدامن ازیں باغ میبری حافظ
چہ غم ز نالہ و فریادِ باغباں داری

خدا نے بھر دیا دامن گلوں سے جب حافظ
تو دل میں کس لیے پھر فکر باغباں رکھے

جاں فدائے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی
ہر کہ شد خاکِ درت رَست ز سرگردانی

جاں فدا تجھ پہ کہ تو جانِ جہان تو جانی
سر ترے در پہ کہ گم اس سے ہے سرگردانی

سر سری از سرِ کوئے تو نیارم برخاست
کارِ دشوار نگیرند بدیں آسانی

اُٹھ کے کوچے سے ترے کیسے میں جاؤں جانی
کام دشوار ہے ہوتا نہیں با آسانی

خام را طاقتِ پروانۂ پر سوختہ نیست
نازکاں را نرسد شیوۂ جاں افشانی

تاب پروانۂ پر سوختہ لاغر میں نہیں
کام نازک کا نہیں شیوۂ جاں افشانی

بے تو آرام گرفتن بود از ناکامی
با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی

تجھ بن آرام سے رہنا ہے بہت ناکامی
سامنے بے ادبی تیرے بہت نادانی

فاش کردند رقیبانِ تو سرِ دلِ من
چند پوشیدہ بماند خبرِ پنہانی

رازِ الفت کو کیا فاش رقیبوں نے مرے
کہ چھپائے نہیں چھپتی خبرِ پنہانی

تا بماند تر و شاداب نہالِ قدِ تو
واجب آنست کہ بر دیدۂ ما بنشانی

آنکھ میں میری لگا اپنے نہالِ قد کو
تا کہ شاداب رہے سروِ قدِ لاثانی

در خمِ زلفِ تو دیدم دلِ خود را روزے
گفتمش چونی و چوں میرہی اے زندانی

ایک دن دیکھا جو دل اپنا خمِ گیسو میں
پوچھا کس حال قفس میں ہے تو اے زندانی

گفت آئے چہ کنی گر نبری رشک بمن
ہر گدا را نبود مرتبۂ سلطانی

بولا اب رشک بہت لوگ کریں گے مجھ پر
ہے فقیری میں مجھے مرتبۂ سلطانی

راستی حذرِ تو حافظ نبود صحبتِ ما
بس اگر بر سرِ ایں کوئے کنی سگبانی

صحبتِ یار میسر نہیں گر اے جاں حافظ
جا درِ یار پہ اور کر تو وہاں سگبانی

چوں در جہانِ خوبی امروز کامگاری	ہے جب جہانِ خوباں میں تجھ کو نامداری
شاید کہ عاشقاں را کامے ز لب بر آری	کر عاشقوں کی اپنے ہونٹوں سے کامگاری
با عاشقانِ بیدل تا چند ناز و عشوہ	با عاشقانِ بیدل کیسے یہ ناز و عشوے
بر بیدلانِ مسکیں تا کے جفا و خواری	بر بیدلانِ مسکیں کب تک جفا و خواری
تا چند ہمچو چشمت در عینِ ناتوانی	خوابیدہ آنکھ کب تک دیوے گی ناتوانی
تا چند ہمچو زلفت در تاب و بیقراری	زلفِ سیاہ کب تک رکھے گی بے قراری
جورے کہ از تو دیدم دردے کہ از تو بردم	جور و ستم میں تیرے درد و الم بہت ہیں
گر شرحِ آں بدانی شاید کہ رحمت آری	آ گر کبھی تو ظالم کر میری غمگساری
از بادۂ وصالت گر جرعۂ بنوشم	گر بادۂ لباں کا مل جائے ایک جرعہ
تا زندہ ام نورزم آئینِ ہوشیاری	مٹ جائے جان و دل سے آئینِ ہوشیاری
در ہجر ماندہ بودم بادِ صبا رسانید	فرقت کی نا امیدی میں باغِ وصل سے اک
از بوستانِ وصلت بوئے امیدواری	لائی صبا سحر دم بوئے امیدواری
دکانِ عاشقی را بسیار مایہ باید	بازارِ عاشقی میں سرمایہ عاشقوں کا
دلہائے ہمچو آتش چشمانِ ژالہ باری	دلہائے آتشیں و چشمانِ اشکباری

گرچه بوئے وصلت در حشر زنده گردم
سر بر نیارم از خاک از روئے شرمساری

گرچہ کرے گی محشر میں بوئے وصل زندہ
اٹھنے مجھے نہ دے گا یہ بارِ شرمساری

ما بنده ایم و عاجز، تو خواجه و قادر
گر می کشی بزودم، گر می کشی بزاری

بندہ میں تیرا عاجز، تو خواجہ اور قادر
جاں بخشے یا تم جاں لیوے یا بہ زاری

آخر ترحمے کن بر حالِ زارِ حافظ
تا چند ناامیدی تا چند خاکساری

کر حالِ زارِ حافظ پہ رحم تو خدا را
کب تک یہ ناامیدی کب تک یہ خاکساری

چہ بودے ار دلِ آں ماہ مہرباں بودے
کہ کارِ ما نہ چنیں بودے ار چناں بودے

اگر وہ ماہ ذرا سا بھی مہرباں ہوتا
بُرا نہ اتنا کبھی حالِ عاشقاں ہوتا

بگفتمے کہ چہ ارزد نسیمِ طرۂ دوست
گرم بہر سرِ موئے ہزار جاں بودے

ہزار جاں میں ہر اک رونگٹے میں گر ہوتی
فدائے گیسوئے جاناں ہزار جاں ہوتا

براتِ خوشدلیِ ما چہ کم شدے یارب
گرش نشانِ اماں از بدِ زماں بودے

کمی زمانے کی عشرت میں کچھ نہ ہو جاتی
اگر ذرا سا اماں ہم کو یک زماں ہوتا

گرم زمانہ سرافراز داشتے و عزیز
سریرِ عزتم آں خاکِ آستاں بودے

اگر زمانے میں ہوتا میں سرفراز کبھی
وقار و عزتِ سر اُس کا آستاں ہوتا

خیال اگر نشدے سدِّ آبِ دیدۂ من
ہزار چشمہ بہر گوشۂ رواں بودے

نہ حلم و ضبط اگر روکتے مرے آنسو
ہر ایک سمت میں دریائے خوں رواں ہوتا

کے بودے وَیم کاشکے نشاں دادے
کہ تا فراغتے از باغ و بوستاں بودے

جو عندلیب کو ملتا نشانِ کوئے بتاں
نہ اس کو فکرِ گل و شاخ و بوستاں ہوتا

برُخ چو مہرِ فلک بے نظیرِ آفاق ست
بدل دریغ کہ یک ذرہ مہرباں بودے

ہے گرچہ مہرِ فلک یار کا رخِ روشن
اسے کاش دل بھی ذرا اس کا مہرباں ہوتا

ز پردہ کاش بروں آمدے چو قطرۂ اشک
کہ بر دو دیدۂ ما حکمِ او رواں بودے

نکلتا اشک کے مانند گر وہ پردے سے
ستارہ آنکھ کا، دل کا وہ حکمراں ہوتا

اگر نہ دائرۂ عشق راہ بربستے
چو نقطہ حافظِ بیدل در آنمیاں بودے

گرا تھی راہ میں ہوتیں نہ بندشیں حافظ
تو تُو بھی حلقۂ الفت کے درمیاں ہوتا

خوش کرد یاوری فلکت روزِ داوری
تا شکر چون کنی و چہ شکرانہ آوری

حق نے کیا ہے کتنا کرم روزِ داوری
کیسے کروں میں اُس کا ادا شکرِ یاوری

در کوئے عشق شوکتِ شاہی نمی خرند
اقرارِ بندگی کن و دعوائے چاکری

ہے ہیچ کوئے عشق میں شانِ شہنشہی
اقرارِ بندگی کرو، دعوائے چاکری

آنکس کہ اوفتاد خدایش گرفت دست
پس بر تو باد تا غمِ افتادگاں خوری

افتادگی پہ آتا ہے اللہ کو بھی رحم
افتادگاں کی غم پہ بھی لازم ہے یاوری

ساقی بمژدگانیِ عیش از درم درآی
تا یکدم از دلم غمِ دنیا بدر بری

لا مژدۂ نجات، مٹا دل سے غم مرے
ساقی ہو تاکہ پیش تری شانِ دلبری

در شاہراہِ جاہ و بزرگی خطر بسیست
آں بہ کزیں گریوہ سبکبار بگذری

ہے شاہراہِ جاہ و بزرگی خطر سے پُر
عاشق گزرتے راہ سے ہیں با سبک سری

سلطان و فکرِ لشکر و سودائے تاج و گنج
درویش و امنِ خاطر و کنجِ قلندری

سلطاں کو فکرِ لشکر و سودائے افسری
صوفی کو امنِ خاطر و کنجِ قلندری

نیلِ مراد بر حسبِ فکر و ہمت است
از شاہ نذرِ خیر و ز توفیق یاوری

ملتی ہے حسبِ جرأت و ہمت مرادیاں
شاہوں سے نذرِ خیر نصیبے کی یاوری

گر بر حسابِ روزِ جزا مطلع شوی
درویشی اختیار کنی بر توانگری

ہوگا حساب حشر میں دنیا زمیں کو
کر فقر و عجز، کر نہ ہوائے تونگری

یک حرفِ صوفیانہ بگویم اجازت است
از نورِ دیدہ صلح بہ از جنگ و داوری

سن حرفِ صوفیانہ کہ اس میں نجات ہے
صلح و صفا ہے اچھی نہیں جنگ و داوری

حافظ غبارِ فقر و قناعت ز رخ مشوی
کاں خاک بہتر از عملِ کیمیا گری

حافظ نہ خاکِ فقر و قناعت جبیں سے دھو
دیکھ اس غبار میں ہے بہت کیمیا گری

در ہمہ دیرِ مغاں نیست چو من شیدائے
خرقہ جائے گرو بادہ و دفتر جائے

ہے نہیں دیرِ مغاں میں کوئی مجھ سا شیدا
خرقہ اک جا گروِ بادہ، تو دفتر اک جا

دل کہ آئینۂ شاہی ست غبارے دارد
از خدا می طلبم صحبتِ روشن رائے

ہوا آلودہ جو آئینۂ شاہی دل کا
اس کو پھر جذبۂ الفت سے خدایا چمکا

کردہ ام توبہ بدستِ صنمے بادہ فروش
کہ دگر مے نخورم بے رخِ بزم آرائے

وعدہ کرتا ہوں پیوں گا نہ کبھی اے ساقی
دیکھ لیں تیرا رخِ روشن محفل آرا

جوئہا بستہ ام از دیدہ بداماں کہ مگر
در کنارم بنشانند سہی بالائے

کی جو ہے اشک رواں چشم بداماں میں نے
کہ لگے اس کے کنارے ترا سرو بالا

سِرّ ایں نکتہ مگر شمع برآرد بزباں
ورنہ پروانہ ندارد بسخن پروائے

راز آ جائے کبھی شمع کے لب پر شاید
ورنہ پروانے کو بالکل بھی نہیں ہے پروا

کشتیِ بادہ بیاور کہ مرا بے رخِ دوست
گشتہ ہر گوشۂ چشم از غمِ دل دریائے

لاؤ اک کشتیِ بادہ کہ بدوں یار اکیا
دلِ غمگیں نے ہر اک گوشۂ دیدہ دریا

سخنِ غیر مگو با من معشوقہ پرست
کز وے و جامِ مئیم نیست بکس پروائے

رکھتا ہوں گوشۂ دل میں کہ ہوں معشوق پرست
جام و جاناں کے سوا اور نہ کوئی پروا

نرگس ار لاف زد از شیوۂ چشمِ تو مرنج
نرود اہلِ نظر از پے نابینائے

چشمِ نرگس کو نہ ہو سکتا تمیز اتنا
دیکھ سکتی وہ تری آنکھ اگر نابینا

عہد کردم کہ دگر خونِ دلِ خود نخورم
گر از دستِ حریفے مئے رعنائے

عہد میرا ہے پیوں گا نہ کبھی خونِ جگر
کیا کروں دیوے اگر بُت وہ بدستِ رعنا

ہمہ شب گریہ کناں بر درِ میخانہ درآئی
تا دہد بادِ صبا مژدہ بخاکِ پائے

رات کو روتا ہوا آ درِ میخانہ پر
تا کہ دے لا کے تجھے خاکِ درِ یار صبا

ایں حدیثم چہ خوش آمد کہ سحر گہ می گفت
بر درِ میکدۂ با دف و نے ترسائے

سخن اچھا تھا سنا تھا ہمیں گا کر جو
با دف و نے درِ میخانہ پہ طفلِ ترسا

گر مسلمانی ازین است کہ حافظ دارد
آہ اگر از پسِ امروز بود فردائے

بات زاہد کی سمجھ میں نہیں آتی حافظ
کہ ہے اس کے لئے امروز سے پہلے فردا

دیدم بخواب دوش کہ ماہے برآمدے
کز عکسِ روئے او شبِ ہجراں سر آمدے

اک ماہ رات خواب میں یوں جلوہ گر ہوا
افروز تارِ ہجر میں نورِ سحر ہوا

تعبیر رفت یارِ سفر کردہ میرسد
اے کاش ہرچہ زود تر از در درآمدے

آیا ہے میرا یارِ سفر کردہ لوٹ کر
آباد اُس کے دم سے دگر میرا گھر ہوا

فیضِ ازل بزور و زر ار آمدے بدست
آبِ خضر نصیبۂ اسکندر آمدے

زور و زرِ سکندری سب ہیچ ہیں مگر
دریاب رب کے فیض سے آبِ خضر ہوا

آں عہد یاد کہ از بام و در مرا
ہر دم پیامِ یار و خطِ دلبر آمدے

وہ دن بھی تجھے کہ لائے تھا پیغام رات دن
نایاب اب وہ در پہ مرے نامہ بر ہوا

آں کو ترا بسنگدلی گشت رہنموں
اے کاشکے کہ پاش بسنگے برآمدے

سکھلائی تجھ کو سنگدلی جو رقیبوں نے
مجروح اُن کا سنگ سے پھر کیوں نہ سر ہوا

گر یافتے رقیبِ تو چنداں مجالِ ظلم
مظلومے ار شحنے بدرِ داور آمدے

ہوتی مجالِ ظلم نہ اتنی رقیب کو
ہوتا کھلا ترا درِ داور اگر ہوا

خامانِ رہ نرفتہ چہ دانند ذوقِ عشق
دریا دلے بجوئی و دلیرے سر آمدے

خامانِ رہ نرفتہ کو کیا کام عشق سے
دریا دل و دلیر سے یہ قلعہ سر ہوا

جانہا نثار کردے آں دلنواز را
گر ہمچو روح جلوہ کناں در بر آمدے

جانیں نثار کی ہیں ادا پر ہزار ہا
وہ دلنواز جب بھی مجھ میں جلوہ گر ہوا

ذکرش بخیر ساقیِ فرخندہ فالِ من
کز در مدام با قدح و ساغر آمدے

ذکرش بخیر ساقیِ فرخندہ فالِ من
جس کے کرم سے جام مرائے تگر ہوا

خوش بودے ار بخواب بدیدے دیارِ خویش
تا یادِ صحبتش سوئے ما رہبر آمدے

دیکھے ہیں جب سے یار وطن اپنے خواب میں
ہر راستے میں خواب مرا راہبر ہوا

گر دیگرے بشیوۂ حافظ زدے رقم
مقبولِ طبعِ شاہِ سخن پرور آمدے

مقبولِ طبعِ شاہِ سخن سنج ہو گیا
شعرِ دگر بہ شیوۂ حافظ اگر ہوا

روزگاریست کہ ما را نگراں میداری
مخلصاں را نہ بوضعِ دگراں میداری

کتنی مدت سے تُو ہم کو نگراں رکھتا ہے
مخلصوں کو بھی بوضعِ دگراں رکھتا ہے

گوشۂ چشمِ رضائے بمنت باز نشد
ایں چنیں عزتِ صاحب نظراں میداری

گوشۂ چشمِ رضامند سے دیکھے نہ ہمیں
کیا عجب عزتِ صاحب نظراں رکھتا ہے

نہ گل از داغِ غمت رُست نہ بلبل در باغ
ہمہ را نعرہ زناں جامہ دراں میداری

گل و بلبل کو ہوں رنج سے فرصت نہ کبھی
ان کو تو 'نعرہ زناں' جامہ دراں رکھتا ہے

پدرِ تجربہ آخر توئی اے دل زچہ روی
طمعِ مہر و وفا زیں پسراں میداری

تجربہ کار تو تُو اتنا ہے مرے دل! لیکن
خواہشِ دوستی با دشمنِ جاں رکھتا ہے

گرچہ رندی و خرابی گنہِ ماست ولے
عاشقے گفت کہ ما را تو براں میداری

ہم ہیں رندی و خرابی کے گنہگار مگر
تو بھی بے چین ہمارے دل و جاں رکھتا ہے

جوہرِ جامِ جم از کانِ جہانِ دگرست
تو تمنا ز گلِ کوزہ گراں میداری

جوہرِ ساغرِ جم دنیا میں ناپید ہے' اور
تُو توقع بہ گلِ کوزہ گراں رکھتا ہے

کیسۂ سیم و زرت پاک بباید پرداخت
زیں تمنا کہ تو از سیم براں میداری

حاجتِ سیم و زر و نقد نہیں ہے دل کو
وہ تو بس اک ہوسِ سیم تناں رکھتا ہے

اے کہ در دلقِ ملمع طلبی ذوقِ حضور
چشمِ سرّے عجب از بے بصراں میداری

چاہتا دلقِ ملمع سے ہے جو عشقِ خدا
وہ امیدِ بصر از بے بصراں رکھتا ہے

چوں توئی نرگسِ باغِ نظر اے چشم و چراغ
سرِ چرا بر منِ دل خستہ گراں میداری

نرگسِ باغِ نظر، چشم و چراغِ جاں تو
سرِ دلِ خستہ سے کیوں میرے گراں رکھتا ہے

دین و دل رفت و لے راست نمی آرم گفت
کہ منِ سوختہ دل را تو برآں میداری

ہم ہوئے بے دین مگر کیسے کہیں یہ، تو بھی
دین سے دُور دلِ سوختگاں رکھتا ہے

تا صبا بر گل و بلبل ورقِ حسنِ تو خواند
ہمہ را شیفتۂ و دل نگراں میداری

قصۂ حسن ترا جب سے صبا لائی ہے
سب کو یہ شیفتہ و دل نگراں رکھتا ہے

ساعد آں بہ کہ بپوشی چو تو از بہرِ نگار
دست در خونِ دلِ پُر ہنراں میداری

نہ چھپا خلق سے جو اپنی کلائی پہ تو
نقش خونِ جگرِ پُر ہنراں رکھتا ہے

گذراں روز سلامت بملامت حافظ
چہ توقع ز جہانِ گذراں میداری

تجھ کو جو کچھ بھی ملے جان غنیمت حافظ
کچھ حقیقت نہ جہانِ گزراں رکھتا ہے

زیں خوش رقم کہ بر گلِ رخسار میکشی — نقش و نگار بر گلِ رخسار کھینچ کر
خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی — دل کو مرے بنا دیا گلزار کھینچ کر

اشکِ حرم نشینِ نہانخانۂ مرا — اشکِ حرم نشیں جو چھپے پردے میں مرے
زاں سوئے ہفت پردہ بہ بازار میکشی — لاتا ہے وہ انہیں سرِ بازار کھینچ کر

ہر دم بیادِ آں لبِ میگون و چشمِ مست — اک یادِ چشمِ مست و لبِ لعلِ خوش نشاں
از خلوتم بخانۂ خمار میکشی — لائی مجھے بہ خانۂ خمار کھینچ کر

گفتی سرِ تو بستۂ فتراکِ ما شود — قابل نہیں ہے سر مرا فتراک کے مگر
سہل است اگر تو زحمتِ ایں بار میکشی — صیاد لے کے چلتا ہے یہ بار کھینچ کر

با چشم و ابروئے تو چہ تدبیرِ دل کنم — کیا حفظِ دل کروں ترے ابرو و چشم سے
وہ زیں کماں کہ بر سرِ بیمار میکشی — رکھے کماں ہے بر سرِ بیمار کھینچ کر

باز آ کہ چشمِ بد ز رخت دور می کنم — اے تازہ گل! ابھی چشمِ حسد سے تجھے بچاؤں
اے تازہ گل کہ دامن ازیں خار میکشی — دامن اگر نہ پکڑے مرا خار کھینچ کر

حافظ دگر چہ می طلبی از نعیمِ دہر — دیکھو ہے مست حافظِ شیراز کس طرح
مے می چشی و طرۂ دلدار میکشی — پیتا ہے مے وہ گیسوئے دلدار کھینچ کر

سحر با باد می گفتم حدیثِ آرزومندی
خطاب آمد کہ واثق شو بالطافِ خداوندی

قلم را آں زباں نبود کہ سرِ عشق گوید باز
ورائے حدِ تقریر است شرحِ آرزومندی

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کارِ عشق مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

الا اے یوسفِ مصری کہ کردت سلطنت مغرور
پدر را باز پرس آخر کجا شد مہرِ فرزندی

بسحرِ غمزۂ فتاں دوا بخشی و درد انگیز
بچینِ زلفِ مشک افشاں دل آویزی و دلبندی

ہمائے چوں تو عالی قدر حرصِ استخواں تا کے
دریغ آں سایۂ دولت کہ بر نااہل افگندی

دریں بازار اگر سودیست با درویشِ خرسند است
خدایا منعمم گرداں بہ درویشی و خرسندی

صبا سے صبح کرتا تھا میں ذکرِ آرزومندی
صدا آئی بھروسا کر برالطافِ خداوندی

زبانِ کلک سے کیسے بیانِ رازِ دل ہووے
حدِ تقریر سے بیروں ہے شرحِ آرزومندی

اُلجھ گیسوئے لیلیٰ میں کہ کاروبارِ الفت میں
زیاں دیتے ہیں مجنوں کو خیالاتِ خردمندی

غرور اتنا حکومت پہ نہ کر اے یوسفِ مصری
تو بھولا باپ کو اپنے ہوا کیا مہرِ فرزندی

بہ سحرِ غمزۂ جاناں ہے دردِ دل بھی درماں بھی
بپیچِ زلفِ مشکیں ہیں دلاویزی و دلبندی

ہمائے عالی شاں تیرا یہ ذوقِ استخواں کیسا
جو کی ہے سایۂ الفت کی نااہلوں سے پیوندی

اگر بازارِ دل میں نفع ہے درویشِ خرم کو
خدایا! دے مجھے بھی طورِ درویشی و خرسندی

جہانِ پیرِ رعنا را ترحّم در جبلّت نیست
زمہرِ او چہ می خواہی در و ہمّت چہ می بندی

نہیں کرنا مروّت اِس جہانِ پیر کا شیوہ
محبت میں چھپے ہیں اسکی صد بیداد و بیدردی

دعائے صبح و شامِ تو کلیدِ گنجِ مقصودست
باِیں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

دعا شام و سحر کرنا ہے یہی کنجی خزانے کی
کہ اس راہ و روش میں یار کی ملتی ہے پیوندی

بخوباں دل مدہ دیگر ببیں آں بیوفائیہا
کہ با تیغِ زباں کردند مکّارانِ لوندی

نہ دے دل ان حسینوں کو کبھی اور دیکھ یہ کیسے
بہ تیغِ بے رخی کاٹے ہیں رشتہ ہائے دلبندی

ز شعرِ حافظِ شیراز میگویند و میرقصند
سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی

کلامِ حافظِ شیراز سن کر رقص کرتے ہیں
سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی

سحرگہ رہروے در سرزمینے — ہم صوفی تھے دو اک سرزمیں میں
ہمیں گفت ایں معما با قرینے — کہا اک نے یہ گوشِ ہم قریں میں

کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف — کہ اے صوفی! ار ہے سینے کے اندر
کہ در شیشہ بماند اربعینے — تو ہے ہوتی ہے صاف اک اربعیں میں

گر انگشتِ سلیمانی نباشد — ذرا انگشتِ سلیمانی رہی جب
چہ خاصیت دہد نقشِ نگینے — رہے کیا خاصیت نقشِ نگیں میں

خدا زاں خرقہ بیزار است صد بار — ہے اس خرقے سے بیزاری خدا کو
کہ صد بت باشدش در آستینے — ہزاروں بت ہوں جس کی آستیں میں

درونہا تیرہ شد باشد کہ از غیب — چراغِ عشق روشن کر خدایا
چراغے برکند خلوت نشینے — اندھیرا ہے دلِ خلوت نشیں میں

مروت گرچہ نامے بے نشان است — مروت یوں زمانے میں ہے عنقا
نیازے عرضہ کن بر نازنینے — ہو جیسے عاجزی ایک نازنیں میں

ثوابت باشد اے دارائے خرمن — بھر اس کا دامن اے دارائے خرمن
اگر رحمے کنی بر خوشہ چینے — بہت ہے بے نوائی خوشہ چیں میں

نمی بینم نشاط و عیش در کس — نہ دل میں امن نے تسکین جاں میں
نے درمانِ دلے نے دردِ دینے — نہ ہے دل قلب میں نے قلب دیں میں

اگرچہ رسم خوباں تندخوئی ست
چہ باشد گر بسازی با غمینے

ہے گرچہ رسمِ خوباں تند خوئی
نہ تاب اب کچھ رہی قلبِ حزیں میں

درِ میخانہ بکشا تا بپرسم
مآلِ حال خود از پیش بینے

درِ میخانہ کھل جائے تو دیکھوں
مآلِ حال جامِ پیش بیں میں

نہ ہمت را امیدِ سربلندیست
نہ دعوت را کلیدِ آہنینے

نہیں دل کو امیدِ سربلندی
دعا بے بس ہے قیدِ آہنیں میں

نہ حافظ را حضورِ درسِ قرآں
نہ دانش مند را علم الیقینے

نہ حافظ کو شعورِ درسِ قرآں
نہ عالم کو یقیں علم الیقیں میں

سحرم ہاتفِ میخانہ بدولت خواہی
گفت باز آی کہ دیرینہ ایں درگاہی

بولا یوں ہاتفِ میخانہ بدولت خواہی
آ کہ ہے تیرے لئے باز درِ درگاہی

ہمچو جم جرعۂ مے کش کہ ز سرِّ ملکوت
پرتو جامِ جہاں بین دہدت آگاہی

بادہ جمشید کے مانند پیے جو اُس کو
پرتو جامِ جہاں بین سے ہو آگاہی

با گدایانِ درِ میکدہ اے سالکِ راہ
بادب باش اگر سرِّ خدا آگاہی

بادب آؤ درِ میکدہ پر اے سالک!
رازِ حق کی تمہیں مقصود ہو گر آگاہی

بر درِ میکدہ رندانِ قلندر باشند
کہ ستانند و دہند افسرِ شاہنشاہی

ایسے رندانِ قلندر بھی ہیں میخانے میں
کبھی لیتے کبھی دیتے ہیں وہ شاہنشاہی

خشت زیرِ سر و بر تارکِ ہفت اختر پاے
دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاہی

سر ہے پتھر پہ مگر پاؤں کے نیچے اختر
ایسا اک رند کا ہے منصبِ صاحب جاہی

اگرت سلطنتِ فقر ببخشند اے دل
کمتریں ملکِ تو از ماہ بود تا ماہی

بخشش سلطنتِ فقر ملے گر اے دل
برتر اس سے نہ جہاں میں کوئی ملکِ شاہی

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہیِ خضر مکن
ظلمات است بترس از خطرِ گمراہی

ہو گا یہ مرحلہ بے ہمرہیِ خضر نہ طے
راہ اندھیری ہے بہت ہے خطرِ گمراہی

سرِ ما و درِ میخانہ کہ طرفِ بامش
بفلک برشدہ دیوار بایں کوتاہی

درِ میخانہ پہ سر رکھا کہ اونچی ہے بہت
بامِ گردوں سے بلند اس کی مجھے کوتاہی

تو درِ فقر ندانی زدن از دست مدہ
مسندِ خواجگی و مجلسِ توراں شاہی

دل دے دستک جو درِ فقر پہ تو اس کو ملے
مسندِ خواجگی و مجلسِ توراں شاہی

اے سکندر بنشین و غمِ بیہودہ مخور
کہ نہ بخشند ترا آبِ حیات از شاہی

آبِ حیواں کی جو یائی میں اے اسکندر
کام آتے نہیں کچھ شوکت و شانِ شاہی

اے گدایانِ ترا عار ز شاہنشاہی
ہمہ کس را تو دہی منصبِ صاحب جاہی

ہے فقیروں کو بہت عارِ شہنشاہی سے
ملا اُن کو ہے مگر منصبِ صاحب جاہی

حافظِ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار
عملت چیست کہ مُزدش دو جہاں می خواہی

حافظِ خام طمع نے نہ کیا ٹھیک کوئی
کام دنیا میں مگر مزد دو عالم چاہی

سلامے چو بوئے خوشِ آشنائی
بداں مردمِ دیدۂ روشنائی

سلام ایک مثلِ بوئے آشنائی
تجھے مردمِ دیدۂ روشنائی

نمی بینم از ہمدماں ہیچ بر جا
دلم خوں شد از غصہ ساقی کجائی

ہوا خونِ دل کا پلا ساقیا مے
رہی ہمدموں میں نہ اب آشنائی

ز کوئے مغاں رو مگرداں کہ آنجا
فروشند مفتاحِ مشکل کشائی

بہ کوئے مغاں جا کے دیکھو کہ کیسے
وہ بیچے ہیں مفتاحِ مشکل کشائی

عروسِ جہاں گرچہ در حدِ حسن است
ز حد می برد شیوۂ بیوفائی

عروسِ جہاں گرچہ بے حد حسیں ہے
ہے بے انت اُس کی مگر بے وفائی

مۓ صوفی افگن کجا می فروشند
کہ در تابم از دستِ زہدِ ریائی

مے صوفی افگن کہیں سے خریدو
نہیں ہم میں اب تابِ زہدِ ریائی

رفیقاں چناں عہدِ صحبت شکستند
کہ گوئی نبودست خود آشنائی

رفیقوں نے توڑا ہے یوں عہدِ صحبت
کبھی جیسے ہم سے نہ تھی آشنائی

مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع
بسے پادشاہی کنم در گدائی

نکل جائے لالچ اگر میرے دل سے
کروں میں شہنشاہی اندر گدائی

بیاموزمت کیمیائے سعادت ‏ ‏ ‏ ملے مجھ کو اک کیمیائے سعادت
ز ہم صحبتِ بد جدائی جدائی ‏ ‏ ‏ جو ہو صحبتِ بد سے میری جدائی

درودے چو نورِ دلِ پارسایاں ‏ ‏ ‏ دعا مثلِ نورِ دلِ پارسایاں
بداں شمعِ خلوت گہِ پارسائی ‏ ‏ ‏ تجھے شمعِ خلوت گہِ پارسائی

دلِ خستۂ من گرش ہمتے نیست ‏ ‏ ‏ ہے مجروح و خستہ اگرچہ مرے دل!
نخواہد ز سنگیں دلاں مومیائی ‏ ‏ ‏ تو سنگیں دلوں سے نہ لے مومیائی

مکن حافظ از جورِ گردوں شکایت ‏ ‏ ‏ شکایت نہ کر جورِ گردوں کی حافظ
چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی ‏ ‏ ‏ تو بندہ ہے جانے نہ کارِ خدائی

سینہ مالا مال درد ست اے دریغا مرہمے
دل ز تنہائی بجاں آمد خدارا ہمدمے

سینہ مالا مال غم سے اور نہیں مرہم کوئی
بیکس ہے تنہائی یارب دے مجھے ہمدم کوئی

خیز تا خاطر بداں ترکِ سمرقندی دہیم
کز نسیمش بوئے زلفِ حوریاں آید ہمے

بوئے زلفِ ترکِ شیرازی ہے لائی یوں صبا
لایا جنت سے ہو جیسے حوریوں کا دم کوئی

چشم آسائش کہ دارد زیں سپہرِ گرم رو
ساقیا جامے بیاور تا بیاسایم دمے

آسماں گرم رَو دیتا ہے آسائش کسے
ساقیا لا جام دے آرام دے یکدم کوئی

زیرکے را گفتم ایں احوال خود خندید و گفت
صعب کارے بوالعجب شے پریشاں عالمے

سن کے حالِ عشق میرا عقل حیراں ہو گئی
تھی سنی اس نے نہ ایسی داستانِ غم کوئی

سوختم در چاہِ صبر از بہرِ آں شمعِ چگل
شاہِ ترکاں غافل ست از حالِ ما کو رستمے

عاشقِ شمعِ چگل جلتا ہے چاہِ صبر میں
کاش اس کی قید کی سن لے خبر رستم کوئی

در طریقِ عشق بازی امن و آسائش خطاست
ریش باد آں دل کہ با دردِ تو جوید مرہمے

امن و آسائش طریقِ عشق بازی میں نہیں
زخمِ دل کے واسطے مت مانگیے مرہم کوئی

اہلِ کام و ناز را در کوئے رنداں راہ نیست
رہروے باید جہاں سوزے نہ خامے بے غمے

خام و خود بیں کو نہیں کچھ راہ کوئے عشق میں
کر سکا جز راہبر طے یہ نہ راہِ غم کوئی

آدم خاکی بدیں عالم نمی آید بدست
عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمے

خاکسار آدم کوئی ملتا ہی عالم میں نہیں
عالمِ دیگر بنا لے اک نیا آدم کوئی

گریۂ حافظ چہ سازد پیشِ استغنائے دوست
کاندریں طوفاں نماید ہفت دریا شبنمے

دریا قطرہ ہے یہ سامانِ پیشِ استغنا اگر
گریۂ حافظ ہے طوفاں یہ نہیں شبنم کوئی

صبا تو نکہتِ آں زلفِ مشکبو داری
بیادگار بمانی کہ بوئے او داری

صبا جو نکہتِ گیسوئے مشکبو رکھے
جوان ہر دلِ عاشق میں آرزو رکھے

دلم کہ گوہرِ اسرارِ حسن و عشق در دوست
تواں بدستِ تو دادن گرش نکو داری

یہ دل جو ہے مرا اسرارِ حسن و عشق سے پُر
بشوق دوں میں جو محفوظ اس کو تو رکھے

دراں شمائلِ مطبوع ہیچ نتواں گفت
جز ایں قدر کہ رقیبانِ تند خو داری

ہے خود تو اتنا خوش اخلاق دوست میرا مگر
معاملہ بہ رقیبانِ تند خو رکھے

قبائے حسن فروشی ترا بزیبد و بس
کہ ہمچو گل ہمہ آئینِ رنگ و بو داری

قبائے حسن فروشی تجھی پہ جچتی ہے
تو مثلِ گل بہت آئینِ رنگ و بو رکھے

زمانہ گر ہمہ مشکِ ختن دہد برباد
فدائے تو کہ خط و خالِ مشکبو داری

نہیں ہے مجھ کو کوئی جستجوئے مشکِ ختن
فدا میں تجھ پہ کہ تو خالِ مشکبو رکھے

دم از ممالکِ خوبی چو آفتاب زدن
ترا رسد کہ غلامانِ ماہرو داری

چمک ستاروں میں ہے آفتاب کی ضو سے
ہو خوب تر جو غلامانِ ماہرو رکھے

بسرکشی خود اے سروِ جوئبار مناز
کہ گر بدو رسی از شرم سر فرو داری

وہ ناز دیکھے قدِ یار کا چمن میں اگر
غرور ایسا نہ سروِ کنارِ جو رکھے

دعاش گفتم و خنداں بزیر لب میگفت
کہ کیستی تو دعا با ما چہ گفتگو داری

دعا بھی دوں تو وہ کہتا ہے کون تو کیا تو
بھلا یہ کیسا وہ انداز گفتگو رکھے

فدائے بلبلت اے گل کجا پسند افتد
کہ گوش ہوش بمرغان ہرزہ گو داری

پسند کیوں ہو مجھے بانگِ عندلیب اے گل!
تو گوش ہوش بہ مرغانِ بد گلو رکھے

ز جرعۂ تو سرم مست گشت نوشت باد
خود از کدام خم است اینکہ در سبو داری

ہوا ہوں مست بس اک جرعے کے لحاق
شراب تشنہ یہ کیسی ترا سبو رکھے

ز کنج مدرسہ حافظ مجوی گوہر عشق
قدم بروں نہ اگر میل جستجو داری

بکنجِ مدرسہ حافظؔ نہ ڈھونڈ گوہرِ عشق
ہو عزمِ اشک تو گر ذوقِ جستجو رکھے

طفیلِ ہستیِ عشقند آدمی و پری
ارادتے بنما تا سعادتے ببری

طفیلِ ہستیِ الفت ہیں آدمی و پری
ہے غرضِ حسنِ ارادت سعادتوں سے بھری

چو مستعدِ نظر نیستی وصال مجوی
کہ جامِ جم ندہد سود وقتِ بے بصری

نہ مانگ وصل اگر تو نہیں ہے اہلِ نظر
نہ جامِ جم سے ملے کچھ اگر ہو بے بصری

مے صبوح و شکر خوابِ صبحدم تا چند
بعذرِ نیم شبی کوش و نالۂ سحری

مے صبوح و شکر خوابِ صبحدم کب تک
کر آہِ نیم شبی، کھینچ نالۂ سحری

ببوئے زلف و رخت میروند و می آیند
صبا بغالیہ سائی و گل بجلوہ گری

مہک ہے بادِ بہاری میں تیری زلفوں سے
سکھائی چہرے نے تیرے گلوں کو جلوہ گری

بکوش خواجہ و از عشق بے نصیب مباش
کہ بندہ را نخرد کس بعیبِ بے ہنری

ہے بدنصیب جسے ہو نہ عشق اے خواجہ!
بغیر ولولہ کاری گری ہے بے ہنری

بیا و سلطنت از ما بخر بمایۂ حسن
ازیں معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری

خریدی اس نے ہے اک آنکھ کے اشارے سے
بکی ہے سستی بہت میرے دل کی تاجوری

دعائے گوشہ نشیناں بلا بگرداند
چرا بگوشۂ چشمے بما نمی نگری

بیک نگاہ کرے دور سب بلائیں تو
اے کاش مجھ پہ بھی ہو ایک آن کرم نظری

مرا ازیں ظلمات آنکہ رہنمائی کرد
دعائے نیم شبی بود و گریۂ سحری

ہیں رہنما مری تاریک زندگانی میں
دعائے نیم شبی آہ و گریۂ سحری

ز ہجر و وصلِ تو در حیرتم چہ چارہ کنم — وصال و ہجر کا قصہ بہت ہے پیچیدہ
نہ در برابرِ چشمی نہ غایب از نظری — نہ آنکھ کے وہ مقابل، نہ غائبِ نظری

طریقِ عشق طریقے عجب خطرناک است — طریقِ عشق ہے طورِ عجیب کچھ ایسا
نعوذ باللہ اگر رہ بسامنے نبری — کبھی وہ راحتِ دل ہے کبھی وہ دردسری

ہزار جانِ گرامی بسوخت زین غیرت — جلایا جانِ گرامی کو رشکِ غیرت نے
کہ ہر صباح و مسا شمعِ مجلسِ دگری — ہے جب سے یار بنا شمعِ مجلسِ دگری

چو ہر خبر کہ شنیدم رہے بحیرت داشت — خبر جو ملتی ہے ساقی بری ہی ملتی ہے
ازیں سپس من و ساقی و وضعِ بے خبری — دے مجھ کو بادۂ گلفام وضعِ بے خبری

کلاہِ سروریت کج مباد بر سرِ حسن — کلاہِ سروری گر کج ہو حسن کے سر پر
کہ زیبِ تخت و سزاوارِ بخت و تاجوری — ہے زیبِ تخت و سزاوارِ بخت و تاجِ سری

بہ یُمنِ ہمتِ حافظ امید ہست کہ باز — بیاں ایسا ہے حافظ ترا کہ لیلیٰ بھی
اُرٰی اُسامرُ لیلای لیلۃَ القمر — سنے ہے قصۂ مجنوں بہ لیلۃ القمری

گفتند خلائق کہ توئی یوسفِ ثانی
چوں نیک بدیدم بحقیقت بہ ازانی

کہتا ہے زمانہ کہ ہے تو یوسفِ ثانی
ہوتا ہے مگر دیکھ کے یوسف تجھے پانی

در عشقِ تو ام شہرہ چو فرہاد و عجب نیست
اے خسروِ خوباں کہ تو شیریں زبانی

مشہور اگر میں ہوا فرہاد کے مانند
وہ خسروِ خوباں بھی ہے شیریں زبانی

تشبیہِ دہانت نتواں کرد بہ غنچہ
ہرگز نبود غنچہ بدیں تنگ دہانی

تمثیل دہن کی ترے کیسے ہو کلی سے
تجھ سی نہ کسی غنچے میں ہے تنگ دہانی

صد بار بگفتی کہ دہم زاں دہنت کام
چوں سوسنِ آزاد چرا جملہ زبانی

وعدہ کیا سو بار، دیا بوسہ نہ لیکن
سوسن کی طرح تجھ کو بھی ہے جملہ زبانی

گفتی کہ دہم کامت و جانت بستانم
ترسم ندہی کامم و جانم بستانی

جان مانگے عوضِ وصل کے لیکن مجھے ڈر ہے
جاں ہجر میں لے گا تو مری، جانِ جہانی

چشمِ تو خدنگ از سپرِ جاں گذرانید
بیمار کہ دیدہ است بدیں سخت کمانی

اس دل کے ہوا پار، سپر چیر کے ناوک
کیا دیدۂ بیمار کی ہے سخت کمانی

در راہِ تو عاشق چو قلم کرد ز سر پئے
چوں نامہ چرا یکدمش از لطف نخوانی

بل سر کے چلا شکلِ قلم راہِ وفا پر
پڑھتے نہ کبھی نامۂ عاشق کی زبانی

چوں اشک بیندازیش از دیدۂ مردم
آں را کہ دمے از نظرِ خویش برانی

جب تو نے ہٹایا ہے نظر اپنی کسی سے
بس دیدۂ مردم سے گرا ہو کے وہ پانی

گر سرو بانداز قد و رفتارِ تو بر پائے
بخرام کہ از سرو گذشتی بروانی

ہر سروِ چمن شرم سے گڑ جائے زمیں میں
دیکھے وہ اگر تیری خرامی و روانی

حافظ بجفا از تو شکایت ننماید
زاں رو کہ بہر جورِ تو لطفیست نہانی

حافظ کو نہیں تیری جفاؤں کی شکایت
دیکھے ہے وہ ہر جور میں اک لطفِ نہانی

گذشتی بر منِ غمدیدہ از راہِ جفا کاری
بلے تو عمری و بر عمر کے باشد وفاداری

نہیں ہے جا میری جاں! تیری یہ رسمِ جفا کاری
کہ کیسے کوئی رکھے جاں سے امیدِ وفاداری

رقیبے در پے آزارِ جانِ ماست واویلا
سگِ کوئے تو پیدا کردہ خوئے مردم آزاری

رقیب اور درپئے آزارِ جان و قلب واویلا
ترے کوچے کے کتّے کو ہے خوئے مردم آزاری

خطا باشد بر عارض و زلفینِ او گفتن
سخن از لعبتانِ چینی و از مشکِ تاتاری

خطا کرنا ہے جب ہو دورِ گیسو و رخِ جاناں
بیانِ لعبتانِ چین و ذکرِ مشکِ تاتاری

بدہ ساقی مے نابم کہ یکدم بے خبر گردم
کہ جانم بر لب آمد از تکلفہائے ہشیاری

پلا ایسی مجھے ہو جاؤں میں مدہوش اے ساقی
کہ جاں لیتے ہیں میری یہ تکلفہائے ہشیاری

تو خواہی خون بریزی و خواہی لطف و احساں کن
عنانِ اختیارِ ما بدستِ تست و مختاری

تو چاہے خون کر اس کا تو چاہے لطف و احساں کر
عناں جاں کی تو نے دے کر ہاتھ میں دی تجھ کو مختاری

گشتہ از آتشِ مے عارضِ تو گُل وارے
چوں ننالم من دل سوختہ بلبل وارے

آتشِ مے سے بنا جب ترا رُخ گُل جیسا
پھر نہ کیوں نالہ کرے دل مرا بلبل جیسا

دلبرا بر رُخِ زیبائے تو آں زلفِ سیاہ
سایۂ بر سمن انداختہ سنبل وارے

رخِ زیبا پہ ترے ہوتی ہے جب زلفِ سیاہ
یاسمیں پہ کرے سایہ ہے یہ سنبل جیسا

وائے آں کس کہ نہ خوش شد مے و رندی نکند
شیشۂ مے چو صلا بر زدہ ات قلقل وارے

رندی مجھ کو نہ ہو کیوں مے نہ پیوں کیسے
شور شیشے کا ہے جب بزم میں قلقل جیسا

میکند قمریِ محنت زدہ در گوشۂ باغ
از غمِ لالہ و گُل نالۂ بلبل وارے

بیٹھ کے قمری مصیبت زدہ اک گوشے میں
غمِ لالہ میں کرے زار ہے بلبل جیسا

ظاہر آنست کہ از بہرِ پریشانیِ ماست
حلقہ حلقہ شدہ آں زلفِ تسلسل وارے

واسطے قلبِ پریشاں کی گرفتاری کے
حلقہ کوئی نہیں اس زلفِ تسلسل جیسا

کے شود نیم نفس چوں تو گدائے حافظ
بادشاہے کہ بود اہلِ تجمل وارے

تجھ سا حافظ نہیں دنیا میں گدا کوئی بھی
فقر میں فخر ہو اک اہلِ تجمل جیسا

مخمورِ جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے
پُر کن قدح کہ بے مے مجلس ندارد آبے

مخمورِ عاشقی ہوں لائے شراب کوئی
بے مے نہیں ہے مجلس میں آب و تاب کوئی

عشقِ رخِ چو ماہش در پردہ راست ناید
مطرب بزن نوائے ساقی بدہ شرابے

چاہے اگر کہ کھولے الفت کا راز میرا
نغمہ سنائے کوئی، لائے شراب کوئی

چوں آفتابِ رویش در دیدہ می نگنجد
اے دل چہ سود داری در دیدہ اضطرابے

جب آفتابِ رخ کی تاب آنکھ میں نہ ہووے
رکھے پھر اپنے دل میں کیوں اضطراب کوئی

در انتظارِ رویت ما و امیدواری
وز عشوۂ لبانت ما و خیال و خوابے

ہے انتظارِ رخ میں اک نا امیدواری
عشوہ ہے اُس کے لب کا، ہو جیسے خواب کوئی

دستِ غرض میالائی بر کاسۂ کردانی
انجامِ کار نبود از وے امید آبے

دستِ غرض نہ پھیلائے ایسی خشک سالی
اک قطرہ تک نہ ڈالے کاسے میں آب کوئی

حافظ چہ می نہی تو دل بر وصالِ جاناں
کے تشنہ سیر گردد از لمعۂ سرابے

حافظ تو رکھ نہ کوئی امیدِ وصلِ جاناں
تشنہ کو سیر کرتا ہے کیا سراب کوئی

ما ئیم و غمِ عشق چو لانے و خیالے — دل ایک ماہ رُخ نے کیا پُر ملال ہے
وز ماہِ رخش گشتہ تنم ہمچو ہلالے — خمدار جسم ضعف سے شکلِ ہلال ہے

با محنتِ ہجرِ تو شب و روز قرینم — ملتے ہیں روز و شب غم و محنت فراق میں
تا یا تو کجا دست دہد روزِ وصالے — کب دیکھئے خدا مجھے دیتا وصال ہے

احوالِ مرا عرضہ کنی پیشِ نگارم — جا کے بیان کر مرے احوال یار سے
اے بادِ صبا گر بود آں ساعت مجالے — بادِ صبا اگر تجھے اتنی مجال ہے

ور زانکہ ز حالِ منِ بیچارہ بپرسد — کہہ اس سے حالِ زار وہ گر تجھ سے پوچھے
گو از غمِ ہجرانِ تو گشتست خلالے — لاغر بدن ہوا میرا مثلِ خلال ہے

ہر کس ز جہاں منصب و مالے طلبیدہ — منصب کی مال کی ہے طلب سب کو دہر میں
ما را غمِ عشقِ تو بہ از منصب و مالے — منصب مجھے ہے عشق ترے غم میرا مال ہے

حقا کہ نخواہیم بدنیا و بہ عقبےٰ — دنیا و عاقبت سے نہیں مجھ کو کچھ طلب
جز خاکِ سرِ کوئے تو مالے و منالے — بس خاکِ کوئے یار ہی مال و منال ہے

گفتم بجہاں آرزوئے وصلِ تو دارم — حافظؔ تجھے ہے آرزوئے وصلِ یار گر
گفتا چہ کنی حافظؔ سودائے محالے — سودائے جوئے شیر ہے کارِ محال ہے

نوبہار است در آں کوش کہ خوشدل باشی
کہ بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی

پھر بہار آئے گی پھر بلبلِ خوش دل ہوگا
پھول جو باغ میں ہے پردۂ در گِل ہوگا

چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند ولے
وعظت آنگاہ دہد سود کہ قابل باشی

چنگ کے پردے سے نکلے گی نصیحت لیکن
دلِ دیوانہ نصیحت کے نہ قابل ہوگا

من نگویم کہ چہ کن باکہ نشین وچہ بنوش
کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی

کیا کرے کیا پیے اور ساتھ تو کس کے بیٹھے
خود سمجھ ہوگی اگر زیرک و عاقل ہوگا

در چمن ہر ورقے دفترِ حالے دگر است
حیف باشد کہ ز حالِ ہمہ غافل باشی

حسن ہوگا جو نمودار گلوں میں تو چمن
ان تہِ خاک حسینوں سے نہ غافل ہوگا

گرچہ راہیست پُر از بیم زما تا بر دوست
رفتن آساں بود ار واقفِ منزل باشی

راہِ کاشانۂ دلبر ہے خطرناک بہت
ہوگی آساں تو اگر واقفِ منزل ہوگا

نقدِ عمرت ببرد غصۂ دنیا بگزاف
گر شب و روز دریں قصۂ باطل باشی

نقدِ جاں تیری کرے گا غمِ دنیا ضائع
گر شب و روز تجھے غصۂ باطل ہوگا

حافظا گر مدد از بختِ بلندت باشد
صید آں شاہدِ مطبوع شمائل باشی

بختِ بیدار اگر ساتھ رہے گا حافظ
قرب میں شاہدِ مطبوع شمائل ہوگا

وقت را غنیمت داں آنقدر کہ بتوانی
حاصل از حیات اے جاں یکدم ست تا دانی

غنیمت جان ملتا ہے جو وقتِ عیش و آسانی
کہ جانِ یک نفس دیتی ہے ہر لمحہ پریشانی

پیشِ زاہد از رندی دم مزن کہ نتواں گفت
با طبیبِ نا محرم حالِ دردِ پنہانی

نہ کہہ زاہد سے قصہ اپنی رندی کا نہیں کہتے
ہر نا محرم طبیباں پہ بیانِ دردِ پنہانی

با دعائے شبخیزاں اے شکر دہاں مستیز
در پناہِ یک اسم ست خاتمِ سلیمانی

دعا و نالۂ شبخیز سے جھگڑا نہ کر اے جاں
پناہِ اسمِ اعظم سے ہیں سب حکمِ سلیمانی

یوسفِ عزیزم رفت اے برادران رحمے
کز غمش عجب دیدم حالِ پیرِ کنعانی

نہ پھینکو چاہ میں یوسف کو اے بھائی ذرا سوچو
کہ اُس کی یاد میں تڑپے گا کیسا پیرِ کنعانی

می روی کہ مژگانت خونِ خلق می ریزد
تند می روی جاناں ترسمت فرو مانی

بہا اتنی نہ تیزی سے تو خونِ عاشقاں جاناں
مجھے ڈر ہے کہ تھک جائے گی تیری تیغِ مژگانی

پندِ عاشقے بشنو وز درِ طرب باز آ
کایں ہمہ نمی ارزد شغلِ عالمِ فانی

سنو پند و نصیحت عاشقوں کی حرص کو چھوڑو
نہیں دیتا نشاط و عیشِ دائم عالمِ فانی

زاہدِ پشیماں را شوقِ بادہ در جانست
عاقلا مکن کارے کآورد پشیمانی

بنے دل میں شوقِ بادہ اور زباں پہ عیب میخواری
یہ دو روئی تیری زاہد تجھے دے گی پشیمانی

خُمِ شکن نمی داند ایں قدر کہ صوفی را
جنسِ خانگی باشد ہمچو لعلِ رمانی

نہ توڑے محتسب خُم میکدے کے دیکھ صوفی بھی
جو کیے مست ہیں پی کر شرابِ عشقِ ربانی

گر تو فارغی از من اے نگارِ سنگیں دل
حالِ خود بخواہم گفت پیشِ آصفِ ثانی

نہ کر توڑ اے بتِ سنگین دل خونِ جگر اتنا
نہیں ہے کیا تجھے کچھ خوفِ عدلِ آصفِ ثانی

از درم در آمد مست میزنم بشادی دست
روشنی ہماپیوست راستی بہ ارسانی

بجاؤں شادیانہ اور کروں میں رقصِ مستانہ
اگر مستانہ آجائے کبھی تشریفِ جانانی

باغباں چو من زینجا بگذرم حرامت باد
گر بجائے من سروے غیرِ دوست بنشانی

لحد پہ گر لگائے باغباں تو سرو اُس جیسا
تو گورستاں مرا بن جائے رشکِ باغِ رضوانی

دل ز ناوکِ چشمت گوش داشتم لیکن
ابروئے کماندارت می برد بہ آسانی

بمشکل دل اگر بچ جائے تیرِ چشم سے تیرے
کمانِ ابرو کرتی ہے اُسے بسمل بہ آسانی

جمع کن باحسانے حافظِ پریشاں را
اے شکنجِ گیسویت مجمعِ پریشانی

کرے ہے حافظِ شوریدہ سر کی جمع خاطر وہ
شکنجِ زلف ہے جس شوخ کا مجمعِ پریشانی

ہزار جہد بکردم کہ یارِ من باشی
قرار بخشِ دلِ بیقرارِ من باشی

کیے ہزار جتن اب وہ یار ہو میرا
قرار بخشِ دلِ بے قرار ہو میرا

دمے بکلبۂ احزانِ عاشقاں آئی
شبے انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی

کبھی تو کلبۂ احزانِ عاشقاں میں آ
گہے انیسِ دلِ سوگوار ہو میرا

چراغِ دیدۂ شب زندہ دارِ من گردی
امیرِ روزِ من و روزگارِ من باشی

چراغِ دیدۂ بے خواب شب میں اور دن میں
تو غمگسارِ غمِ روزگار ہو میرا

رفیق و مونس و آرامِ جانِ من گردی
انیسِ خاطرِ امیدوارِ من باشی

رفیق و مونس و آرامِ جان و دل بن جا
انیسِ خاطرِ امیدوار ہو میرا

ازاں عقیق کہ خونیں دلم ز عشوۂ او
اگر کنم گلۂ رازدارِ من باشی

وہ جس عقیق نے خوں میں کیا مرے دل کو
گلہ جو اُس کا کروں رازدار ہو میرا

شود غزالۂ خورشید صیدِ لاغرِ من
گر آہوئے چو تو یکدم شکارِ من باشی

غزالِ شمس بھی ہو صیدِ ناتواں اگر
ہرن کوئی ترا جیسا شکار ہو میرا

سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ وظیفۂ من
اگر ادا نکنی وامدارِ من باشی

جو تین بوسے دو لب کے وظیفہ میرا ہیں
تو گر ادا نہ کرے قرضدار ہو میرا

من ایں مراد نہ بینم بعمرِ خود کہ شبے   بجائے اشکِ رواں آنکھ میں ہو تو ہی تو
بجائے اشکِ رواں در کنارِ من باشی   اگر وہ نورِ جہاں ہم کنار ہو میرا

دراں چمن کہ بتاں دست عاشقاں گیرند   کریں چمن میں یہ بت دستگیری عاشق
گرت ز دست برآید نگارِ من باشی   لے ہاتھ ہاتھ میں میرا نگار ہو میرا

چو خسروانِ ملاحت بہ بندگاں نازند   ہے خسروانِ ملاحت کو ناز بندوں پر
دراں میانہ خداوندگارِ من باشی   خدارا تو بھی خداوندگار ہو میرا

من ارچہ حافظِ شہرم جوے نمی ارزم   ہوں گرچہ شہر کا حافظ میں کیا ہوں کچھ بھی نہیں
مگر تو از کرمِ خویش یارِ من باشی   نہ جب تلک کرم آمادہ یار ہو میرا

غزلیاتِ حافظ شیراز

غزل گفتی و در سُفتی بیا و خوش بخواں حافظؔ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را